پھول کی اداس... مہینا

میں ہمیشہ خوش رہتی ہوں...... نیہا گیلانی ......لاہور

عنوان	مصنف	صفحہ
☆ حمد و نعت کرنیں	محمد صالح	8
☆ اداریہ	....	9
☆ شاہ عبداللہ کی وفات	محمد شعیب مرزا	10
☆ چڑیا کا گیت	قمر رحیم الدین	11
☆ چودھری رحمت علی	شیخ عبدالحمید	12
☆ مخبری	علی اکمل تصور	13
☆ پاکستان سے محبت......	حافظ مظفر محسن	15
☆ راستہ	نذیر انبالوی	16
☆ قطعہ کاریاں	ظفر علی راجا	18
☆ سرسید احمد خان	ڈاکٹر محمد ارشد	19
☆ غلام	محمد طاہر منیر	21
☆ آٹوگراف	....	23
☆ کرکٹ کا عالمی میلہ	عائشہ جمشید	24
☆ یوم یکجہتی کشمیر	سدرہ امبرین یونس	26
☆ بچے لے گئے بازی	ناصر بشیر	27
☆ ندیا اور سروش	شانزہ مرزا	28
☆ راشد منہاس	وقار قریشی	30
☆ حشمت وفا	راحت وفا	31
☆ ارم شائستہ	زرتاش شائستہ	32
☆ عبرت ناک واقعہ	ارم شائستہ	33
☆ چٹکلے	شانزہ	34
☆ سیمینار بچوں کا ادب	منزہ اکرم	36
☆ فروری کے اہم واقعات	چودھری اسد اللہ	39
☆ حسین صدیقی (خطاط)	خورشید گوہر قلم	40
☆ اندر والی جیب	حنا نرجس	41
☆ سردی آئی (نظم)	کوثر خالد	42
☆ نیا سال	عبدالخالق، شہباز انور	43
☆ آؤ ہل کر چلتے ہیں	امجد شریف	43
☆ مسکرائیں	سحر ضیاء	44
☆ کوپن	....	46
☆ صحت بتائیے	حورین طاہر	47
☆ اپنے سوا......	سدرہ محمود خان	48
☆ حنیف عباسی	ساجدہ حنیف	49
☆ کہکشاں	فرح اکرم	50
☆ پھول اخبار	....	52
☆ پھول آرٹ گیلری	....	54
☆ والدین اور احسان	سامیہ افتخار	55
☆ نرالے ہیں انداز ہمارے	....	56
☆ سائنس کی دنیا	ساجدہ انور ملک	58
☆ پھول کتاب گھر	مدثر مرزا	59
☆ کھٹے میٹھے خطوط	....	60
☆ متاع حیات	کوکب علی	64
☆ پھول فورم	....	65
☆ مٹھائی	عشرت جہاں	66
☆ قربانی	اطہر احمد شیخ	67
☆ مجھے کچھ کہنا ہے	مبین عالم	68
☆ پریاں میں	قرۃ العین ہاشمی	69
☆ زبردست جملہ	....	70

شہدائے کشمیر کے نام

ان کے خون سے تحریک آزادی کشمیر

کے چراغ آج بھی روشن ہیں۔

اور بہت جلد

کشمیر بنے گا پاکستان

انشاءاللہ

23۔ کوئنز روڈ لاہور۔ پاکستان۔ فون نمبر 4-36307141 UAN:111-123-540

36314099 -ایڈیٹر EXT-208 EXT-347 فیکس: 36367583-36367616

http//www.phool.com.pk
shoaibmirza.phool@gmail.com

چیف ایڈیٹر، پرنٹر اینڈ پبلشر رمیزہ مجید نظامی نے
ندائے ملت پریس سے چھپوا کر

پاکستان میں بذریعہ رجسٹری
سالانہ بذریعہ ہوائی ڈاک/780 روپے
ششماہی/400 روپے

قیمت شمارہ 25 روپے
بائی ایئر یورپ، ایشیا، مڈل ایسٹ
سالانہ 5184 روپے 50/ ششماہی 2600 روپے 25

انڈونیشیا
سالانہ 2800 روپے ششماہی 1430 روپے
امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا، افریقہ

ہر سو تری دیبائی' ہر سو تری رعنائی
مظہر ترے جلوے کی ہر چیز نظر آئی
ہر شے سے عیاں تو ہے' ہر شے میں نہاں تو ہے
کثرت ہے ظواہر میں' باطن میں ہے یکتائی
دونوں ہی تری شانیں' مطلق بھی مقید بھی
پر ان کے سمجھنے کو کچھ چاہئے دانائی
میخانۂ عرفاں کے ساقی! میں ترے قرباں
خود مستی و میکش ہے' خود بادہ و مینائی
اس صنعتِ قدرت پر کیوں عقل نہ حیراں ہو
تو خود ہی تماشا ہے اور خود ہی تماشائی
بندہ ہے محبت کا ناچیز معین الحق
ہے تیرا تمنائی' ہے تیرا ہی شیدائی

پیر سید غلام معین الحق گیلانی، گولڑہ شریف

ہمارا مرکز و محور تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
سلگتا درد کا منظر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
لہو کی رو بناتی ہے سمندر میں نئے نقشے
انہی نقشوں میں اپنا گھر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
میرے بچوں پہ رقصاں ہیں مشینی گدھ ابابیلیں
عوض میں آرہا ہے زر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
جبینیں گھس گئیں اہل وطن کی عرض کر کرکے
ذرا نظریں اٹھا کر در تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
مری قسمت میں لکھے ہیں ہمیشہ ہر طرف رہزن
مری خاطر کوئی رہبر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
اڑائیں بھرتا ہوں طبعاً انقلابی ہوں
مگر میرے شکستہ پر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ
بظاہر آپ سے شکوہ کناں گستاخ ہے طاہر
مگر چشم ادب میں ڈر تو دیکھیں یارسول ﷺ اللہ

حفیظ طاہر، لاہور

محمد صالم

ہمسائے کا پرنالہ

ان کے پاس ذاتی مکان نہیں تھا اس لئے کرائے کے مکان میں رہائش رکھتے تھے۔ مگر کرائے کا مکان بھی کسی نہ کسی وجہ سے اکثر بدلنا پڑتا تھا۔ خدا کی وسیع و عریض زمین میں آج یہاں تو کل وہاں۔ ایک دفعہ ایک جگہ کرائے کا مکان لیا تو ساتھ کا ہمسایہ ایک یہودی تھا۔ وہ اسلام کا دشمن تھا اور ختم المرسلین ﷺ کے نام لیواؤں کو تنگ کر کے خوشی محسوس کرتا تھا۔ وہ دن اس کے لئے عید کا دن ہوتا تھا جب وہ کسی سچے اطاعت گزار، اللہ کے پرہیزگار اور عاشق احمد مجتبیٰ ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا۔

اب جب اس یہودی نے دیکھا کہ اس کے ایک اسامنے میں ایک نیا کرایہ دار آیا ہے۔ تو اس نے اس کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ جب اسے پتہ چلا کہ اس کا نیا ہمسایہ اللہ کا پیارا اور وقت کا ولی ہے تو اسے سخت غصہ آیا۔ اس نے سوچا کہ کون سا ایسا حربہ استعمال کروں کہ یہ مومن پرہیزگار اس مکان کو چھوڑ جائے۔ کافی سوچ بچار کے بعد بالآخر اس نے اپنے مکان کی چھت سے ایک ایسا پرنالہ لگوایا جس کا منہ اس کے ہمسائے کے صحن میں کھلتا تھا۔

پرنالہ لگوانے کے بعد اس یہودی نے روزانہ اپنے نیک اور دین دار ہمسائے کے گھر میں پرنالے کے ذریعے نجاست پھینکنا شروع کردی۔ وہ ایک مدت تک ایسا کرتا رہا اور اس انتظار میں رہا کہ اس کا ہمسایہ اس سے کوئی شکایت کرے گا تو پھر اسے لڑائی کروں گا اور یوں مالک مکان سے کہہ کر اسے یہاں سے نکلوا دوں گا مگر اس کی یہ ترکیب کارگر ثابت نہ ہوئی۔

آخرکار یہودی نے تنگ آکر خود ہی اپنے نیک اور برگزیدہ ہمسائے سے پوچھا "آپ کو میرے پرنالے سے کوئی تکلیف تو نہیں ہوتی؟" یہ سوال سن کر ہمسایہ مسکرایا اور بولا "تکلیف تو ہوتی ہے مگر میں نے ایک ٹوکری اور جھاڑو کا بندوبست کیا ہوا ہے کہ جو نجاست آپ کے پرنالے سے میرے گھر میں گرتی ہے وہ میں روزانہ صاف کردیتا ہوں۔" یہودی نے پھر پوچھا "آپ اتنی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ کو غصہ نہیں آتا؟"

نیک دل صاحب ایمان ہمسائے نے جواب دیا "میرا پروردگار ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو غصہ پی جاتے ہیں اور دوسروں کو معاف کردیتے ہیں۔"

یہودی نے جیسے ہی یہ جواب سنا تو اس کی کایا پلٹ گئی۔ اس کے منہ سے بے اختیار نکلا "اے مالک بن دینارؒ! جو دین ایسی اچھی تعلیم دیتا ہے اس کو میں اسی لئے قبول کرتا ہوں اور رب رحمٰن و رحیم سے اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہوں۔" سبحان اللہ۔

چند روز قبل کی بات ہے۔ فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف عکاس حرمین شریفین عظمت شیخ صاحب تھے۔ کہنے لگے کہ اپنے گھر کا پتہ بتائیں۔ ان کو بتایا تو کہنے لگے کہ آپ کے لیے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو تصویریں فریم کروائی ہیں وہ دینے آؤں گا لیکن بتا کر نہیں آؤں گا تا کہ آپ کوئی تکلف نہ کریں۔ ان سے گزارش کی کہ بتا کر تشریف لائیں۔ تکلف نہیں کروں گا لیکن وہ نہیں مانے۔ وہ ہمارے ایسے بزرگ دوست ہیں جو کسی کی نہیں مانتے۔ ساری زندگی اپنی مرضی سے گزاری۔ اس دور میں حرمین شریفین کی فوٹو گرافی کی جب لوگ وہاں کی تصویر دیکھنے کو ترستے تھے۔ اب اس ضعیف العمری میں چلتے ہوئے اگر آپ کو محسوس ہو کہ وہ لڑکھڑانے لگے ہیں اور آپ ان کا ہاتھ تھامنے لگیں تو وہ اپنا ہاتھ فوراً پیچھے کر لیتے ہیں۔ کسی کا سہارا نہیں لیتے۔ کہتے ہیں کوئی ضرورت ہو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور وہ میری ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ 80 سال سے زیادہ عمر ہو گئی ہے اللہ کا شکر ہے اس نے بہت اچھا رکھا ہوا ہے۔ ہر بات میں شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں۔ ایک دو دوستوں اور پھول ٹیم کے ساتھ کئی مرتبہ ان کے گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ تواضع میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ جب تک مہمان کھانا کھاتے ہیں یہ کھڑے رہتے ہیں اور کھانا خود ڈال کر دیتے ہیں آئس کریم کھانے کے بہت شوقین ہیں اب بھی شوگر کے باوجود موقع ملتے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اور آئس کریم کھا لیتے ہیں۔

گزشتہ دنوں اسکول بند تھے۔ بچوں کو چھٹیاں تھیں رشتہ داروں کی طرف چلے گئے۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں عظمت شیخ صاحب ان دنوں میں نہ آ جائیں۔ اور وہی ہوا۔ میں دفتر میں تھا اور وہ گھر کے قریب پہنچ گئے اپنی بیٹی اور نواسی کے ہمراہ۔ میں نے ہمت ٹرسٹ اور مجری آئی ہسپتال کے ندیم احمد صاحب کو فون کیا۔ وہ عظمت شیخ صاحب کو اپنے مرشد جیسا درجہ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا آپ اطمینان سے آئیں۔ وہ عظمت شیخ صاحب کو مجری آئی ہسپتال لے آئے۔ میرے جانے تک انہوں نے ان تینوں کی آنکھوں کا معائنہ کروا دیا۔ میں نے والد صاحب کو فون کیا وہ قریب ہی تھے وہ گھر آ گئے۔ اتفاق سے میری بہن بھی آ گئیں۔ میں عظمت شیخ صاحب کو لے کر گھر آیا۔ انہوں نے تکلف کا کوئی موقع نہیں دیا۔ خوبصورت، فریم شدہ تصویریں عنایت کیں۔ کیک بھی لے کر آئے تھے۔ کچھ دیر بیٹھے اور واپس چل دیے۔ یہ عظمت شیخ صاحب کی محبت، عظمت اور شفقت کا ایک انداز تھا۔ شوگر کی وجہ سے پاؤں پر زخم ہو چکے تھے چلنا مشکل ہو رہا تھا لیکن تشریف لے آئے۔ دل چاہا کہ ان کی اس محبت و شفقت کے انداز سے آپ کو بھی آگاہ کروں۔ بڑے لوگوں کی بڑی باتیں۔ میرے بزرگ دوستوں میں سے ایک چودھری ظفر اللہ خان صاحب ہیں۔ اپنے والد صاحب کے نام پر ٹرسٹ بنا رکھا ہے۔ گاؤں میں سکول اور مدرسہ بنا کر علم کی شمعیں روشن کر رہے ہیں۔ تحریک پاکستان میں خدمات پر انہیں گولڈ میڈل بھی مل چکا ہے۔ ان دنوں علیل ہیں۔ ملاقات کم ہوتی ہے لیکن جب بھی پھول یا نوائے وقت میں میرا کالم شائع ہوتا ہے تو فون کر کے حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یوں عزم کو توانائی بخشتے ہیں۔ ایک ہمارے بزرگ دوست کرنل (ر) مسعود اختر شیخ ہیں۔ انہوں نے پاکستان اور ترکی کے درمیان پل کا کردار ادا کیا ہے۔ 20 سے زائد کتب ترکی سے اردو میں ترجمہ کی ہیں۔ اسلام آباد میں رہتے ہیں۔ فون پر بات ہوتی رہتی ہے جب بھی لاہور تشریف لاتے ہیں تو فون کرتے ہیں۔ یوں ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔

ہمارے ایک بزرگ دوست ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ ہیں۔ چلڈرن قرآن سوسائٹی کے پلیٹ فارم سے نئی نسل کو قرآن فہمی کی طرف مائل کرتے ہیں۔ 25 سال سے زائد عرصے سے بچوں کے لیے ایک رسالہ بھی شائع کر رہے ہیں۔ پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ صحت ان دنوں خراب رہنے لگی ہے۔ اکثر صبح صبح فون کر کے بلا لیتے ہیں یا خود تشریف لے آتے ہیں۔ درود شریف، تفسیر کی کتابیں اور پمفلٹ دیتے ہیں تا کہ تقسیم کر سکوں اور یہ روشنی زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچا سکوں۔

ایک بزرگ دوست میاں محمد نعیم شیخ ہیں۔ ایک سکول اور کئی فلاحی ادارے چلا رہے ہیں۔ پاکستان اور پاکستانی معاشرے کی فلاح کے لیے فکرمند رہتے ہیں۔ اکثر اس حوالے سے گفتگو ہوتی ہے۔ سادگی اور انکساری سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ دوست حاجی محمد حسین گوہر صاحب ہیں۔ یہ بھی جدوجہد کی عملی مثال ہیں۔ چھوٹے پیمانے پر محنت کر کے بام عروج تک پہنچے۔ ننکانہ میں ایک خوبصورت مسجد بنوا رہے ہیں۔ خیر و بھلائی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کا اہم کارنامہ حرمین شریفین میوزیم ہے جہاں سینکڑوں مقدس تبرکات موجود ہیں لوگ جن کی زیارت کر کے دلی سکون پاتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے ہر ایک بزرگ دوست کے حوالے سے ایک ایک کتاب لکھوں کیونکہ یہ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ یہ ہمارا قومی اثاثہ ہیں۔

"پھول" کی ادارت نے جہاں مجھے بے شمار ننھے منے اور نوجوان دوست دیے ہیں وہیں یہ قابل احترام اور قابل فخر بزرگ دوست بھی ملے ہیں۔ میں ان کی صحت و تندرستی اور درازی عمر کے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ کیا ان دعاؤں میں آپ بھی میرے ساتھ شریک ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔

آپ کا ایڈیٹر

محمد شعیب مرزا

سعودی عرب۔ کے ایک تابناک عہد کا خاتمہ

محمد شعیب مرزا

خادم الحرمین الشریفین، سعودی عرب کے فرمانروا، شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ ریاض کی مسجد میں ادا کی گئی اور السعود قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شاہ عبداللہ کی عمر 90 سال تھی۔ وہ 2005ء سے 2015ء تک سعودی عرب کے حکمران رہے۔ اپنے دور میں انہوں نے سعودی عرب میں کئی اصلاحات کیں۔ انہوں نے سعودی عرب کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی سے حرمین شریفین کی توسیع کروائی اور حجاج کرام کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرنے کو ممکن بنایا۔ گزشتہ پانچ ہزار سال کی تاریخ میں سعودی فرمانرواؤں نے اہم ریکارڈ بنایا۔ جدید سعودی عرب کی بنیاد عبدالعزیز بن السعود نے 1902ء میں رکھی۔ ان کے آباؤ اجداد کی سلطنت کو ترکوں نے فتح کر لیا تھا اور 1818ء میں جزیرۃ العرب کو اپنی سلطنت کا حصہ بنا لیا تھا۔ 20 ویں صدی کے اوائل میں عبدالعزیز بن السعود نے اپنے بزرگوں کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لینے کی ٹھانی اور 1902ء میں سعودی حکومت کی بنیاد رکھ دی۔ عبدالعزیز 1953ء تک سعودی عرب کے حکمران رہے پھر ان کے سب سے بڑے صاحبزادے شاہ سعود بادشاہ بنے اور 1964ء تک فرماں روا رہے۔ شاہ فیصل ان کے جانشین تھے جو 1964ء سے 1975ء تک حکمران رہے۔ شاہ فیصل کی شہادت کے بعد شاہ خالد سعودی عرب کے حکمران بنے۔ وہ 1982ء تک مسند اقتدار پر فائز رہے۔ ان کے بعد شاہ فہد 1982ء سے 2005ء تک بادشاہ رہے۔ شاہ عبداللہ 2005ء سے 2015ء تک حکمران رہے۔ اب شاہ سلمان فرماں روا ہیں۔

شاہ عبدالعزیز بن السعود کی وفات کے بعد مسند اقتدار پر بیٹھنے والے تمام بادشاہ بھائی تھے۔ پانچ ہزار سال کی معلوم تاریخ میں ایک باپ کے 6 بیٹوں کا حکمران بننا پہلا واقعہ ہے۔ اس سے قبل بنو امیہ نے ایک ریکارڈ قائم کیا تھا جو ٹوٹ چکا ہے۔

شاہ عبداللہ کی وفات کے بعد سلمان بن عبدالعزیز نئے سعودی فرماں روا بن گئے ہیں۔ شہزادہ مقرن ولی عہد اور نائب وزیراعظم اول اور شہزادہ محمد بن نائف ولی عہد دوم جبکہ محمد بن سلمان وزیر دفاع مقرر کیے گئے ہیں۔

ریاض: سعودی عرب کے نئے فرمانروا سلمان بن عبدالعزیز عوام سے پہلا خطاب کر رہے ہیں

شاہ عبداللہ کی وفات پر عالم اسلام سوگوار ہو گیا۔ پاکستان سمیت مختلف ممالک میں سوگ منایا گیا۔ شاہ عبداللہ پاکستان کے بہترین دوست تھے۔ انہوں نے 1984ء، 1997ء، 1998ء اور 2004ء میں پاکستان کا دورہ کیا۔ آخری دورہ پاکستان کے موقع پر انہوں نے پاکستان سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے پاکستان زندہ باد کے پرجوش نعرے لگائے۔

سعودی عرب کے نئے فرماں روا شاہ سلمان نے بطور سربراہ اپنے پہلے خطاب میں مسلمانوں کو متحد ہونے کی تاکید کی ہے۔ وہ 2012ء سے ولی عہد اور وزیر دفاع کے عہدے پر فائز تھے۔ وہ 50 سال تک ریاض کے گورنر بھی رہے۔ شاہ سلمان اور نئے ولی عہد شہزادہ مقرن بھی پاکستان سے محبت کے جذبات رکھتے ہیں۔ امید ہے آنے والے وقت میں پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات مزید مضبوط ہوں گے۔

انہوں نے سعودی عرب کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا

ان کے انتقال سے پاکستان ایک بہترین دوست سے محروم ہو گیا

سلمان بن عبدالعزیز نئے سعودی فرماں روا بن گئے

شہزادہ مقرن ولی عہد اور نائب وزیراعظم اول اور شہزادہ محمد بن نائف ولی عہد دوم جبکہ محمد بن سلمان وزیر دفاع ہوں گے

شاہ عبداللہ نے اپنے دور میں حرمین شریفین کی توسیع میں اہم کردار ادا کیا

☆☆☆

ثاقبہ رحیم الدین

موجودہ حالات کے تناظر میں دلچسپ اور فکر انگیز کہانی

پیارے بچو! بہت پرانے وقتوں کی بات ہے جب نہ ہم تھے اور نہ تم۔ منوڑا نامی ایک چھوٹی سی بستی کراچی کے سمندر کنارے آباد ہے۔ اُن دنوں وہاں رسول بخش نامی ایک خوش شکل اور نیک دل ملاح رہا کرتا تھا۔ اس کے گھر اکثر مہمان سمندر کے راستے سے کشتیوں سے آتے جاتے تھے۔ منوڑا میں یہ کہاوت مشہور تھی کہ دریا میں چلنے رہنے والے گیت، سنگیت اور قصے کہانی خوب جانتے ہیں۔ رسول بخش کے چار بچے تھے۔ رسول بخش ساری بستی میں اپنی عقل، تجربے اور نیکیوں کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس بستی میں کشتی چلانے میں ماہر اور اُستاد آدمی بہت عزت والا جانا جاتا تھا۔ رسول بخش کو محلے والے پیار سے بخشو بھائی کہہ کر بلاتے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایک ننھی سی چڑیا اس کے پاس کیوں رہتی ہے۔ خدا جانے کیوں بخشو بھائی نے اُسے پالا ہوا تھا۔ پالا بھی اس انداز سے کہ چڑیا کسی پنجرے میں بند نہیں رہتی تھی ہر طرف اڑتی پھرتی تھی مگر پھر بھی کہیں غائب نہیں ہوتی تھی۔ بخشو بھائی کا گھر اُس کا گھر تھا اور جیسے وہی اُس کے ماں باپ تھے۔ سہ پہر میں وہ اُن کے ساتھ سمندر کنارے اُڑتی پھرتی تھی۔ اکثر وہ ننھی سی چڑیا بخشو بھائی کے کندھے پر بیٹھ جاتی تھی اور چہکتی تھی۔ ایک شام تو حد ہوگئی، بخشو بھائی لیٹے ہوئے کچھ سوچ رہے تھے اور گنگنا رہے تھے، چڑیا سینے پر آن بیٹھی، گھر کے سب لوگ ہنستے رہے مگر بخشو بھائی ہلے تک نہیں۔ جب چڑیا گھر کے صحن میں دانا دنکا چگتی تھی تو بخشو بھائی اسے بڑے پیار سے چمکارا کرتے تھے۔

ہاں تو بچو! جانے کیا بات ہوئی کہ چڑیا کچھ دنوں سے ساحل سمندر سے بہت دور دور تک اڑ کر جانے لگی۔ اب وہ گیلی ریت سے بھی کم کھیلتی نظر آتی تھی۔ تھوڑے دن اور گزرے، اور ایک شام وہ ایک بڑی کشتی پر بیٹھ گئی۔ چڑیا منوڑا سے بہت دور چلی گئی۔ چڑیا آس پاس کی چڑیوں میں سب سے زیادہ پیاری اور عقل مند تھی۔ جب وہ کوئی بات سمجھاتی تو سب جمع ہو کر اُس کی بات سنتے۔ وہ جب ہلکے ہلکے گانا گاتی تو ساری گلہریاں، طوطے اور تتلیاں پاس آ کر بیٹھ جاتیں۔

ایک دن کیا ہوا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ایک لڑکا جس کا نام شیر دل تھا، سکول چلا گیا۔ چڑیا اُس کے گھر کے سبز لان پر بیٹھی تھی۔ مرغی کے دو چوزے اپنی چونچ سے کچھ ڈھونڈ رہے تھے۔ پاس ہی ایک تالاب تھا، جس میں ایک بطخ تیر رہی تھی، وہ بھی چڑیا کے قریب آ گئی۔ بطخ نے اپنی بھوری چونچ میں ایک لمبا سا تنکا دبایا ہوا تھا۔ مرغی کے بچے پھدکتے ہوئے چڑیا کے پاس آ گئے۔ اب یہ چاروں خوشی خوشی باتیں کرنے لگے۔ اسی لان کی منڈیر پر ایک کوا آ کر بیٹھ گیا۔ وہ پیاسا تھا اور اس کی چونچ کھلی ہوئی تھی اور وہ "کائیں...... کائیں" کر رہا تھا۔ چڑیا نے تالاب کے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ کوے نے جی بھر پانی پیا اور خوش ہو کر چڑیا کے پاس آ بیٹھا۔ بس ذرا سی دیر میں سب کی ایسی دوستی ہوگئی کہ دونوں چوزے، ننھی بطخ، کوا اور چڑیا ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے ہر طرف چوں...... چوں...... قیں...... قیں اور کائیں...... کائیں کا شور مچ گیا۔ چڑیا کو جانے کیا سوجھی کہ کہنے لگی "دوستو! میں آج تمہیں ایک پیارا سا گیت سناتی ہوں۔" بطخ کہنے لگی "تم خود جو پیاری ہو تو آواز اور بھی پیاری ہوگی۔"

چڑیا گانے لگی۔

میں نے اونچے آسمان تلے
چیل اور گدھ کو اپنے قریب نہ آنے دیا
قریب نہ آنے دیا
اور گھنے جنگل میں
کانٹے اور جھاڑیوں کو پاس نہ آنے دیا
پاس نہ آنے دیا
مگر ہائے میں ماری گئی
گھونسلے میں چھپے کیڑے سے
میں ماری گئی، ہائے میں ماری گئی

چڑیا کے گاتے گاتے ٹپ سے ایک آنسو کی بوند ٹپک پڑی۔ چڑیا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے دوست اُسے روتا دیکھیں۔ کوا جو بڑے غور سے چڑیا کا گیت سن رہا تھا دانش مندانہ انداز میں بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ چڑیا کہہ رہی تھی کہ انسان بہادر ہو تو کسی سے نہیں ڈرتا۔ حوصلے سے ہر مشکل کو برداشت کرتا ہے۔ بڑے دل کا آدمی تو شیر کی طرح ہوتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنے گھر کے کیڑے کے کاٹنے سے مر جائے۔ دراصل جو کیڑا گھر میں چھپا ہوتا ہے وہ نظر نہیں آتا اور ہمیشہ چپکے سے اور چھپ کر حملہ کرتا ہے۔ اسے جاننا اور مٹانا ضروری ہے تاکہ اپنی زندگی خراب نہ ہو۔ یہاں یہ بات بھی تو یاد رکھنے کی ہے کہ کیڑے سے مراد منافق اور چھپے ہوئے دشمن بھی ہیں اور اپنی خامیاں بھی ہیں۔ بعض اوقات بظاہر شریف اور پڑھے لکھے لوگوں میں تعصب، حسد، انتقام اور لالچ جیسی برائیاں چھپی ہوتی ہیں۔ یہ عیب دل و دماغ کو مار ڈالتے ہیں۔"

یہ سن کر چوزوں نے سر ہلایا اور کہا۔

"ہم جان گئے، ہم جان گئے۔ ہم یہ بات اپنے بھائی بہنوں کو بتائیں گے۔"

بطخ چونچ سے اپنے پر کھجلاتے ہوئے بولی۔ "ایسا گانا میں بھی گاؤں گی جو آج میں نے سیکھا ہے، سب کو سناؤں گی۔" کوے نے پر پھیلائے اور اُڑ کر قریب کے درخت پر بیٹھ گیا کہنے لگا۔ "بہن چڑیا، ہوا تو ہر جگہ چلتی ہے، میں اُڑ کر دور دور جاؤں گا اور آج جو گیت سنا وہ ساتھیوں کو سناؤں گا۔"

اتنے میں شیر دل سکول بس سے اُترا اور دوڑتا ہوا لان میں آیا۔ چڑیا اُچھل پڑی اور جلدی سے اُڑ گئی۔ اُسے خوشی تھی کہ وہ جو پیغام دینا چاہتی تھی وہ اب دور دور تک پہنچے گا اور ہوا کی طرح ہر طرف پھیل جائے گا۔

زندہ قومیں ہمیشہ اپنے راہنماؤں کے اصولوں اور ان کی قومی خدمات اور افکار پر فخر محسوس کرتی ہیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر اپنے قدم آگے بڑھاتی ہیں اور انہیں فلسفے کی بنیاد بنا کر نظریات کے نئے چراغ روشن کرتی ہیں۔ پاکستان کے حصول کی جدوجہد کے دوران کئی مسلمان قائدین نے اپنا بصارت وہمت اور فکر و دانش کے لحاظ سے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ کسی نے مال و دولت لٹا کر کاروان ملت کو نئی آب و تاب بخشی کسی نے اپنے اثر و رسوخ سے مقاصد ملی کو تقویت پہنچائی۔ کسی نے اپنے ذہن وشعور سے ملت اسلامی کو تازگی دی۔ یہ سب لوگ سراپا ایثار تھے۔ جنہوں نے اپنے دور میں جو اصول اور نظریات وضع کئے اور جو

بانی پاکستان چودھری رحمت علی

پیدائش 16 نومبر 1897ء وفات 3 فروری 1951ء

کارنامے سرانجام دیئے وہ سب ہماری قومی متاع کا حصہ ہیں۔ اسی جدوجہد آزادی میں جہاں قائداعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کی کشتی کو منزل مراد پر پہنچایا اور ان کی فہم وفراست اور تدبر نے تحریک آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ غلامی کا ایک تاریک اور طویل دور ختم ہوا۔ برصغیر کے مسلمان ایک الگ اور خود مختار ملک حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جدوجہد آزادی کی اس تحریک کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ایک کردار بڑی اہم نوعیت کا ہے جسے کوئی بھی حقیقت پسند مورخ نظر انداز نہیں کرسکتا۔ یہ کردار لفظ پاکستان کے خالق چودھری رحمت علی کا ہے۔

چودھری رحمت علی 16 نومبر 1897ء کو ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ جالندھر سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے اسلامیہ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور یہیں سے 1919ء میں بی اے کیا۔ کالج کے مجلہ کریسنٹ کے ایڈیٹر اور کالج سٹوڈنٹ یونین کے سیکرٹری رہے۔ 1921ء تا 1922ء تک ایچی سن کالج میں لیکچرار رہے۔

1930ء میں مسلمانوں کے لئے ایک الگ وطن کے لئے نیشنل موومنٹ کی داغ بیل ڈالی۔

چودھری رحمت علی اسلامیہ کالج کے مجلہ "کریسنٹ" کے ایڈیٹر بھی رہے

1930ء تا 1933ء کے دوران چودھری رحمت علی نے انڈین راؤنڈ ٹیبل کانفرنسوں میں مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ اور بانی پاکستان محمد علی جناحؒ کی طرح "ایک غلام مسلمان قوم کی آزادی" کے لئے کوشش کرتے رہے۔

18 جنوری 1933ء کو دوسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے موقع پر کیمبرج سے اپنا مشہور اعلان "ابھی یا کبھی نہیں" شائع کیا۔ 1933ء میں پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی۔

یہ القاب آفرین انٹرویو پاکستان ٹائمز لاہور کے علاوہ تمام اخبارات میں شہ سرخی سے شائع ہوا۔ 1948ء میں چودھری رحمت علی یورپ چلے گئے اور لوٹ کر نہ آئے۔

1950ء میں آپ کے دوست امجد خان کیمبرج گئے اور انہیں دوبارہ واپس لانے کے لئے رضامند کیا۔ لیکن شاید اللہ کو منظور نہ تھا۔ آپ 3 فروری 1951ء کو کیمبرج میں ہی انتقال کر گئے۔

چودھری رحمت اردو اور انگریزی کے بہترین مقرر تھے۔ چودھری رحمت علی کے مضامین کینیڈا، امریکہ، جرمنی، اٹلی اور جاپان وغیرہ کے اخبارات میں شائع ہوئے جس سے پاکستان کے تخیل کی شہرت دور تک پھیل گئی۔

چودھری صاحب کی زندگی کا بیشتر حصہ انگلستان میں گزرا جہاں سے آپ نے قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔

چودھری رحمت علی نے اپنے مشہور زمانہ پمفلٹ "اب یا کبھی نہیں" میں اس آزاد مملکت پاکستان کا نقشہ بھی تجویز کیا۔ آپ اپنی کتاب "پاکستان بانی رحمت علی" میں لکھتے ہیں کہ "مجھے احساس تھا کہ موجودہ زمانے میں ہماری قوم کے استقلال کے لئے ایک ایسے قومی نام کا ہونا ضروری ہے جو بیک وقت ہم مسلمانوں کی روایات اور اصول حیات کا مظہر ہو اور یہ ایک متبرک کام بھی تھا۔ اس کام کے لئے میں نے اپنی تعلیم کو نظرانداز کیا۔ گھربار، پیشہ، ملازمت ہر خیال کو ترک کر کے اس کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ چلے کاٹے، اللہ تعالیٰ سے رہبری اور ہدایت حاصل کرنے کیلئے استخارے کئے اور دعائیں مانگیں تا آنکہ رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے لفظ "پاکستان" عطا کیا۔

چودھری رحمت علی 1940ء میں برصغیر میں آئے۔ 8 مارچ 1940ء کو مجلس کبیر کراچی سے خطاب کیا۔ 1948ء میں چودھری رحمت علی پاکستان آئے۔ لاہور میں ڈاکٹر یار محمد کے گھر قیام کیا۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے پاکستانی صحافی محمد شفیع "م ش" نے ان کا انٹرویو کیا۔

''مخبری''

علی اکمل تصور

آنے والا اپنے ساتھ ایک تحفہ لے کر آیا تھا۔ اس کے آنے کی سب کو خوشی ہوئی تھی۔ مگر اس تحفے کی خوشی ہر خوشی پر غالب آگئی تھی۔ عجیب بات یہ تھی کہ یہ تحفہ اُن کے کسی کام کا نہیں تھا اور جس کے لیے لایا گیا تھا وہ خوشی سے اس تحفے کو کبھی قبول نہ کرتا۔ وہ سب پہاڑ کی ایک غار میں چھپے ہوئے تھے اور اب انھیں رات کا انتظار تھا۔ پھر رات کی تاریکی چار سو پھیل گئی۔ سردی کی شدت میں بہت اضافہ ہوگیا تھا۔ وہ سب جانتے تھے کہ چاہے کچھ ہو جائے ناراین داس ضرور آئے گا۔ پھر وہ آگیا۔ اُس نے مخصوص آواز میں اپنے آنے کا اشارہ دیا تھا۔ پہرے پر موجود دو جوانوں نے اپنے ہتھیار نیچے کر لیے تھے۔ اگر وہ اشارہ نہ دیتا کہ میں ناراین ہوں تو اس کا استقبال گولیوں سے کیا جاتا تھا لیکن اب اس کا استقبال مسکراہٹوں سے کیا گیا تھا۔

''آؤ بابا ناراین آؤ......ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے......'' یہ امان اللہ تھا۔ وہ ناراین کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ناراین کی عمر اس وقت پچاس سال کے قریب تھی۔ لیکن زمانے کے دھکوں اور دکھوں نے اُسے وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا تھا۔

''ہم تمہارے لیے جتنا کر سکتے تھے کر دیا۔ یہ تحفہ ہم تمہارے لیے جان ہتھیلی پر رکھ کر لائے ہیں۔ اب اسے کب استعمال کرنا ہے۔ کیسے استعمال کرنا اور کس طرح استعمال کرنا ہے یہ تم پر ہے......'' امان اللہ کہتا چلا گیا۔ ناراین خاموش تھا۔ ہاں اُس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک عود کر آئی تھی۔ پھر وہ اپنا تحفہ لے کر خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔ لیکن یہاں بھی بات وہی تھی۔ یہ تحفہ اُس کے لیے نہیں تھا۔ اُس نے یہ تحفہ کسی کے لیے منگوایا تھا۔ اب وہ رات کی تاریکی میں پتھریلے راستے پر چلا جا رہا تھا۔ سامنے گاؤں کے آثار نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ گاؤں میں داخل ہوگیا۔

گاؤں کی گلیوں میں آوارہ کتے گھوم رہے تھے۔ ناراین کو دیکھ کر کسی کتے نے بھونکنے کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ سارے کتے ناراین سے مانوس تھے۔ ناراین گلیوں میں سے گزرتا ہوا ایک تباہ حال مکان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ چاند کی روشنی میں ناراین دیکھ رہا تھا۔ یہ مکان اُسے ایک ایسی عورت کی مانند نظر آ رہا تھا جس کے سر کا سائیں مر چکا ہو جس کی گود اجڑ چکی ہو اور وہ اپنے بال کھولے ان کی یاد کے غم میں بین کر رہی ہو۔ مکان کا بیرونی دروازہ ٹوٹا ہوا تھا۔ ایک پٹ قبضے کے ساتھ جھول رہا تھا۔ وہ سر جھکا کر گھر میں داخل ہوا۔ آگے صحن تھا۔ اچانک روشنی کا ایک جھماکا ہوا۔ ناراین نے دیکھا، چند بچے صحن میں کھیل رہے تھے۔ ایک عورت دیوار کے پاس بیٹھی دودھ بلو رہی تھی۔ پھر وہ ناراین کو دیکھ کر مسکرائی۔ اس وقت کمرے سے ایک نوجوان باہر نکلا اور بولا۔ ''پتا جی......''۔

''جی بیٹا......'' فوراً ہی سارا منظر آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ روشنی کی جگہ تاریکی نے لے لی تھی۔ ناراین کے رخساروں پر آنسو پھسلنے لگے تھے۔ مکان کی چھتیں گر چکی تھیں۔ در و دیوار سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اس نے ایک کھوہ کونے میں اپنے پاس موجود تحفہ چھپا دیا اور پھر اس خستہ حال مکان میں سے باہر نکل آیا۔ اب وہ باہر کھڑا خالی خالی نظروں سے مکان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''بابا ناراین تم یہاں کھڑے ہو......کرنل صاحب تمھیں یاد کر رہے ہیں......'' ایک آواز نے اُسے چونکا دیا۔ اُس نے پلٹ کر دیکھا پرشورام اُس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ کرنل صاحب کا چوکیدار تھا۔

''تم کافی دیر سے غائب تھے۔ میں نے سوچا کہ اگر ملو گے تو اپنے گھر کے پاس ہی ملو گے۔ اور تمھیں کہاں جانا ہے۔ بابا ناراین اب غم کرنا چھوڑ بھی دو۔ کبھی کبھی گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ آخر ایسے کب تک چلے گا......'' اس کے لہجے میں پیار تھا۔

''میں کسی سے شکوہ نہیں کرتا۔ لیکن اپنی یادیں جینا کیسے چھوڑ دوں......'' ناراین کا لہجہ دکھی تھا۔

''ٹھیک کہتے ہو۔ تمہارے ساتھ ظلم ہوا۔ مجھے اس بات کا احساس ہے۔ لیکن کیا کیا جا سکتا ہے......ہونی تو ہو کر رہتی ہے......''۔

''سچ کہا......ہونی تو ہو کر رہتی ہے......'' ناراین کی آواز میں جوش آگیا تھا۔

''کیا مطلب......'' پرشورام کو کچھ عجیب سا لگا تھا۔ لیکن ناراین نے بات سمیٹ لی تھی اور پھر وہ دونوں کرنل صاحب کی طرف روانہ ہوگئے۔ کرنل پرکاش اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ ناراین اور پرشو رام کمرے میں داخل ہوئے تو وہ تلخی سے بولا۔

''رات گئے تم کہاں چلے جاتے ہو......'' ناراین کی جگہ پرشورام بولا۔

''جناب میں اسے اس کے گھر سے لے کر آیا ہوں۔ یہ جب بھی غائب ہوتا ہے وہیں سے ملتا ہے......''

''اس کھنڈر میں تم کیا کرنے جاتے ہو......'' اب پرکاش کا لہجہ سوالیہ تھا۔ لیکن ناراین خاموش تھا۔

''مان لیا مجھ سے غلطی ہوگئی۔ اب کیا میری جان لو گے؟......'' ناراین کی خاموشی سے پرکاش کلسانے لگا تھا۔

''میں نے کب چاہا تھا کہ میرے ایک حکم کی وجہ سے

تمہارے گھر والے مر جائیں۔ جب آپ کا مقصد بلند ہو تو جان تو دینی ہی پڑتی ہے۔ میں خوشی سے تو یہ سب نہیں کرتا۔ کیا تم جانتے ہو۔ ایک نیا دہشت گرد وادی میں داخل ہوا ہے اور ہمیں خبر ملی ہے کہ اس بار کچھ ایسا ہوا ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ وہ دہشت گرد اپنے ساتھ خودکش جیکٹ لے کر آیا ہے۔ جانے اس کا نشانہ کون ہے۔ لیکن ہمیں خبردار رہنا پڑے گا۔ اب تم رات کے وقت باہر نہیں جاؤ گے اور بچوں کا بھی خیال رکھو گے گھر میں بھی اور سکول میں بھی...... سمجھے تم...... سمجھے تم......" نارائن کی خاموشی سے پرکاش اب چڑنے لگا تھا۔ "جی جناب......" نارائن نے سر جھکا کر کہا۔

"اب تم لوگ جا سکتے ہو......" نارائن اپنے ساتھی کے ہمراہ کمرے میں سے باہر نکل گیا۔ کرنل پرکاش بہت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ جس ظالم کے ہاتھ معصوموں کے خون سے رنگے ہوں۔ اُسے کبھی چین نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کبھی سکون کی نیند نہیں سو پاتا۔ خودکش جیکٹ کی وادی میں آمد نے اُسے پریشان کر دیا تھا۔

وہ بھارتی فوج کا ایک سخت گیر افسر تھا۔ جب اُس کا وادی میں تبادلہ ہوا تو بھارت سرکار نے نارائن اُسے تحفے میں دیا تھا۔ نارائن ایک بہت ماہر باورچی تھا۔ اب اُسے بھی اپنے صاحب کے ساتھ کشمیر میں رہنا تھا۔ نارائن بہت خوش تھا اُسے جیتے جی جنت مل رہی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ جنت کی تلاش اُس کی زندگی کو دوزخ بنا دے گی۔ نارائن باورچی تو تھا ہی لیکن اُس نے کرنل پرکاش کے دوسرے گھریلو معاملات بھی سنبھال لیے تھے۔ وہ سارا دن پرکاش کی خدمت کرتا تھا اور رات اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتا تھا، پھر ایک رات قیامت چپکے سے چلی آئی۔ کچھ دہشت گردوں نے گاؤں میں پناہ لی تھی۔ نارائن فوراً پرکاش کے پاس چلا آیا تھا۔ نارائن کی اطلاع پر ہندو فوج نے گاؤں کا محاصرہ کر لیا۔ پرکاش فون پر احکامات جاری کر رہا تھا۔ دہشت گردوں کی طرف سے مزاحمت ہوئی تو پرکاش نے بھاری اسلحہ منگوالیا۔

"جناب...... میری بیوی بچے بھی اسی گاؤں میں رہتے ہیں......" نارائن نے جنرل پرکاش کو کچھ یاد دلانے کی کوشش کی۔ "فکر مت کرو...... ہم خیال رکھیں گے۔ آخر تم ہی تو یہ اہم خبر لے کر آئے ہو" اس کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ طاری تھی۔ کسی نے ہلاکو خان سے پوچھا تھا کہ زندگی میں کبھی تم نے کسی پر رحم کیا ہے تو وہ مسکرا کر بولا تھا کہ ایک بار میں نے ایک عورت پر رحم کیا تھا۔ اس کا بچہ پانی میں ڈوب رہا تھا۔ میں نے اپنے نیزے میں اس بچے کو پرو کر پانی میں سے باہر نکالا اور اُس بچے کی لاش اس ماں کی گود میں ڈال دی۔ یہ ویسی ہی مسکراہٹ تھی۔ ساری رات گاؤں پر گولہ باری ہوتی رہی۔ گاؤں کی فضا دھواں دھواں ہو چکی تھی۔ اگلی صبح نارائن نے جا کر دیکھا۔ گاؤں برباد ہو چکا تھا۔ لوگ بے گھر ہو چکے تھے۔ نارائن کا گھر اب کھنڈر بن چکا تھا۔ گھر میں گھر والوں کے لاشے پڑے تھے۔ پھر نارائن کی زبان بند ہو گئی۔ اُسے اب انتقام لینا تھا۔ کس سے......؟ کرنل پرکاش سے...... اس کی بربادی کا ذمہ دار پرکاش ہی تھا۔ اب اُس نے کشمیر کی آزادی کی تحریک کو سمجھ لیا تھا۔ اب اُسے صبر کرنا تھا اور وقت کا انتظار کرنا تھا۔ اُسے پرکاش کے بچوں سے پیار تھا۔ اک وقت اُس نے ان بچوں کے ساتھ گزارا تھا۔ لیکن اس کا اپنا درد بھی تو کوئی وجود رکھتا تھا۔ اُسکے بھی تو بچے تھے اُن پر کسی نے رحم نہیں کیا۔ اب وہ کسی پر رحم کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ انتقام لینے کے اور بھی بہت سے طریقے تھے۔ لیکن اسے تو اُن سب کی موت کے ساتھ ساتھ اُن کا گھر بھی بارود سے اڑانا تھا۔ اُس کے گھر کو بھی تو بارود سے اڑایا گیا تھا۔ اُسے اپنی زندگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ تو اپنے گھر والوں کے ساتھ ہی مر گیا تھا۔ اُسے تو اب پرکاش اور اُس کے گھر والوں کو ویسے ہی مارنا تھا۔ جیسے اُس کے گھر والوں کو مارا گیا تھا۔ اُسے اب چھٹی والے دن کا انتظار تھا۔ اس دن سب گھر پر ہی موجود ہوتے تھے۔ تب اُسے پرکاش کو وہ تحفہ دینا تھا جو اُس نے اس کے لیے ہی منگوایا تھا۔ اگر دیکھا جائے تو نارائن نے موت کا انتخاب کیا تھا۔ اپنے لیے اور پرکاش کے لیے۔ وہ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہا تھا۔ دکھ بہت بڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک اچھے انسان سے اُس کی اچھائی چھین لیتا ہے اور پھر چھٹی والا دن آ پہنچا۔ پرکاش کے گھر والے ابھی ابھی نیند سے جاگے تھے اور نارائن اُن کے لیے ناشتہ بنا رہا تھا اور پھر اسے پرکاش کو تحفہ دینا تھا۔ اب ناشتہ تیار ہو چکا تھا۔ نارائن پرکاش کا ناشتہ لے کر اُس کے کمرے میں پہنچا۔ اُس وقت پرکاش فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"تلاش میں ناکامی کیوں ہو رہی ہے۔ اس دہشت گرد اور خودکش جیکٹ کا ملنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ کوئی بڑا نقصان ہو جائے گا۔"

"کیا آپ لوگ اس جیکٹ کو تو تلاش نہیں کر رہے......" ۔ نارائن نے اپنی قمیض پھاڑ ڈالی تھی۔ خودکش جیکٹ اُس کے جسم پر موجود تھی۔ خوف سے پرکاش کی آنکھیں پھیل گئی۔ اُس نے فون پھینک کر پستول نکال لیا۔ اتنی دیر میں نارائن نے اُسے دبوچ لیا تھا۔ اُس نے پرکاش کی گردن کو اپنے بازو کے حصار میں لے لیا تھا۔

"اگر اچھل کود کرو گے تو بٹن دبا دوں گا۔" نارائن کی دھمکی کے سامنے پرکاش فوراً ہی بھیگی بلی بن گیا تھا۔ نارائن پرکاش کے ہمراہ کمرے میں سے باہر نکل آیا۔ پرکاش کے گھر والوں کی چیخیں نکل گئی تھیں۔ وہ سب نارائن سے رحم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ اب نارائن نے زبان کھولی۔ "میں بھی خوشی سے یہ سب نہیں کر رہا۔ دنیا کا سب سے مشکل کام اپنی جان دینا ہے۔ لیکن جب آپ کا مقصد بلند ہو تو جان دینی ہی پڑتی ہے......" پرکاش کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یہ تو وہی بات تھی جو پرکاش نے نارائن سے کہی تھی۔

"میں اُس کھنڈر میں کیا کرنے جاتا ہوں۔ تم نے یہ سوال پوچھا تھا نا۔ وہاں تمہاری وجہ سے میرے اپنوں کی لاشیں گرائی گئی تھیں۔ اب میں یہاں تم سب کی لاشیں گراؤں گا۔ دھماکا ہونے کی دیر ہے پھر یہ گھر بھی میرے گھر کی طرح کھنڈر بن جائے گا۔ لیکن یہ کھنڈر دیکھنے کے لیے تم زندہ نہیں رہو گے......" نارائن کے ہاتھ کی انگلی خودکش جیکٹ کے بٹن پر موجود تھی۔ چند لمحوں کی بات تھی کہ سب کچھ فنا ہو جاتا لیکن ایسے میں نارائن کی آنکھیں چند بچوں پر آ کر ٹھہر گئیں۔ یہ پرکاش کے بچے تھے۔

"نارائن بابا...... نارائن بابا......" وہ اُسے پکار رہے تھے۔ اُسے اچانک ہی ان بچوں میں اپنے بچے نظر آنے لگے تھے۔ دکھ بہت بڑا ہوتا ہے یہ ایک اچھے انسان سے اُس کی اچھائی چھین لیتا ہے لیکن نارائن میں اچھائی کی رمق ابھی تک موجود تھی۔ وہ پرکاش کو گھسیٹتے ہوئے گھر میں سے باہر نکل آیا۔ اس میں زور جانے کہاں سے آ گیا تھا۔ اب وہ گاؤں کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ یہ منظر ایسا تھا کہ راہ چلتے لوگ رک گئے تھے۔ جب وہ اپنے گاؤں پہنچا تو اک پورا قافلہ اُن کے پیچھے تھا۔ گاؤں کے تمام لوگ بھی اپنے اپنے گھروں میں سے باہر نکل آئے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو نارائن سے پہلے نفرت کرتے تھے پھر اس کے بیوی بچوں کی موت پر ہمدردی کرنے لگے تھے۔ اب پرکاش کو اس حالت میں دیکھ کر وہ تمام مظلوم اور غلام لوگ خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ نارائن کے سر پر اک جنون سوار تھا۔ وہ پرکاش کو گھسیٹتے ہوئے اس کھنڈر میں داخل ہو گیا جو کبھی اُس کا گھر تھا۔

"ظلم کی یہ کہانی میری مخبری سے شروع ہوئی تھی۔ جہاں سے شروع ہوئی تھی۔ وہیں پہ ختم ہو گی۔" یہ آخری جملہ تھا جو نارائن کے منہ سے نکلا تھا۔ پرکاش نے چیخنے کے لیے منہ کھولا تھا۔ لیکن نارائن نے اُسے چیخنے کی بھی مہلت نہیں دی تھی۔ اک زوردار دھماکہ ہوا تھا اور ان دونوں کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ نارائن کی موت پر تمام گاؤں والے آنسو بہا رہے تھے۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ نارائن کو ظالم کہیں یا منصف......

مجھے ایک عادت ہے شاید عام انسانوں سے مختلف ہے یہ عادت؟ میں نئے نوٹ کبھی بھی سنبھال کر نہیں رکھتا اور جب نوٹ خرچ کرنے پڑیں تو سب سے پہلے میں نئے نوٹ ہی خرچ کرتا ہوں۔ مگر یہ واحد سو روپے کا نوٹ ہے جو میں نے آج تک خرچ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ میرے بابا

پاکستان سے محبت کرنے والا گروہ

مجید نظامی صاحب ہمارے بزرگ ہی نہیں راہنما بھی تھے۔ میری نظامی صاحب سے چند ایک ملاقاتیں ہوئیں۔ اُن ملاقاتوں میں وہ تحریک پاکستان کے ہراول دستے کے طور پر نوجوانوں کے کردار اور اُن کی جرأت مندانہ قیادت کا تذکرہ ضرور فرماتے۔ آپ نے عشق کے حوالے سے داستانیں پڑھی ہوں گی، قصے سنے ہوں گے مگر ہم نے پاکستان سے عشق کرنے والے شخص کے طور پر مجید نظامی صاحب کو دیکھا اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ہر ملاقات میں جب بھی ہم پاکستان کی تخلیق میں حصہ لینے والوں کا ذکر کرتے تو نظامی صاحب اپنے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے شہید ساتھی عبدالمالک کا ذکر ضرور کرتے اور تحریک پاکستان کے پہلے شہید عبدالمالک کا ذکر کرتے ہوئے ہر بار نظامی صاحب جذباتی بھی ہو جاتے اور اُن کی آنکھوں میں آنسو بھی تیرنے لگتے۔

نامور محقق اور علم و ادب سے وابستہ محبت کرنے والی شخصیت جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر جو کہ بے شمار کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ جب کوئٹہ سے چھ سال پہلے لاہور منتقل ہوئے تو محمد شعیب مرزا نے نظریہ پاکستان ایوارڈ کے حوالے سے جب حسب عادت ایک تحریر جناب مجید نظامی کو ارسال کی تو بہت خوش ہوئے اور پاکستان اور پاکستان کی نوجوان نسل سے محبت کرنے والے اس عظیم دانشور اور ادیب جناب ڈاکٹر انعام الحق کوثر کو بھی نظریہ پاکستان ایوارڈ (گولڈ میڈل) سے نوازا۔ یہ ایوارڈ نظامی صاحب کی خاص ہدایت پر ان بزرگ کارکنان تحریک پاکستان کو دیا جاتا تھا جنہوں نے تحریک پاکستان میں کوئی نہ کوئی اہم کردار ادا کیا ہوتا تھا۔

میں دوستوں سے کہتا تھا کہ اصل میں ہمارے بابا جی جناب مجید نظامی ہمیشہ چاہتے تھے کہ ہر عمر کے لوگوں پر مشتمل ایک "گروہ" ہمیشہ متحرک ہے جو دل و جان سے پاکستان سے محبت کرتے ہوں۔

حمید نظامی ہال میں، میں نے بہت سی اہمیت کی حامل تقریبات میں شرکت کی جہاں صرف پاکستان سے محبت کا جذبہ ہوتا تھا اور پاکستان سے محبت کرنے والوں کا تذکرہ۔ ایسی ہی ایک تقریب میں مجید نظامی صاحب نے بچوں کو اقبال کا شاہین قرار دیا اور محبت کے ساتھ میں بچوں کو آئس کریم کھلانے کو کہا۔ محمد شعیب مرزا سے کہا کہ مہمان بچوں کو آئس کریم کھانے کے لئے سو سو روپے کا ایک ایک نیا نوٹ دیا جائے۔ ہم بھی وہاں موجود تھے اور ہمارا شمار بہت بڑے بچوں میں ہوتا تھا پھر بھی نظامی صاحب نے سو روپے کا یہ نوٹ ہمیں بھی عطا فرمایا۔

محترم مجید نظامی صاحب نے نہایت محبت سے عطا فرمایا تھا اور میں نے اُن کی یہ نشانی آج بھی سنبھال کر اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی ہے۔

میں اور محمد شعیب مرزا ایک دفعہ جب بزرگ صحافیوں کے انٹرویوز کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو ہم نہایت عالی شان ادبی محقق جناب انور سدید صاحب کے گھر گئے۔ گلدستہ پیش کیا۔ کچھ تصویریں بنوائیں اور اُن سے ڈھیر ساری باتیں کیں...... محترم انور سدید صاحب کے ساتھ ادبی دنیا کے حوالے سے بہت سی باتیں بھی ہوئیں مگر یہاں بیان کرنے والی اہم ترین بات یہ ہے کہ انور سدید صاحب نے بتایا کہ جب میں دفتر آنے جانے میں مشکل محسوس کرنے لگا تو نظامی صاحب نے کمال محبت اور شفقت سے فرمایا کہ آپ دفتر نہ آیا کریں۔ گھر بیٹھ کر لکھیں اور تحریریں بھیج دیا کریں اور تحریروں کا مشاہرہ اُن کو ہمیشہ بروقت گھر پر پہنچتا رہا۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

راستہ

محب اللہ نے جس شہر میں ایک طویل عرصہ کے بعد قدم رکھا تھا وہ شہر اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ وہ زمانہ طالب علمی میں اسی شہر میں رہا تھا۔ وہ شہر کی پرانی آبادیوں کے بارے میں خاصی معلومات پہلے ہی رکھتا تھا۔ اب شہر کے ساتھ بننے والی نئی کالونیوں کے حوالے سے بھی اُس کی معلومات کچھ کم نہ تھیں۔ پرانا شہر بھی اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ پرانی عمارتوں کی جگہ نئے پلازے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اُس ہوٹل کی طرف بڑھا جہاں وہ ماضی میں اکثر کھانا کھاتا اور چائے پیتا تھا۔ ہوٹل کی ظاہری شکل وصورت میں کوئی خاص تبدیلی نہ آئی تھی۔ فرق صرف اتنا آیا تھا کہ کاؤنٹر پر ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ محب اللہ نے اس سے ہاتھ ملایا اور ماضی میں کاؤنٹر پر بیٹھنے والے آدمی کے بارے میں دریافت کیا۔ نوجوان نے سر سے پاؤں تک اُسے گھورا۔

"آپ کون ہیں؟" نوجوان نے پوچھا۔

"میں محب اللہ ہوں۔"

"کون محب اللہ؟"۔

"میں کافی عرصہ کے بعد یہاں آیا ہوں۔ میں پہلے جب اس شہر میں رہتا تھا تو ہوٹل میں اکثر آتا تھا، کاؤنٹر پر مختار صاحب بیٹھتے تھے اب وہ کہاں ہیں؟"

"بابا تو شہید ہوگئے ہیں۔" نوجوان بولا۔

"کب اور کہاں؟" محب اللہ نے سوال کیا۔

"دو سال پہلے اسی سڑک پر محفل میلاد ہو رہی تھی۔ ایک خودکش نے اپنے آپ کو دھماکے سے اڑا لیا تھا، 20 افراد موقع پر جام شہادت نوش کر گئے تھے اور 10 ہسپتال پہنچ کر شہادت کے رتبے پر فائز ہوئے تھے۔ شہادت پانے والوں میں میرے بابا جان بھی شامل تھے۔ آپ تشریف رکھیے، فرمایئے آپ کی کیا خدمت کی جائے؟"۔ نوجوان کی بات سن کر محب اللہ نے کہا۔

"صرف چائے پینا چاہتا ہوں۔"

"آپ اندر تشریف رکھیے ابھی گرما گرم چائے آجاتی ہے۔"

وہ چائے پی کر ہوٹل سے باہر نکلا اور بازار میں داخل ہو گیا۔ ماضی کا چھوٹا سا بازار بھی اب ایک بڑے تجارتی مرکز کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اُسے کتابوں کی اُس چھوٹی سی دکان کی تلاش تھی جہاں سے وہ کتابیں، کاپیاں اور پین وغیرہ خریدتا تھا۔ وہ ایک جگہ جاکر کھڑا ہو گیا۔ وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ دُکان یہیں ہوتی تھی اب وہاں جوتوں کی دُکان تھی۔ دُکان سے باہر کھڑا ایک لڑکا جو گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لیے مخصوص انداز میں آواز لگا رہا تھا وہ اُسے مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"بھائی جان، کدھر ہے آپ کا دھیان، یہ ہے آپ کے بھائی کی دُکان، آیئے آیئے تشریف لایئے، مت گھبرایئے، آیئے آیئے، ست بسم اللہ جی آیاں نوں۔"

محب اللہ نے جوتا نہیں خریدنا تھا اُسے تو کتابوں کی دُکان کی تلاش تھی۔ وہ دُکان میں داخل ہو گیا۔ اس نے دائیں طرف کاؤنٹر پر موجود ایک شخص سے پوچھا۔

"کیا یہاں کبھی کتابوں کی دُکان ہوتی تھی؟"۔

"جی ...... جی ...... بالکل، یہاں میرے دادا جان کی کتابوں کی دُکان ہوتی تھی، آپ کون ہیں؟"

"میرا نام محبّ اللہ ہے، میں آپ کے دادا جان سے کتابیں اور کاپیاں خریدا کرتا تھا، کیا آپ کے دادا جان حیات ہیں؟" محبّ اللہ کا سوال سن کر شخص نے آہ بھر کر کہا۔

"نہ دادا جان زندہ ہیں اور نہ ابو جان، دونوں شہید ہو گئے ہیں، دونوں جمعہ کی نماز پڑھنے اُونچے میناروالی مسجد میں گئے تھے۔ جب نمازی سجدے میں گئے تو ایک بدبخت نے خودکش حملہ کر دیا، دادا جان اور ابو جان تو موقع پر ہی شہید ہو گئے تھے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے انہیں مسجد کی صفوں میں سے اٹھایا تھا، وہ منظر میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔" فضا سوگوار ہو گئی تھی۔ محبّ اللہ اب وہاں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔ اب شہر وہ پہلے جیسا شہر نہیں رہا تھا۔ وہ تیزی سے دُکان سے باہر آ گیا۔ وہ بازار سے دائیں مڑ کر کرکٹ گراؤنڈ جانا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اُس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اُس نے کندھے پر ہاتھ رکھنے والے کو پہلی نظر میں پہچان تو لیا تھا مگر انجان بن کر بولا۔

"آپ کون ہیں؟ میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔"

"گوہر مراد تم مجھے کیسے پہچان سکتے ہو اتنے عرصے کے بعد تو ملے ہو، میں اشرف ہوں، تمہارا کلاس فیلو، تم بہت بدل گئے ہو، میں نے بھی تمہیں بہت مشکل سے پہچانا ہے۔" اشرف کی بات سن کر محبّ اللہ بولا۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میرا نام گوہر مراد نہیں ہے، میں تو محبّ اللہ ہوں۔"

"نہیں، تم مذاق کر رہے ہو، تمہاری مذاق کرنے کی عادت ابھی تک نہیں گئی، ان دنوں کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو؟" اشرف ہار ماننے والا نہیں تھا۔

"محترم میں مذاق نہیں کر رہا میں گوہر مراد نہیں ہوں۔ میں تو اس سے پہلے اس شہر میں آیا ہی نہیں، آپ کی نظریں دھوکا کھا رہی ہیں۔"

"نہیں...... وہی پیشانی پر چوٹ کا نشان، میں کیسے مان لوں، یار اب بس مذاق چھوڑ و بھی، آؤ گھر چلو، گھر وہی پرانا ہے مسجد کے ساتھ...... ہاں...... ہاں وہی تنگ گلی...... اب آ جاؤ۔" یہ کہتے ہوئے اشرف نے محبّ اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ محبّ اللہ نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

"میرا ہاتھ چھوڑ و، میں گوہر مراد نہیں ہوں۔ چھوڑو میرا ہاتھ۔"

"اشرف کیا معاملہ ہے؟" ایک دکاندار تنویر جو اشرف کو جانتا تھا اپنی دُکان سے باہر آ گیا۔

"یہ میرا دوست گوہر مراد ہے۔"

"میں گوہر مراد نہیں محبّ اللہ ہوں، محبّ اللہ۔" محبّ اللہ فوراً بولا۔

"اشرف تم گھر جاؤ میں خود ان سے بات کرتا ہوں اگر یہ گوہر مراد ہوئے تو میں انہیں تمہارے گھر لے آؤں گا، ہاں تم گھر جاؤ۔" اشرف نہ چاہتے ہوئے بھی وہاں سے چلا گیا۔

"بھائی صاحب جب سے اس کا دس سالہ بیٹا شکیل اور باپ شہید ہوئے ہیں اس کی ذہنی کیفیت ایسی ہو گئی ہے، سارا دن قبرستان میں رہتا ہے، کاروبار اس کا چوپٹ ہو گیا ہے، ہر وقت بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔" "اس کا باپ اور بیٹا کب شہید ہوئے تھے؟" محبّ اللہ نے سوال کیا۔

"پچھلے سال عید سے چند دن قبل بازار میں بم دھماکہ ہوا تھا۔ اُس بم دھماکے میں اشرف کا باپ اور بیٹا شہید ہوئے تھے۔ دھماکے میں بازار کے کل پندرہ آدمی شہید ہوئے تھے۔ وہ میری سامنے دُکان ہے میرے ملازم اور میں خود بم دھماکے میں زخمی ہوئے تھے، بہت ظلم ہوا تھا، ظالموں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بے گناہ لوگوں کو اس طرح خون میں نہلا دینا کہاں کا انصاف ہے۔" تنویر جذباتی انداز میں بولتا چلا گیا۔

محبّ اللہ بازار سے قبرستان کی طرف چل پڑا۔ وہ قبرستان اس سے پہلے بھی کئی بار جا چکا تھا۔ گورکن سے بازار میں شہید ہونے والے شہداء کی قبروں کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے درخت کے نیچے بنی قبروں کی طرف اشارہ کر دیا۔ بڑی قبروں کے درمیان ایک چھوٹی قبر بھی دکھائی دی جس پر "شکیل شہید" کے نام کا کتبہ نظر آ رہا تھا۔ بے اختیار فاتحہ کے لیے محبّ اللہ کے ہاتھ اٹھ گئے۔ اس سے قبل کہ وہ قبرستان کے خارجی دروازے کی طرف بڑھتا اُس کی اشرف پر نظر پڑی۔ وہ شہدا کی قبروں کی طرف بڑھ رہا تھا۔ محبّ اللہ تیزی سے ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ وہ اشرف سے بچ کر نکلنا چاہتا تھا۔ شہر بھر میں صرف اشرف ہی اُسے پہچان سکتا تھا۔ وہ جلد از جلد ہوٹل پہنچنا چاہتا تھا۔

اب وہ حکم کا منتظر تھا۔ ہوٹل میں محبّ اللہ کے نام سے ہی کمرہ بک تھا۔ ہوٹل میں سکیورٹی چیک کا نظام انتہائی ناقص تھا جس کے باعث اُسے آسانی سے کمرہ مل گیا تھا۔ اُس کا اب شہر میں رکنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ رات کو اُسے شہر میں بھیجے جانے کا مقصد بتا دیا گیا۔ وقت اور جگہ کو صبح تک کے لیے خفیہ رکھا گیا۔ اُسے صرف اتنا کہا گیا کہ وہ اپنی تیاری مکمل رکھے۔ وہ سونے کے لیے لیٹ تو گیا مگر سو نہ سکا۔ اسے یوں لگ رہا تھا کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوگی اور وہ آگے بڑھ کر دروازہ کھولے گا تو اشرف اس کے سامنے کھڑا ہوگا۔ میں اُسے فوراً گلے لگا لوں گا، اُسے کہوں گا کہ میں ہی گوہر مراد ہوں، تمہارا دوست گوہر مراد، وہی گوہر مراد جو تمہارے ساتھ پڑھتا، شرارتیں کرتا اور چھٹی والے دن آوارہ گردی کرتا تھا۔ وہ اپنے خیال کو کئی بار جھٹک چکا تھا کہ وہ اب صرف اور صرف محبّ اللہ ہے۔ صبح اُسے وقت اور مقام کا بتا دیا گیا۔ مقررہ وقت پر اُس کی تیاری مکمل تھی۔ اُس نے جہاں جانا تھا وہ جگہ اس کے ٹھکانے سے بہت قریب تھی۔ اُس کے پاس ایک چھوٹا سا سفری بیگ تھا اُس بیگ میں جو چیزیں تھیں اب وہ اُس کے جسم کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ ہوٹل سے نکلتے ہوئے خالی بیگ اُس نے بیڈ کے نیچے رکھ دیا تھا۔ اب اُس نے واپس ہوٹل میں نہیں آنا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی مطلوبہ جگہ پہنچ چکا تھا۔ جنازگاہ میں اُس وقت اکا دکا لوگ تھے۔ کچھ دیر بعد وہاں شہر کے ایک سماجی کارکن اقبال کی نمازِ جنازہ پڑھائی جانی تھی۔ سردی کا موسم تھا اس لیے لوگوں نے سردی سے بچاؤ کے لیے گرم جیکٹیں پہن رکھی تھیں۔ رات ہی سے دُھند سارے شہر پر چھائی ہوئی تھی۔ محبّ اللہ نے مفلر سے اپنا منہ چھپا رکھا تھا۔ وہ کلائی پر بندھی گھڑی پر بار بار وقت دیکھ رہا تھا۔ جنازگاہ کے داخلی دروازے پر کوئی سکیورٹی بندوبست نہ تھا اس لیے وہ آسانی سے اندر آ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد سماجی کارکن اقبال کی میت کو وہاں لایا گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے سارا شہر جنازے میں آ گیا ہو۔ محبّ اللہ لوگوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اُس کی نظر ایک شخص فرقان پر پڑی۔ عمر زیادہ ہونے کے باعث اُن سے چلا بھی نہیں جا رہا تھا۔ دو لڑکے انہیں سہارا دے کر لائے تھے۔ محبّ اللہ نے انہیں پہچان لیا تھا۔ کالج میں

پھول قطعہ کاریاں

آؤ بچو سب کریں مل کر دعا
ظلم کے کانٹے نکل جائیں سبھی
امن کی اس دیس میں آئے بہار
دشمنوں کے گل نہ کھل پائیں کبھی

ماہنامہ "پھول" نے بچوں کے رسائل میں نئی روایات قائم کی ہے اور ہر ماہ قطعہ شائع کیا جاتا ہے۔ معروف شاعر و دانشور وکیل محمد علی رانا ہر ماہ قطعہ کاریاں کرتے ہیں۔ (مدیر)

داخلے کے وقت اُس کے پاس پیسے کم تھے۔ فرقان صاحب نے اُسے پیسے دیئے تھے۔ وہ طویل عرصہ کے بعد اپنے محسن کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر اپنے محسن کے ہاتھ چوم لے مگر وہ چاہنے کے باوجود ایسا نہ کرسکا۔

''ارے یہ تو وہی ہیں۔'' محب اللہ نے جھکی کمر کے ساتھ جنازہ گاہ میں آتے ہوئے لوگوں میں سے عزیز صاحب کو پہچانتے ہوئے بے اختیار کہا۔

عزیز صاحب نے اُس پر اُس وقت مہربانی کی تھی جب وہ محلہ اسلام نگر میں رہائش پذیر تھا۔ ایک مرتبہ مالک مکان نے کرایہ ادا نہ کرنے پر مکان خالی کرنے کے لیے کہا تو عزیز صاحب نے اُس ماہ کا کرایہ ادا کیا تھا۔ عزیز صاحب بھی اُس کے محسن تھے۔ اب اس کی نظر ایک اور صاحب پر پڑی۔ وہ نیازی صاحب تھے، ہاں وہی نیازی صاحب جن کے ہاں سے اکثر حریدار کھانا پک کر آتا تھا۔ نیازی کی کریانہ کی ایک بڑی دُکان تھی۔ انہوں نے کئی بار اُسے نصاب کی کتب خرید کر دی تھیں۔ نیازی صاحب کو دیکھ کر اُس کا سر شرم سے جھک گیا تھا۔ وہاب صاحب کو بھلا وہ کس طرح فراموش کر سکتا تھا۔ وہ بھی جنازگاہ آئے تھے انہیں دیکھتے ہی اُسے برسات کی وہ رات یاد آگئی جب بوسیدہ چھت والا کوارٹر شدید بارش کے باعث ٹپکنے لگا تھا۔ وہاب صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ خود کوارٹر میں آئے اور اُسے اپنے گھر لے گئے۔ جب تک بارش نہ تھم گئی وہ اُن کے گھر رہا۔ وہ مفلر لپیٹے سب کو دیکھ رہا تھا مگر کوئی اُسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ بار بار اپنی چمڑے کی جیکٹ کے نیچے ایک اور جیکٹ کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے۔ اُس کے پاس وقت کم تھا۔ نمازِ جنازہ کے لیے صف بندی ہوئی تو وہ درمیانی صف میں کھڑا ہو گیا۔ مولانا صاحب نے مختصر سی تقریر کر کے نمازِ جنازہ پڑھی۔ پھر لوگ مرحوم کے لواحقین سے گلے لگ کر تعزیت کرنے لگے اور مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ ہونے لگا۔ محب اللہ نے اپنا موبائل فون بند کر دیا۔ وہ مغرب تک قبرستان میں رہا۔ اُسے علم تھا کہ اس کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا وہ اُس نے جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ اپنے محسنین کو تو خون میں نہیں نہلایا جا سکتا۔ جب اندھیرا چھایا تو وہ قبرستان سے نکل کر اشرف کے گھر کی طرف بڑھا۔ اشرف کا گھر جس جگہ تھا وہاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس لیے وہ باآسانی اُس کا گھر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ دروازے پر ایک چھوٹا سا بلب روشن تھا۔ دروازے پر دستک دینے پر اشرف ہی باہر آیا۔ محب اللہ نے مفلر سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔

''جی فرمایئے۔'' اشرف نے اتنا کہا تو محب اللہ نے مفلر ایک طرف کر دیا۔

''تم، اب تم کیوں آئے ہو؟'' اشرف نے اُسے پہچان لیا تھا۔

''ہاں میں، تمہارا دوست گوہر مراد جس کی پیشانی پر چوٹ کا نشان ہے، کیا اندر نہیں بلاؤ گے؟''

''آجاؤ اندر...... ہاں آجاؤ۔'' اشرف بولا۔

پھر ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر محب اللہ نے اُسے ساری بات بتا دی۔

''میرے دوست میں غلط راستے پر چل رہا تھا، وہ میرا راستہ نہیں تھا، اب میں اُس راستے پر چلوں گا جو میرا اور ہم سب کا راستہ ہے، وہ سلامتی کا راستہ ہے، میرے پاس وقت کم ہے، میں جلد از جلد پولیس سٹیشن پہنچنا چاہتا ہوں، زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔''

''دوبارہ ملو گے تو محب اللہ بن کر ملو گے یا گوہر مراد بن کر؟'' اشرف نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔

''میں اب ہمیشہ گوہر مراد بن کر ملوں گا، اللہ حافظ میرے دوست۔'' پھر وہ اپنے دوست سے مل کر قریبی پولیس جا پہنچا۔ ایس ایچ او تھانے میں موجود تھا۔

''میں محب اللہ سے دوبارہ گوہر مراد بننا چاہتا ہوں، مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ایس ایچ او ناصر شہزاد نے حیرت میں گم سوال کیا۔

یہ سن کر محب اللہ نے چمڑے کی جیکٹ کے نیچے سے خودکش جیکٹ اتار کر میز پر رکھ دی۔ ناصر شہزاد اب سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم یہاں آگئے ہو، میں تمہیں محب اللہ سے دوبارہ گوہر مراد بننے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں، تم نے گرفتاری دے کر اچھا کیا ہے، تم اب اپنے آپ کو محفوظ سمجھو۔''

کچھ دیر بعد گوہر مراد حوالات میں بند تھا۔ اُس نے فرش پر اپنی چادر بچھائی اور اُس پر دراز ہو گیا۔ نیند نے فوراً اُس کی آنکھوں میں بسیرا کر لیا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ اُس نے خودکش دھماکہ نہ کر کے دوسروں کی نیند حرام نہیں کی تھی۔

ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

سرسید احمد خان

سرسید احمد خان نے آج کے پاکستان کی تعلیمی، سائنسی، سیاسی، معاشی اور عدالتی نظام کی بنیاد بہت پہلے رکھ دی تھی۔ ہم سب سرسید احمد خان کے شکرگزار ہیں جن کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا۔

سرسید احمد خاں نے حلف اٹھایا تھا کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی اور ذہنی نشوونما کی بنیاد رکھ کر اپنی زندگی وقف کر دیں گے جس میں وہ کامیاب رہے۔

سرسید احمد خان 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کو مغلیہ بادشاہت میں خاص مقام حاصل تھا۔ آپ کے نانا خواجہ فرید، اکبر شاہ کے دربار میں وزیر تھے اور دادا سید ہادی کو جواد علی خان کا منصب عالمگیر کے دربار میں ملا۔ آپ کے والد میر تقی، اکبر شاہ کے قریب تھے جو سرسید کی 21 ویں سالگرہ کے بعد وفات پا گئے۔

آپ کی تربیت میں آپ کی والدہ عزیز النساء بیگم کا خاص ہاتھ ہے جو مضبوط ارادے کی مالک تھیں۔ انہوں نے سرسید میں تعلیم کا خاص شوق پیدا کیا۔ سرسید نے سب سے پہلے قرآن مجید خاتون معلمہ سے سیکھا۔ اس کے بعد مولوی حمید الدین سے فارسی، عربی اور حساب سیکھا۔ والد کی وفات کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی میں کام شروع کیا پھر جج بن کر عدلیہ میں کام کیا۔ آپ کے بڑے بھائی سید احمد تھے اور بیگم کا نام پارسا بیگم تھا۔

سرسید احمد خاں مسلمانوں کے عظیم مصلح، رہنما، عالم، مصنف، طبیب، مجتہد اور تعلیمی اداروں کے بانی تھے۔ آپ کی خدمات کے عوض ان کو "سر" کا خطاب ملا اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا فیلو مقرر کیا گیا۔

سرسید احمد خاں دو عظیم شخصیات سے بہت متاثر تھے۔

1۔ سید احمد شہید بریلویؒ
2۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ

☆ کارنامے:۔

آپ کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا۔ آپ کے نزدیک مسلمان تعلیم کے بغیر کچھ حاصل نہیں کر سکتے اور اس مشن کو پوری زندگی پورا کیا اور آج پاکستان اسی تعلیمی شعور کا نتیجہ ہے۔ آپ نے 23 سال کی عمر سے لکھنا شروع کر دیا تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی نے مسلمانوں کو بہت مایوس اور مجروح کر دیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر 40 سال تھی اور انہوں نے اپنی وفات 27 مارچ 1898ء تک تعلیم کو مسلمانوں کا زیور بنا دیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کیا: "علم حاصل کرنا ہر مرد و عورت پر فرض ہے"

☆ آپ کی اہم خدمات و تصانیف:۔

- انتخاب الاخوین
- قول متین در ابطال (حرکت زمین)
- تسہیل فی جر ثقیل
- رسالہ اسباب بغاوت ہند
- آثار الصنادید (مسلمانوں کے 800 سال دور حکومت پر)
- آئین اکبری اور تاریخ فیروز شاہی کی صحیح
- تزک جہانگیری شائع کروائی
- راہ سنت و بدعت رسالہ
- کلمۃ الحق
- تحقیق لفظ انصاری
- رسالہ احکام طعام اہل کتاب۔
- بائبل کی تفسیر۔
- 1866ء سائنٹیفک سوسائٹی کا قیام اور اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ۔
- 1870ء رسالہ "تہذیب الاخلاق"۔
- جدید علم الکلام کی بنیاد۔
- 1875ء علی گڑھ مدرسہ کی بنیاد۔
- 1877ء علی گڑھ کالج۔ یہاں پر ہی دو قومی نظریے کا واضح اعلان آپ نے کیا۔ پھر کالج بھی کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنا۔
- 1859ء مراد آباد سکول۔
- 1863ء غازی پور سکول۔

PIONEERS OF FREEDOM
SIR SYED AHMAD KHAN
PAKISTAN

مبتلاء درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

سرسید احمد خاں کی زندگی کا مقصد مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے پر راغب کرنا تھا اور اس کیلئے اپنی زندگی، جمع پونجی اور تمام صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اگر وہ چاہتے تو آرام سے شاہانہ زندگی گزارتے لیکن سوئی ہوئی اور غیر تعلیم یافتہ مسلمان قوم کو تعلیم کی طرف کون متوجہ کرتا۔

○ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔
○ مرزا غالب سے آئین اکبری کی تقریظ لکھوائی۔
○ رسالہ ہوالموجود۔
○ تحفہ حسن
○ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے مشہور طالب علم درج ذیل ہیں۔

☆ مولانا محمد علی جوہر، عبدالرب نشتر، مولانا شوکت علی، بابائے اُردو مولوی عبدالحق، لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین۔

1875ء محمڈن اینگلو اورینٹل سکول علی گڑھ سرسید کی خدمات کا اعتراف پوری دنیا نے کیا۔

پاکستان میں آپ کی یاد میں سرسید یونیورسٹی آف انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کراچی اور سرسید گورنمنٹ گرلز کالج کراچی۔ آپ سے متاثر ہو کر خان بہادر آفندی نے سندھ مدرسۃ الاسلام 1885ء میں بنایا جو آج یونیورسٹی ہے۔

سرسید کا قول ہے:
مسلمانوں کے مسائل کا حل سائنس اور ٹیکنالوجی کا علم حاصل کرنا ہے اور جہالت غربت کی ماں ہے۔

☆ گاندھی نے کہا: "سرسید تعلیم کا پیغمبر تھا"
علامہ اقبالؒ نے سرسید احمد خاں کے تعلیمی مشن کو اس شعر میں بیان کر دیا ہے:

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نور بصیرت عام کر دے

☆ قائداعظمؒ:
"سب سے ضروری امر تعلیم ہے۔ علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ جایئے اور علم حاصل کیجئے (کوئٹہ 1943ء)

سرسید احمد خاں نے دو قومی نظریہ دیا۔ علامہ اقبالؒ نے خواب پاکستان اور قائداعظمؒ نے پاکستان کی تعبیر دی جس کی حفاظت علم کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ دیانت دار، مخلص، سچے، ایماندار اور صاف گو شخص تھے۔ آپ کے کردار کی گواہی اپنوں اور غیروں نے دی تھی۔

دعا ہے کہ پاکستان میں ایسے سرسید احمد خاں پیدا ہوں کہ علم کو ہر بچے کے لئے عام کر دیں کیونکہ قرآن پاک اور احادیث میں بار بار آیا ہے۔

"پڑھ اپنے رب کے نام سے" (پہلی وحی سورۃ العلق)
"پیدائش سے قبر تک علم حاصل کرو" (حدیث مبارک)

دعا اپنی اپنی

چودھری اسداللہ خان

1۔ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کی دعا:
"اے خالق کائنات! اسلام کی سربلندی کے لئے عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے کسی ایک کو سعادت اسلام سے سرفراز کر دے" اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور عمر بن خطابؓ کو مراد رسول ﷺ کی شکل میں دین اسلام کو بے مثال تقویت نصیب ہوئی۔

2۔ سرسید احمد خان کی دعا:
"خداوند کریم! مسلمانوں کو زندہ رہنے اور باعزت زندگی بسر کرنے کی صلاحیت عطا فرما" اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی۔ آپ کی تعلیم کی صورت میں پھیلائی ہوئی روشنی میں قوم نے قائداعظمؒ کی قیادت میں ایک عظیم اسلامی فلاحی مملکت "پاکستان" حاصل کر کے اقوام عالم میں باعزت زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔

3۔ علامہ اقبالؒ کی دعا:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری
دور دنیا کا میرے دم سے اندھیرا ہو جائے
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

دعا قبول ہوئی علامہؒ کی زندگی میں ہی ان کی شہرت کلام اقوام عالم میں ہر سُو پھیل گئی۔ قائداعظمؒ نے فکر اقبالؒ پر عمل کر کے مفلوک الحال قوم کو آزادی کی نعمت سے سرفراز کر دیا۔

4۔ قائداعظمؒ کی دعا:
18 اگست 1947ء کو سرزمین پاکستان کی پہلی عید رمضان المبارک پر پیغام عید میں دردمندانہ دعا کی "میں خداوند تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو قابل احترام تاریخ کے شایان شان بنائے اور پاکستان کو دنیا کی صحیح معنوں میں عظیم مملکت بنائے" ہم سب عوام پاکستان خلوص دل کے ساتھ اپنے قائداعظمؒ کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

5۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری کی دعا:

پاک سر زمین شاد باد
کشور حسین شاد باد

اللہ تعالیٰ شاعر پاکستان کی عظیم دعا کو شرف قبولیت بخشے (آمین)

6۔ احمد ندیم قاسمی کی دعا:

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے
وہ فصل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
خدا کرے کہ میرے اک بھی ہم وطن کیلئے
حیات جرم نہ ہو، زندگی وبال نہ ہو

خداوند کریم مخلص شاعر کی دعا قبول کرے تو یہ پاکستان "جنت ارضی" بن جائے۔

7۔ فلسفی شاعر واصف علی واصف کی دعا:
"اے خدا اسلام کو مسلمانوں سے بچا" بیشک دعا تو بڑے کمال کی ہے شاعر نے موجودہ مسلمانوں کو خوب سمجھا ہے۔

8۔ آبروئے صحافت ڈاکٹر مجید نظامی کی دعا:
"اللہ تعالیٰ پاکستان کو علامہ اقبالؒ قائداعظمؒ اور محترمہ فاطمہ جناحؒ کا پاکستان بنا دے" آیئے! ہم سب اس دعائے خیر پر "آمین" کہیں۔

محمد طاہر عمیر

کاش غلامی کی یہ زنجیریں بھی ٹوٹ سکیں

غلام

عمر گیارہ سال، سر اور بھنویں منڈھی ہوئیں، لباس کے نام پر جسم پر سبز چادریں اوڑھی ہوئیں۔ شانے سے، لٹکتا کپڑے کا جھولا، ایک ہاتھ میں کانسی کی گھنٹی دوسرے ہاتھ میں ایک کٹورا... سفید چونا لپی مٹی کی دیواروں کے بیچ بوسیدہ لکڑی کے دروازے کے عین سامنے آکر وہ رکا اور ہاتھ میں موجود گھنٹی بجائی ”ٹن“ گلی کی سنسناتی ہوا مرتعش ہوئی، پھر وہ بولا ”آستانے کا خادم آیا ہے“..... نہ ہی کسی نے دروازہ کھولا اور نہ ہی دروازے کے دوسری جانب سے کوئی آہٹ سنائی نہیں دی... ایک توقف بعد وہ پھر بولا ”آستانے کا خادم آیا ہے“ اب کی بار اس نے قدرے غصے سے گھنٹی بجائی ”ٹن“ ...ہنوز خاموشی... وہ آہستہ سے آگے بڑھا لکڑی کے بوسیدہ دروازے کو چوم کر واپس ہولیا۔

کچی دیواروں والے کمرے میں لالٹین کی زرد روشنی اور اندھیرے کی جنگ میں ”قہقہوں“ کی آوازیں سبقت لئے جارہی تھیں۔

”بس کر پتر، اب تو جبڑوں میں درد ہونے لگا ہے“ مراد علی نے بڑی مشکل سے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

”بس ابا ایک اور...“ ذیشان نے لطیفوں والی کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے کہا تو ہاجرہ نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔

”نہ میرے لعل.. اب بس کر، تیری آواز سنتے ہوئے رت جگا کرنے پر میں صدقے واری، مگر پھر صبح کی نماز نیند کے جھونٹوں کی نذر ہوجاتی ہے.. بس کر اب سوجا“ وہ اسے تھپکیاں دینے لگی

ذیشان نے دائیں جانب کروٹ لی اور دونوں ہاتھوں کو گال کے نیچے رکھ لیا ”ابا، پانچویں پاس کئے سال ہوگیا ہے، تم نے کہا تھا کہ ہائی اسکول میں داخلہ دلاؤں گا“۔

”ہوجائے گا پتر... سب ہوجائے گا... رب پہ بھروسہ رکھ“ مراد علی نے آہستہ آواز میں کہا۔ تبھی ہاجرہ نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے لالٹین کی لو مزید مدھم کردی... اندھیرا بڑھتے ہی ذیشان کی سانسیں گہری ہوتی چلی گئیں.. کتنی دیر تک کمرے میں ایک خاموشی سنسناتی رہی پھر جانے کیسے ہاجرہ کے ضبط میں سے ایک سسکی باہر نکل آئی۔

”ہاجرہ! تو روئے گی تو مجھے تسلی کون دے گا؟“ دوسرے کونے سے مراد علی کی آواز گونجی۔

”تو کیا اب روؤں بھی نہ...؟“ ہاجرہ کے اس معصوم سوال کا جواب مراد علی کے پاس نہیں تھا سو وہ خاموش رہا۔

”مراد علی... اگر تو کہتا ہے تو میں رانی اماں سے بات کروں؟“ اچانک ہاجرہ بولی۔

”اس بات کا کیا فائدہ جس کا انجام معلوم ہو...“ مراد علی کی آواز میں شکستگی تھی

تھوڑے وقفے بعد ہاجرہ نے ڈرتے ڈرتے کہا ”تو پھر ...کیوں نہ ہم شہر چلے جائیں؟“۔

”کملا گئی ہے کیا؟“ مراد علی بھڑک اٹھا ”امانت میں خیانت کرے گی؟؟... زندگی تو برباد ہوگی ہی ساتھ میں آخرت کی بھی لٹیا ڈوبے گی... جس نے دیا ہے وہ اسے واپس لینے کی طاقت بھی رکھتا ہے.. خبردار جو دوبارہ ایسی بات کی“.... جواب میں ہاجرہ صرف رو ہی سکی۔

”تجھے کہا بھی تھا“ مراد علی بے بسی سے بولا ”پرائے مال کو اپنا مت سمجھ، اتنا لاڈ مت کر، لیکن تو نے میری ایک نہیں مانی.. اب رو جی بھر کے رو“ یہ کہتے ہوئے اس کے اپنے آنسوؤں کا ضبط بھی ٹوٹ گیا۔

مغرب کا وقت تھا.. مراد علی اپنے ریڑھے کی مرمت کررہا تھا... ہاجرہ مٹی کے چولہے میں لکڑیاں جھونک کر آگ جلانے میں مصروف تھی جبکہ دوسری جانب نماز پڑھنے والی چوکی پر ذیشان اپنی کاپی میں کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔ تبھی شام کی ہوا کو مرتعش کرتی ایک آواز گونجی... ”ٹن“ ...مراد علی اور ہاجرہ نے خوف زدہ نظروں سے اپنے دروازے کی طرف دیکھا... چند لمحوں بعد دروازے کے باہر سے صدا آئی ”آستانے کے خادم آئے ہیں“۔

....

نیم اندھیری کوٹھری کے طاق میں مٹی کا دیا روشن تھا ... پرال کے بستر نما ڈھیر پر ذیشان اپنے گھٹنوں میں سر دیے بیٹھا تھا۔ سوچ کی لہروں میں ایک ہی آواز بار بار پلٹ کے سنائی دیتی تھی.. ”پتر جب تو روتا ہے نا تو دل کو بڑی ٹھیس پڑتی ہے... درد ہوتا ہے مجھے... اور تیرے رونے سے آستانے کی گستاخی ہوگی... رونا مت میرے لعل“۔

وہ بہت سمجھدار بچہ تھا لیکن یہاں کئی باتیں اس کی سمجھ سے بالا تھیں.. اسے بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وقت نے یہ کیسا پلٹا کھایا ہے... کہ ایک لمحے میں اسے ماں باپ کی محبت میں گندھی کچی دیواروں والی جنت سے دیس نکالا دے دیا گیا... چند گھنٹے پہلے ہی کی بات تھی جب سب کچھ معمول کے مطابق تھا پھر ایک آواز نے یہ کیسی دنیا تہہ و بالا کردی.... ”آستانے کے خادم آئے ہیں“.... ہاجرہ نے اسے اپنے ہاتھوں سے نہلایا، نئے کپڑے پہنائے اور اتنی بار چوما کہ وہ ڈر گیا... مراد علی نے اس کی گردن پر اپنے ہاتھوں سے عطر لگایا اور گلے لگا کر اتنے زور سے بھینچا کہ اس کی سانس رکنے لگی تھی... اور اس دوران وہ دونوں خود روتے ہوئے اسے تلقین کرتے رہے.. ”رونا مت پتر... گستاخی ہوجائے گی“ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس کی گستاخی ہوجائے گی اور کیوں....؟ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیسی سزا ہے کہ ایک تو اسے جنت بدر کردیا گیا ہے اوپر سے رونے کی بھی اجازت نہیں...؟

کوٹھری سے باہر آستانے کے صحن سے قوالوں کی صدا آرہی تھی:... ”نی سئیو! اساں نیناں دے آکھے لگے“....

اگلے دن آستانے کے خادم بابا جمیل کے ذریعے اسے معلوم ہوا کہ وہ خدا کی رحمت سے مایوس بے صبرے والدین کی اک جاہلانہ اور ظالمانہ ”منت“ کا شکار ہوا تھا کہ: ”پہلی اولاد کو آستانے کی نذر کردیا جائے گا“.... اسے ساری بات سمجھ آگئی... اور پھر وہ بالکل نہیں رویا اس لئے نہیں کہ اسے آستانے کی گستاخی کا ڈر تھا بلکہ اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ اس کے رونے سے مراد علی اور ہاجرہ کو درد ہوگا.... سو اس نے ضبط کیا.. جب بھی جب اس کے سر کے بال مونڈھ دیے گئے اور بھنویں بھی صاف کردی گئیں... جسم پر لباس کے نام پر دو سبز چادریں پہنادی گئیں اور گلے میں بڑے بڑے منکوں والی

تسبیحاں پہنا دی گئیں....اور پھر اسے سکھایا گیا کہ آستانے پر رہنے کے آداب اور کام کیا ہیں ...آستانہ تقریباً دو ایکڑ پر پھیلا ہوا تھا...خادمین کی کوٹھڑیوں کے اختتام پر طویل صحن تھا جس کے ایک طرف مزار شریف تھا دوسری جانب وسیع مسجد اور اس کا احاطہ تھا..جہاں پیر سائیں سلطان اکبر بیٹھا کرتے تھے ...مسجد کے عقبی طرف ایک باغ تھا جس میں پیر سائیں کی عظیم الشان رہائش گاہ بھی تھی جہاں پیر سائیں کی بیگم "رانی اماں" اور دو بیٹے "بڑا شہزادہ" اور چھوٹا شہزادہ" مقیم تھے۔
...ذیشان کو تاکید تھی کہ صحن اور احاطے میں جانا ہو تو ہاتھ باندھ کر رکھنے ہیں۔نگاہیں نیچی اور کسی سے کوئی بات نہیں کرنی...عقبی باغ کی طرف کسی خاص کام کے بنا جانے کی اجازت نہیں...اور جہاں کہیں پیر سائیں نظر آجائیں تو ایک طرف ہو کر زمین پر بیٹھ جانا ہے اور تب تک سر نہیں اٹھانا جب تک وہ وہاں سے گذر نہ جائیں...اور جو کام اسے وہاں کرنے تھے ان میں مزار کے صحن کی صفائی...مٹی کے مٹکوں میں پانی کی فراہمی اور لنگر خانے میں کھانا تقسیم کرنے میں معاونت کرنا تھی ...اور ایک خاص کام جمعرات کو سرانجام دیا جاتا تھا...پہلی جمعرات تو اسے اس مخصوص کام کے لئے کہا نہ گیا لیکن اگلی جمعرات اسے روانہ کر دیا گیا....جب وہ بستی کی ان گلیوں میں داخل ہوا جہاں ہاجرہ اسے گود میں اٹھا کے چلا کرتی تھی ...جہاں مراد علی کی انگلی پکڑ کر اس نے چلنا شروع کیا تھا ...ان گلیوں نے اسے بڑی مشکل سے پہچانا ...سبز چادروں میں لپٹا وجود...ایک ہاتھ میں کانسی کی گھنٹی دوسرے میں کٹورا...وہ ایک ایک دروازے پر رک کر صدا لگاتا..."آستانے کا خادم آیا ہے" دروازہ کھلتا کوئی پیسہ دیتا کوئی کھانا...اور وہ خیرات کو اپنے جھولے اور کٹورے میں ڈال کر آگے بڑھ جاتا۔حتیٰ کہ وہ سفید چونا لیپی دیواروں میں نصب بوسیدہ لکڑی کے مانوس دروازے تک آ پہنچا..."ٹن" اس نے گھنٹی کو حرکت دی اور صدا لگائی"آستانے کا خادم آیا ہے"...دروازہ نہیں کھلا ...دروازے کے پار کوئی آہٹ نہیں ہوئی....لیکن دروازے کے دوسری جانب صحن کی تکڑی پر بچھی چوکی پر نماز پڑھتی ہاجرہ کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا...ساری حسیات کانوں میں سمٹ آئیں تو زبان پر مقدس آیات کا ورد ربط کھونے لگا....ایک پل کو لگا کہ وہ دروازے کی سمت دوڑ پڑے گی لیکن اس نے خود پر قابو رکھا اور سجدے کر ہو گئی.....
"ٹن.....آستانے کا خادم آیا ہے" جھجکتی آواز میں اب کی بار غصے کا عنصر تھا....ہاجرہ کے آنسوؤں سے مصلا بھیگتا جا رہا تھا..لیکن اس نے نماز کے ربط کو قائم رکھا...
باہر کھڑے ذیشان نے اپنے آنسو پونچھے اور آگے بڑھ کر دروازے کو چوم لیا.....ادھر جیسے ہی ہاجرہ نے سلام پھیرا تو پھر دیوانہ وار دروازے کی سمت بھاگی ...جہاں اب کوئی نہیں تھا وہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے وہیں چوکھٹ پر ہی بیٹھ گئی

....

اس دن وہ بابا جمیل کے ساتھ باغ میں آیا تھا..جہاں گھاس اور پودوں کی کٹائی ہو رہی تھی۔اسے گھاس کے گٹھے اٹھا کر باہر لے جانے تھے ...تبھی اس نے پہلی بار وہاں "چھوٹے شہزادے" کو دیکھا جو ایک طرف اکیلا ہی اپنے فٹ بال سے کھیل رہا تھا۔اس کی عمر لگ بھگ سات سال ہوگی ...کھیلتے کھیلتے وہ اچانک ذیشان کے پاس آ گیا اور بولا"میرے ساتھ کھیلو"....ذیشان نے فوراً ہاتھ باندھ لئے اور جیسا کہ اسے سکھایا گیا تھا نظریں جھکا کے بولا"میں آپ کے ساتھ کیسے کھیل سکتا ہوں چھوٹے شہزادے؟"
"میں نے کہا نا میرے ساتھ کھیلو" وہ ضدی انداز میں بولا تو بابا جمیل نے ذیشان کو اشارہ کیا کہ جیسا کہا جا رہا ہے، ویسا کرو...تبھی ذیشان کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا اس نے آہستہ سے سرگوشی کی تا کہ کوئی اور سن نہ لے..."ٹھیک ہے چھوٹے شہزادے میں آپ کے ساتھ کھیلوں گا لیکن آپ کو میرے ساتھ ایک وعدہ کرنا ہوگا"۔
چھوٹا شہزادہ کھیلنے کی خوشی میں اس کی بات مان گیا....کھیلنے کے بعد جب وہ جانے لگا تو ذیشان نے اسے اسکا وعدہ یاد دلایا اور پھر خود گھاس کے گٹھے اٹھا کر باغ سے چلا گیا ... یہ اسی شام کا قصہ ہے جب چھوٹا شہزادہ سب کی نظروں سے چھپ کر اس کی کوٹھڑی میں آیا تھا...ذیشان نے اس کے ہاتھوں سے سونے کی انگوٹھیاں اور گلے میں پہنی سونے کی چین اتار لی

....

پیر سلطان اکبر اور رانی اماں اپنے عظیم الشان ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے ...اور گفتگو کر رہے تھے کہ پیر سائیں کو اب سیاست میں قدم رکھ دینا چاہئے...رانی اماں کا خیال تھا کہ یہ کام بہت پہلے ہی ہو جانا چاہئے تھا لیکن ابھی بھی زیادہ دیر نہیں گذری۔
"ہمارا چھوٹا شہزادہ نظر نہیں آ رہا.....کہاں ہے وہ؟" اچانک پیر سائیں نے پوچھا۔اس سے پہلے کہ رانی اماں کوئی جواب دیتیں فضا میں ایک آواز گونجی..."ٹن" اور پھر ایک صدا ابھری...."آستانے کا خادم آیا ہے...." دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے چھوٹا شہزادہ اندر داخل ہو رہا تھا لیکن اس حالت میں کہ سر اور بھنویں منڈھی ہوئیں....جسم پر سبز چادریں...ہاتھ میں گھنٹی اور کٹورا اور معصوم سے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ....چھوٹے شہزادے کو خادمین کے حلیے میں دیکھ کر پیر سائیں کا دل دہل گیا جب کہ رانی اماں چیخ اٹھی ...وہ بھاگ کر اس کے قریب گئیں اور ہاتھ سے گھنٹی اور اور کٹورا پکڑ کے دور پھینکا اور چھوٹے شہزادے کو گلے سے لگا لیا۔
"یہ آپ نے کیا کیا چھوٹے شہزادے...میرے لعل ...میری آنکھوں کے تارے...یہ آپ نے کیا کیا؟" رانی اماں روتی جا رہی تھیں جبکہ پیر سائیں بت بنے اپنی جگہ پر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے....اپنے جگر کے ٹکڑے کو اس حلیے میں دیکھنے کا انہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا...اور تصور سے بالا یہ منظر اب جب کہ رونما ہو چکا تھا تو ان کے اندر بہت کچھ تہہ و بالا ہو رہا تھا۔
تبھی ایک ملازم نے اندر آ کر کچھ سامان پیر سائیں کے سامنے رکھ دیا...."یہ کچھ سامان ہے چھوٹے شہزادے کا پیر سائیں"۔
پیر سائیں اور رانی اماں نے دیکھا یہ چھوٹے شہزادے کے وہی قیمتی کپڑے تھے جو آج صبح اسے پہنائے گئے تھے...ساتھ میں اس کی سونے کی انگوٹھیاں ،چین اور سونے کے تلے والا جوتا بھی تھا.......
"یہ.....یہ کہاں سے ملا؟" پیر سائیں نے پوچھا تو ملازم نے بتایا کہ یہ سامان آستانے کے ایک خادم لڑکے کو کہیں سے ملا ہے ...پیر سائیں کے حکم پر آستانے کے خادم ذیشان کو وہاں حاضر کر دیا گیا....جس نے ہاتھ باندھ کر اور نظریں جھکا کر بتایا کہ یہ سامان اسے باغ کے عقبی طرف سے ملا ہے۔
"تمہیں معلوم ہے کہ یہ کتنا قیمتی ہے ...اور کسی کو بھی نہیں معلوم کہ یہ گم ہوا ہے...تم اسے رکھ بھی سکتے تھے" انہوں نے پوچھا۔
"پیر سائیں میری ماں نے مجھے آستانے کی گستاخی کرنے سے روکا ہے...وہ چاہے آنسوؤں کی صورت میں ہو چاہے قیمتی سامان رکھ لینے کی صورت میں ہو"
پیر سائیں نے بڑی حیرانی سے اس کی بات کو سنا پھر بولے"تمہاری ایمانداری سے ہم بہت خوش ہوئے ...ہم تمہیں کوئی انعام ضرور دیں گے"۔
جب ذیشان بولا"پیر سائیں مجھے انعام نہیں چاہئے بس آپ سے اور رانی اماں سے ایک سوال کا جواب چاہئے"۔
پیر سائیں اور حیران ہو کر بولے"پوچھو"۔
تب ذیشان نے پہلی بار پیر سائیں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا" آپ بہت کرنی والے ہیں۔لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو سب باتوں کا علم ہے......مجھے بس یہ جاننا ہے کہ ابھی آپ اور رانی اماں نے چھوٹے شہزادے کو اس حالت میں دیکھ کر جو محسوس کیا ہے.....کیا میری اماں بھی ویسا ہی محسوس کرتی ہوں گی جب میں جمعرات کو خیرات لینے ان کے گھر جاتا ہوں؟"۔
اس چھوٹے سے لڑکے کی آنکھوں میں کچھ تھا یا کہ سوال میں....کہ پیر سائیں کے لئے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا۔وہ صوفے پر گر سے گئے ...ذیشان اپنی نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا جبکہ پیر سائیں کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

ادر لیاحا جیسے کہ اب بھی ماحعر

بھوک لگتی ہے نیند آتی ہے

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد
سابق پروفیسر اردو،
بیجنگ یونیورسٹی چین
ڈائریکٹر مغربی پاکستان اردو اکیڈمی

میں نے اپنی ادبی دلچسپیوں کا آغاز سب سے پہلے اخبار پھول ... سے کیا تھا۔ بہت خوشی ہوتی ہے کہ بچوں میں ادبی ذوق پیدا کرنے اور ان کی تربیت کرنے میں اس کا فیضان جاری ہے۔ اللہ یہ سلسلہ فیضان جاری رکھے۔

9/1/15.

سحر احمد
آرٹ منیجر۔ ایجوکیشنسٹ
پروگرام منیجر دی لعل آرٹ

"پاکستان کو نہ صرف ڈاکٹرز اور انجینئرز کی ضرورت ہے بلکہ ہمیں ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہے جو تخلیقی فن بھی جانتے ہوں، جو سائنسدان، [illegible]، اور موجد بننا چاہتے ہوں۔"

20th Dec 14

ثمینہ احمد
آرٹسٹ، چیئرپرسن یونائیٹڈ
پروڈیوسرز ایسوسی ایشن

دنیا بہت خوبصورت ہے۔
اور یہ خوبصورتی آپ جیسے
پھول بچوں کی وجہ سے ہے۔
خوش رہیں۔ خوشیاں بانٹیں

20-12-14

روایتی حریف اور نامور کھلاڑی آمنے سامنے ہوں گے

14 فروری سے شروع ہونے والا۔ کرکٹ کا عالمی میلہ

دنیا کا سب سے بڑا کرکٹ کا میلہ ون ڈے کا عالمی کپ۔ ہے جو ہر چار سال بعد منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ میلہ دس مرتبہ سج چکا ہے۔ عالمی کپ کی سب سے کامیاب ٹیم آسٹریلیا ہے۔ آسٹریلیا کی ٹیم چار مرتبہ عالمی کپ کی فاتح رہی۔ دو دو مرتبہ یہ اعزاز انڈیا اور ویسٹ انڈیز کے حصہ میں آیا۔ جبکہ پاکستان اور سری لنکا کی ٹیمیں ایک ایک مرتبہ ورلڈ کپ جیتنے میں کامیاب رہی ہیں۔

گیارہویں عالمی کپ کا آغاز 14 فروری 2015 میں نیوزی لینڈ اور سری لنکا کے میچ سے ہوگا۔ اس ورلڈ کپ کی میزبانی کے فرائض دو ممالک آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ مشترکہ طور پر انجام دیں گے۔ اس عالمی کپ میں چودہ ٹیمیں شرکت کریں گی۔ جن میں سے افغانستان کی ٹیم پہلی مرتبہ شریک ہوگی۔ اس عالمی کپ میں شرکت کرنے والی چودہ ٹیموں کو دو گروپس میں تقسیم کیا گیا ہے ہر گروپ میں سات سات ٹیمیں شامل ہیں۔

گروپ A: آسٹریلیا، سری لنکا، انگلینڈ، نیوزی لینڈ، بنگلا دیش، افغانستان اور سکاٹ لینڈ

گروپ B: پاکستان، انڈیا، ساؤتھ افریقہ، ویسٹ انڈیز، زمبابوے، آئرلینڈ اور یو اے ای

ورلڈ کپ کے دوسرے مرحلے میں دونوں گروپس میں سے جیتنے والی چار چار ٹیمیں ایک دوسرے کے مد مقابل ہوں گی۔ ان آٹھ ٹیموں میں سے جیتنے والی چار ٹیمیں سیمی فائنل کھیلنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔

29 مارچ 2015 کو سیمی فائنل جیتنے والی دو ٹیمیں فائنل کی جنگ لڑیں گی۔ ورلڈ کپ کے میچوں میں سب سے زیادہ رنز بنانے کا ریکارڈ سچن ٹنڈولکر کے پاس ہے اور سب سے زیادہ وکٹوں کا ریکارڈ آسٹریلیا کے گلین میکگراتھ کے پاس ہے۔ ٹنڈولکر نے 2278 رنز بنائے جبکہ میکگراتھ نے 71 وکٹیں حاصل کر رکھی ہیں۔ ایک ورلڈ کپ میں کپتان کی حیثیت سے سب سے زیادہ وکٹیں لینے کا ریکارڈ شاہد آفریدی کے پاس ہے انہوں نے 2011 کے عالمی کپ میں کپتان کی حیثیت سے 21 وکٹیں حاصل کی تھیں۔ عالمی کپ کے سب سے زیادہ کیچ آسٹریلیا کے رکی پونٹنگ نے پکڑے ہیں۔ ان کے کیچوں کی تعداد 28 ہے۔

دو عظیم کھلاڑیوں جاوید میانداد اور سچن ٹنڈولکر کو 6، 6 عالمی کپ کھیلنے کا اعزاز حاصل ہے۔ جبکہ 2015 کے ورلڈ کپ میں شاہد آفریدی اور یونس خان سب سے سینئر کھلاڑی ہوں گے۔ یہ ورلڈ کپ کھیلنے کے بعد دونوں کھلاڑی 5 ورلڈ کپ کھیلنے والے کھلاڑیوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں گے۔ ان سے پہلے یہ کارنامہ 13 کھلاڑی انجام دے چکے ہیں۔

پاکستان کرکٹ ٹیم ورلڈ کپ کیلئے نیوزی لینڈ روانہ ہو چکی ہے۔ ان میں شامل 15 کھلاڑیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

1 مصباح الحق (کپتان)
2 یونس خان
3 شاہد آفریدی
4 احمد شہزاد
5 محمد حفیظ
6 حارث سہیل
7 احسان عادل
8 محمد عرفان
9 جنید خان

جاوید میاں داد اور سچن ٹنڈولکر کو 6، 6 مرتبہ عالمی کپ کھیلنے کا اعزاز حاصل ہے

ورلڈ کپ بطور کپتان سب سے زیادہ وکٹیں لینے کا اعزاز شاہد آفریدی کے پاس ہے

10 سرفراز احمد
11 صہیب مقصود
12 سہیل خان
13 عمر اکمل
14 وہاب ریاض
15 یاسر شاہ

ٹیم مینجمنٹ:
☆ منیجر: نوید اکرم چیمہ
☆ ہیڈ کوچ: وقار یونس
☆ بیٹنگ کوچ گرانٹ فلاور
☆ باؤلنگ کوچ مشتاق احمد
☆ فیلڈنگ کوچ گرانٹ لیوڈن
☆ فزیوتھراپسٹ: بریڈ روبنسن
☆ اسسٹنٹ منیجر: شاہد اسلم
☆ میڈیا منیجر: آغا اکبر
☆ سیکیورٹی آفیسر محمد عظیم خان
☆ اینالسٹ طلحہ بٹ

پاکستان کے اسکواڈ میں 7 کھلاڑی ایسے ہیں جو پہلی مرتبہ عالمی کپ میں پاکستان کی نمائندگی کریں گے۔ لیگ اسپنر یاسر شاہ کو ایک چھپے ہوئے ہتھیار کے طور پر شامل کیا گیا۔ جس کو ضرورت کے وقت استعمال کیا جائے گا اور تین سال ون ڈے انٹرنیشنل کرکٹ سے دور رہنے والے تیز گیند باز سہیل خان کو بنگلور کپ میں عمدہ کارکردگی دکھانے پر ٹیم میں شامل کیا گیا ہے۔ پاکستان کی ٹیم عالمی کپ 2015 میں اپنا پہلا میچ روایتی حریف بھارت کے خلاف کھیلے گی۔ بھارت کی ٹیم اس عالمی کپ میں اپنے اعزاز کا دفاع کرے گی۔ پاکستان اور بھارت کے درمیان مقابلے ہمیشہ سے سنسنی خیز رہے ہیں۔ ان دونوں ٹیموں کے آپس میں مقابلے میں جہاں کھلاڑی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں وہاں پر شائقین کا جوش و خروش بھی دوسرے میچوں کی نسبت کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ عالمی کپ کے مقابلوں میں پاکستان اور بھارت ماضی میں پانچ مرتبہ آمنے سامنے آچکے ہیں اور تمام مقابلوں میں فتح بھارت کا مقدر بنی ہے۔ اس مرتبہ پاکستانی کھلاڑیوں کے حوصلے بلند ہیں اور وہ بھارت کو ہرا کر تاریخ بدلنا چاہتے ہیں۔ لیکن کرکٹ کے حوالے سے قبل از وقت کچھ بھی کہنا ممکن نہیں ہوتا۔ عالمی کپ میں شرکت سے قبل کئی پاکستانی کھلاڑی مشکلات سے دوچار ہیں۔ جن میں سعید اجمل، محمد حفیظ اور جنید خان شامل ہیں۔ آئی سی سی کی طرف سے پابندی کا شکار عالمی نمبر ون بالر سعید اجمل نے عالمی کپ کھیلنے سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے جو پاکستان کیلئے پریشانی کا سبب ہے۔ ورلڈ کپ سے قبل ایسے وقت میں محمد حفیظ پر لگی پابندی پاکستان کی ٹیم کو مزید مشکلات سے دوچار کر سکتی ہے۔ جبکہ ہمارے بنیادی تیز گیند باز جنید خان ورلڈ کپ کی تیاری کے دوران گرنے کی وجہ سے تکلیف کا شکار ہیں جس وجہ سے ان کی شمولیت غیر یقینی ہے اور ان کی جگہ بلاول بھٹی شامل کیا جانے کا امکان ہے۔ پوری قوم دعا گو ہے کہ ہمسٹرنگ انجری کا شکار جنید خان جلد صحت یاب ہو کر عالمی کپ میں پاکستان کی نمائندگی کریں۔ پاکستانی قائد مصباح الحق نے ورلڈ کپ کے بعد ایک روزہ کرکٹ سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے جبکہ شاہد خان آفریدی پہلے ہی اس عالمی کپ کو اپنا آخری عالمی کپ قرار دے کر ون ڈے سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے پاکستانی شائقین کیلئے اس عالمی کپ کی اہمیت دگنی ہو گئی ہے۔ پوری قوم امید کر رہی ہے کہ شاہد آفریدی اپنے آخری ورلڈ کپ کو بہترین پرفارمنس کے ساتھ یادگار بنائیں گے اور پاکستان کی ٹیم میں موجود تمام کھلاڑی اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے عالمی کپ کی تمام ٹیموں کے خلاف اچھی کارکردگی دکھائیں گے اور 1992 کی طرح آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی سرزمین پر پاکستان ورلڈ کپ جیتنے میں کامیاب ہوگا۔ (انشاءاللہ)

کون کس کے مد مقابل ہوگا؟ • ورلڈ کپ شیڈول 2015

تاریخ	میچ	مقام	وقت
14فروری ہفتہ	نیوزی لینڈ بمقابلہ سری لنکا	کرائسٹ چرچ	صبح 3:00 بجے
14فروری ہفتہ	آسٹریلیا بمقابلہ انگلینڈ	میلبورن	صبح 8:30 بجے
15فروری اتوار	ساؤتھ افریقہ بمقابلہ زمبابوے	ہیملٹن	صبح 6:00 بجے
15فروری اتوار	انڈیا بمقابلہ پاکستان	ایڈیلیڈ	صبح 8:30 بجے
16فروری پیر	آئرلینڈ بمقابلہ ویسٹ انڈیز	نیلسن	صبح 3:00 بجے
17فروری منگل	نیوزی لینڈ بمقابلہ سکاٹ لینڈ	ڈونیڈن	صبح 3:00 بجے
18فروری بدھ	افغانستان بمقابلہ بنگلہ دیش	کینبرا	صبح 8:30 بجے
19فروری جمعرات	زمبابوے بمقابلہ یو اے ای	نیلسن	صبح 3:00 بجے
20فروری جمعہ	نیوزی لینڈ بمقابلہ انگلینڈ	ویلنگٹن	صبح 6:00 بجے
21فروری ہفتہ	پاکستان بمقابلہ ویسٹ انڈیز	کرائسٹ چرچ	صبح 3:00 بجے
21فروری ہفتہ	آسٹریلیا بمقابلہ بنگلہ دیش	برسبین	صبح 8:30 بجے
22فروری اتوار	افغانستان بمقابلہ سری لنکا	ڈونیڈن	صبح 3:00 بجے
22فروری اتوار	انڈیا بمقابلہ ساؤتھ افریقہ	میلبورن	صبح 8:30 بجے
23فروری پیر	انگلینڈ بمقابلہ سکاٹ لینڈ	کرائسٹ چرچ	صبح 3:00 بجے
24فروری منگل	ویسٹ انڈیز بمقابلہ زمبابوے	کینبرا	صبح 8:30 بجے
25فروری بدھ	آئرلینڈ بمقابلہ یو اے ای	برسبین	صبح 8:30 بجے
26فروری جمعرات	افغانستان بمقابلہ سکاٹ لینڈ	ڈونیڈن	صبح 3:00 بجے
26فروری جمعرات	بنگلہ دیش بمقابلہ سری لنکا	میلبورن	صبح 8:30 بجے
27فروری جمعہ	ساؤتھ افریقہ بمقابلہ ویسٹ انڈیز	سڈنی	صبح 8:30 بجے
28فروری ہفتہ	نیوزی لینڈ بمقابلہ آسٹریلیا	آکلینڈ	صبح 6:00 بجے
28فروری ہفتہ	انڈیا بمقابلہ یو اے ای	پرتھ	صبح 11:30 بجے
01مارچ اتوار	انگلینڈ بمقابلہ سری لنکا	ویلنگٹن	صبح 3:00 بجے
01مارچ اتوار	پاکستان بمقابلہ زمبابوے	برسبین	صبح 8:30 بجے
03مارچ منگل	آئرلینڈ بمقابلہ ساؤتھ افریقہ	کینبرا	صبح 8:30 بجے

تاریخ	میچ	مقام	وقت
04مارچ بدھ	پاکستان بمقابلہ یو اے ای	[illegible]	صبح 6:00 بجے
04مارچ بدھ	آسٹریلیا بمقابلہ افغانستان	پرتھ	صبح 11:30 بجے
05مارچ جمعرات	بنگلہ دیش بمقابلہ سکاٹ لینڈ	نیلسن	صبح 3:00 بجے
06مارچ جمعہ	انڈیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز	پرتھ	صبح 11:30 بجے
07مارچ ہفتہ	پاکستان بمقابلہ ساؤتھ افریقہ	آکلینڈ	صبح 6:00 بجے
07مارچ ہفتہ	آئرلینڈ بمقابلہ زمبابوے	ہوبرٹ	صبح 8:30 بجے
08مارچ اتوار	نیوزی لینڈ بمقابلہ افغانستان	نیپیئر	صبح 3:00 بجے
08مارچ اتوار	آسٹریلیا بمقابلہ سری لنکا	سڈنی	صبح 8:30 بجے
09مارچ پیر	انگلینڈ بمقابلہ بنگلہ دیش	ایڈیلیڈ	صبح 8:30 بجے
10مارچ منگل	انڈیا بمقابلہ آئرلینڈ	ہیملٹن	صبح 6:00 بجے
11مارچ بدھ	سری لنکا بمقابلہ سکاٹ لینڈ	ہوبرٹ	صبح 8:30 بجے
12مارچ جمعرات	ساؤتھ افریقہ بمقابلہ یو اے ای	ویلنگٹن	صبح 6:00 بجے
13مارچ جمعہ	نیوزی لینڈ بمقابلہ بنگلہ دیش	ہیملٹن	صبح 6:00 بجے
13مارچ جمعہ	افغانستان بمقابلہ انگلینڈ	سڈنی	صبح 8:30 بجے
14مارچ ہفتہ	انڈیا بمقابلہ زمبابوے	آکلینڈ	صبح 6:00 بجے
14مارچ ہفتہ	آسٹریلیا بمقابلہ سکاٹ لینڈ	ہوبرٹ	صبح 8:30 بجے
15مارچ اتوار	ویسٹ انڈیز بمقابلہ یو اے ای	نیپیئر	صبح 3:00 بجے
15مارچ اتوار	آئرلینڈ بمقابلہ پاکستان	ایڈیلیڈ	صبح 8:30 بجے
18مارچ بدھ	پہلا کوارٹر فائنل	سڈنی	صبح 8:30 بجے
19مارچ جمعرات	دوسرا کوارٹر فائنل	میلبور	صبح 8:30 بجے
20مارچ جمعہ	تیسرا کوارٹر فائنل	ایڈیلیڈ	صبح 8:30 بجے
21مارچ ہفتہ	چوتھا کوارٹر فائنل	ویلنگٹن	صبح 6:00 بجے
24مارچ منگل	پہلا سیمی فائنل	[illegible]	صبح 6:00 بجے
26مارچ جمعرات	دوسرا سیمی فائنل	[illegible]	صبح 8:30 بجے

29مارچ 2015 اتوار فائنل میلبورن صبح 8:30 بجے

پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیاں

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور زندگی کے ہر مسئلے کے حوالے سے ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تو سورہ فلق اور سورہ الناس نازل کی گئیں۔ ان سورتوں میں جادو ٹونے اور جھاڑ پھونک کے اثرات سے اللہ تعالیٰ کی امان میں آنے اور محفوظ رہنے کا ذکر ہے۔ سورہ فلق میں فرمایا گیا...... اور پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے۔۔۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواتین جھاڑ پھونک کی زیادہ عادی ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے نام نہاد عاملوں کا کاروبار چلتا ہے۔ عام طور پر دوسروں کو نقصان پہنچانے، ان کے کاموں میں رکاوٹیں ڈالنے، ان کو مطیع کرنے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے جھاڑ پھونک یا تعویز دھاگے سے کام لیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی آخرت ضرور خراب کر لیتے ہیں کیونکہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ نہ ہو۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو توبہ کرنی چاہئے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

تعجب ہے اس شخص پر جو دوسروں کی دنیا خراب کرنے کے لئے اپنی آخرت خراب کرلے۔

مرسلہ: عبدالنافع، لاہور

اللہ۔۔۔۔ محبت

اللہ	تیرا	نام	محبت
تیرا	دین	اسلام	محبت
سجدہ	نام	محبت	کا ہے
جھک	جانا	انجام	محبت
وافر	ہے	نفرت	دنیا میں
کر	دے	مولا	عام محبت
اک	اک	لفظ	قرآن کا مولا
تیرا	ہے	پیغام	محبت
نبی	کریم ﷺ	کی	ساری باتیں
ہے	سارا	اسلام	محبت
جو	بھی	کریں	راہ میں تیری
اپنا	ہر	اک	کام محبت
اللہ	تیرا	نام	محبت

حافظ مظفر محسن۔ لاہور

دیا تھا۔

کانگرس نے تقسیم ہند کے فیصلے کو محض اس تصور کے ساتھ قبول کیا تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ پاکستان زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اس تصور و خام خیالی میں وہ تمام خفیہ سازشیں کارفرما تھیں جو انگریز و کانگرس کے مابین خفیہ گٹھ جوڑ پر مبنی تھیں۔ اس گٹھ جوڑ کی ایک بڑی اور واضح مثال باؤنڈری کمیشن کی جانب سے انگریز لارڈ ریڈ کلف کی پنجاب میں مسلم اکثریت والی تحصیلیں گورداسپور، بٹالہ اور پٹھان کوٹ کو بھارت میں شامل کرنا تھا۔ یہ وہ امتیازی و تعصب و ناانصافی پر مبنی خفیہ سازش تھی جس کا مقصد بھارت کا کشمیر پر ناجائز قبضہ کرنا تھا۔

1947ء سے لے کر انگریز و کانگرس کے خفیہ گٹھ جوڑ کو معصوم کشمیری مسلمان اب تک بھگت رہے ہیں۔ بھارت نے آج تک ان تمام معاہدوں کو مسترد کر دیا ہے جو کشمیر کی آزادی سے متعلق ہیں وہ اپنے استصواب رائے و دیگر وعدوں سے مکر گیا ہے۔ بھارت کشمیر کو انتہائی ڈھٹائی سے اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا ہے جبکہ کشمیری آج بھی بین الاقوامی انصاف کے حصول کے لئے امن کے پیغامبروں و عالمی حقوق انسانی کے اداروں سے انصاف کی آس لگائے اپنے حق خودارادیت کے حصول کیلئے کوشاں ہیں۔ غلامی کی زنجیریں انشاء اللہ ضرور ٹوٹ کریں گی اور جبر کا دور ختم ہوگا اور حق و صداقت و آزادی کے لئے قربانی دینے والے کشمیری مسلمانوں کا لہو رنگ لائے گا۔

پاکستان میں اس دن کے حوالے سے جگہ جگہ تقریبات منعقد کی جاتی ہیں اور اس بات کو مدنظر رکھا جاتا ہے کہ پاکستانی قوم کشمیریوں کے ساتھ یکجہتی کا عزم کرتی ہے بقول شاعر:

یاران جہاں کہتے ہیں کشمیر ہے جنت
جنت کسی کافر کو ملی ہے نہ ملے گی

انشاء اللہ کشمیر ضرور آزاد ہوگا اور کشمیری مجاہدوں، شہیدوں کی قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی۔

5 فروری کا دن کشمیریوں کی جدوجہد آزادی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ 21 جنوری 1990ء میں جب مقبوضہ کشمیر کے عوام بھارت کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف سری نگر اور دیگر شہروں میں لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آئے تو بھارت کی درندہ صفت فوج نے نہتے کشمیریوں کو بربریت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ کشمیر کی تاریخ میں ایک ایسا موقع تھا کہ جب اتنی بڑی تعداد میں کشمیریوں نے منظم ہو کر اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد حکومت پاکستان اور تمام سیاسی جماعتوں نے 5 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر منانا شروع کیا۔

کشمیر دراصل تقسیم ہند کا ایسا حل طلب مسئلہ ہے جو بھارتی حکومت کی ہٹ دھرمی، ظلم، ناانصافی کے باعث تا حال حل نہیں ہو سکا اس دوران کشمیری مسلمانوں نے آزادی کشمیر اور اپنے حق خودارادیت کے حصول کے لئے لاتعداد قربانیوں کی تاریخ رقم کی ہے جو مسئلے کے حل ہونے اور کشمیر کے آزاد ہونے تک جاری رہے گی۔ کشمیر ایک ایسا مسئلہ ہے جو نہ صرف کشمیری مسلمانوں کے لئے بلکہ پاکستان کے لئے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کیونکہ قائد اعظم محمد علی جناح نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار

شہیدوں کی مائیں رویا نہیں کرتیں

میں اکثر ماں سے کہتا تھا
کہ ماں دعا کرنا
کہ ایک دن تیرا یہ بیٹا
خاکی وردی پہنے تیرے سامنے فخر سے کھڑا ہو
اور میری ماں یہ سن کر ہنس دیا کرتی تھی
میں اکثر ماں سے کہتا تھا
کہ جس دن یہ دھرتی
تیرے بیٹے کو پکارے گی
پھر اس دن کے بعد میرا انتظار مت کرنا
تمہیں جب بھی میری ماں ملے
تو اسے کہنا
کہ وہ اب بھی ہنستی رہا کرے
کیونکہ شہیدوں کی مائیں رویا نہیں کرتیں

بازی لے گئے بچے

موت سے کچھ ایسے ٹکرائے، بازی لے گئے بچے
قوم کو اِک مرکز پر لائے، بازی لے گئے بچے
موت سے کچھ ایسے ٹکرائے، بازی لے گئے بچے

....

کاپی، قلم، کتاب اٹھائے، سب اسکول گئے تھے
اپنی اپنی خوشبو لے کر سارے پھول گئے تھے
کفن میں لپٹے واپس آئے، بازی لے گئے بچے
موت سے کچھ ایسے ٹکرائے، بازی لے گئے بچے

....

اپنے اپنے خواب لیے سب قبروں میں جا سوئے
اب کے ایسی چوٹ لگی ہے پتھر دل بھی روئے
بے موسم برساتیں لائے، بازی لے گئے بچے
موت سے کچھ ایسے ٹکرائے، بازی لے گئے بچے

....

ہم میں نہیں ہیں لیکن اپنے ساتھ ہمیشہ ہوں گے
اپنے ہاتھ میں، ننھے ننھے ہاتھ ہمیشہ ہوں گے
مر کر بھی زندہ کہلائے، بازی لے گئے بچے
موت سے کچھ ایسے ٹکرائے، بازی لے گئے بچے

کھیلتے کودتے، نونہالوں کو مارا گیا
کتنی ماؤں کے سینوں میں خنجر اُتارا گیا
وہ جو تھے رونقِ گلستاں، اب نہیں بولتے
چہچہاتے پرندوں کو چُن چُن کے مارا گیا
پھول چنتے ہوئے شاخ سے نوچ کر لے گئے
کیا تمہارا گیا؟ اس میں سب کچھ ہمارا گیا
وہ جو بیساکھیاں بننے والے تھے ماں باپ کی
آگ اور خوں کے دریا سے اُن کو گزارا گیا
ناؤ منجدھار میں رہ گئی، زندگی کہہ گئی
موت کے ہاتھ میں کھیلیے، اب کنارا گیا
جس پہ تھی منحصر اپنی اُمیدِ فردا تمام
ہاتھ سے وہ اثاثہ ہی سارے کا سارا گیا
صبح پُرنور اُترے گی ناصر چمن میں ضرور
یہ خبر دے کے بجھتا ہوا ہر ستارا گیا

نیکی کا تم کام کرو
نیکی کو تم عام کرو
اچھے کو تم اچھا جانو
بات بڑوں کی ہر دم مانو
محنت سے تم نام کماؤ
محنت سے تم چلتے جاؤ
ہر سو بچھ پھول کھلیں گے
ہر سو پھر تو پھول ملیں گے
جو بھی ایسا کرتا جائے
اپنا کاسہ بھرتا جائے
سیدھے رستے چلتے جاؤ
احمد تم بھی منزل پاؤ

شہریار احمد۔ گوجرانوالہ

پھول بچے بڑے بڑے مصنفوں اور دانش وروں کی کہانیاں پڑھتے ہیں اور ہم ان کے لیے ہر ماہ بڑی شخصیات سے آٹوگراف بھی لیتے ہیں جن میں ان کے نام کوئی خاص پیغام ہوتا ہے لیکن اس بار ہم آپ کی ملاقات دو ایسے پھولوں سے کروا رہے ہیں جنھوں نے پرائمری اسکول کی طالب علمی کے زمانے میں ایک کتاب لکھ کر سب کو حیران کر دیا ہے۔ اس کتاب میں نہ تو جنوں پریوں کی کہانیاں ہیں نہ ہی کوئی فرضی قصے بلکہ یہ تو دو ننھے منے بچوں کے تعلیمی سفر کی روداد ہے، انھوں نے نہ صرف ہمارے دوست اسلامی ملک مصر کی سیر کی ہے بلکہ اس کتاب کی صورت میں ہمیں بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں اور وہاں کی ایک ایک جگہ کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ہم مصر ہی میں پھر رہے ہیں اور فرعون کی ممی، اہرام مصر، اسکندریہ اور مصر کے دوسرے تاریخی مقامات ہمارے سامنے ہی واقع ہیں Egyptian Times A view from the Nile river کے نام سے یہ حیران کر دینے والا سفرنامہ حال ہی میں شائع ہوا ہے اس سے بھی زیادہ حیران کرنے والی بات یہ ہے کہ سروش چوتھی اور ندیا چھٹی جماعت کے طالب علم ہیں اور جب انھوں نے یہ کتاب لکھی تو ابھی وہ دوسری اور چوتھی جماعتوں میں پڑھ رہے تھے۔ آئیے اس کے ننھے مصنفین ندیا اور سروش سے ملتے ہیں اور ان سے ان کے سفر اور اس کتاب کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

کم عمر ترین سفرنامہ نگاروں ندیا اور سروش سے ملاقات

پھول: آپ کو یہ کتاب لکھنے کا خیال کیسے آیا؟۔

ندیا: پاکستان آنے کے بعد اسکول میں دوست ہم سے مصر کے بارے میں بہت سوالات کیا کرتے تھے جن کے جواب دیتے ہوئے ہمیں اپنی یادیں محفوظ کرنے کا خیال آیا۔

سروش: میں نے جو پہلی کتاب پڑھی وہ میرے بابا کا لکھا ہوا ایک سفرنامہ تھا اس نے مجھے ترغیب دی کہ ہم بھی ایسی کوئی کتاب لکھیں

پھول: آپ مصر کس سلسلے میں گئے تھے؟۔

سروش: مصر میں دنیا کی سب سے پہلی یونی ورسٹی جامعہ الازہر ہے اس میں پاکستان چیئر پر ہمارے ابو فائز ہوئے تو ہم ان کے ساتھ مصر گئے اور وہاں رہے

پھول: آپ مصر میں کتنے سال رہے؟۔

ندیا: ہم مصر تین سال مقیم رہے۔

پھول: اس دوران میں آپ کی تعلیم کا کیا سلسلہ رہا؟۔

ندیا: ہم قاہرہ کے پاکستان انٹرنیشنل اسکول میں داخل ہو گئے تھے اور تین سال تک ہم اسی ادارے میں زیر تعلیم رہے۔

پھول: اپنے اسکول کے بارے میں کچھ بتائیں؟۔

سروش: میں نے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز ہی وہاں سے کیا اس لیے کہ جب ہم قاہرہ گئے تو اس وقت میری عمر چار سال تھی اور میں پہلی بار جس اسکول میں داخل ہوا وہ بھی پاکستان انٹرنیشنل اسکول تھا۔

ندیا: میں جب قاہرہ گئی تو وہاں پریپ کلاس میں داخل ہوئی۔ پریپ ون اور ٹو کی مکمل تعلیم وہاں حاصل کی تیسری جماعت میں پڑھ رہی تھی جب ہم پاکستان واپس آ گئے۔

پھول: آپ جب واپس آئے تو کس جماعت میں تھے۔

سروش: میں نے وہاں ٹوڈلر، کے جی، پریپ اور ون تک تعلیم حاصل کی۔

پھول: جب آپ یہاں آئے تو کیا فرق محسوس ہوا؟۔

سروش: بہت فرق محسوس ہوا وہاں میں کلاس ون میں جو کچھ پڑھ رہا تھا وہ یہاں آ کر تیسری جماعت میں پڑھا اسی سے آپ فرق کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس کے علاوہ پڑھانے کے طریقے میں بھی بہت فرق محسوس ہوا۔

پھول: کیا فرق محسوس ہوا؟۔

سروش: بیالیس ملکوں کے بچے ہمارے ساتھ پڑھتے تھے۔

ندیا: سب ایک دوسرے سے سیکھتے تھے اور وہاں پڑھانے کا ذریعہ مکمل طور پر انگریزی تھا اس لیے کہ کوئی اردو جانتا ہی نہیں تھا اور وہاں سوچ کے مختلف انداز تھے دوسری تہذیبیں تھیں، رنگ رنگ کے بچے تھے۔ ہم نے اپنی کتاب میں بھی اس بات کا ذکر کیا ہے۔

پھول: پڑھانے کے انداز میں کیا فرق محسوس کیا؟۔

سروش: چیزوں کو زیادہ سمجھنے پر زور دیا جاتا تھا اور بچوں سے کام کروایا جاتا تھا، ان کی تخلیقی صلاحیتوں (Creativity) کو زیادہ سے زیادہ ابھارا جاتا تھا۔ ہمارے پرنسپل بخاری صاحب بھی بہت اچھے تھے وہ مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ شروع شروع میں جب میں رویا کرتا تھا تو وہ میری آواز سن کر میری کلاس میں آجایا کرتے اور مجھے اٹھا کر اپنے دفتر میں لے جاتے۔ وہاں مجھ سے باتیں کر کے میرا دل بہلاتے اور مجھے طرح طرح کی چاکلیٹ دیتے تھے میں اب بھی اپنے پرنسپل سر احمد امام بخاری کو یاد کرتا ہوں۔

کتاب لکھنے کے لئے جو مطالعہ کیا وہ تعلیمی سلسلے میں بھی ہمارے کام آیا

ندیا: مجھے اپنی امیریکن، برطانوی اور مصری ٹیچرز پسند تھیں۔ ان میں مس جیہان کے ساتھ تو میرا اب تک رابطہ ہے اگرچہ اب وہ پاکستان انٹرنیشنل اسکول میں نہیں ہیں۔

پھول: اور آپ نے قاہرہ میں کیا دیکھا؟۔

ندیا: ہم نے صرف قاہرہ ہی میں نہیں بلکہ مصر کے اکثر شہروں میں واقع اہم ترین تاریخی مقامات کی سیر کی خاص طور پر اپر ایجپٹ Upper Egypt جو تاریخی اعتبار سے مصر کا قدیم ترین حصہ ہے کی بھی سیر کی لکسر اور اسوان تک بھی گئے ہزاروں سال پرانے ٹمپل، مجسمے، وادی الملوک وغیرہ سب دیکھے۔

پھول: اسکندریہ بھی دیکھا؟۔

سروش: جی نہ صرف اسکندریہ بلکہ غردقہ جسے عام لوگ ہرگدہ کہتے ہیں، پورٹ سعید، پورٹ فواد، اسماعیلیہ، اسوان وغیرہ سب جگہیں دیکھیں۔ ان کی تفصیل آپ کو ہماری کتاب میں مل جائے گی۔

پھول: اسکندریہ میں کیا دیکھا؟۔

سروش: دنیا کی قدیم ترین لائبریری مکتبۃ الاسکندریہ دیکھی، منتزہ پیلس دیکھا جس میں مصر کا شاہ فاروق رہتا تھا، اسکندریہ کا قلعہ، امام بوصیریؒ جنھوں نے قصیدہ بردہ لکھا ان کا مزار بھی اسکندریہ میں ہے ہم اس پر بھی حاضر ہوئے۔

پھول: سنا ہے وہاں فرعون کی لاش بھی ہے؟۔

ندیا: جی وہ قاہرہ میں ہے وہاں صرف ایک فرعون کی نہیں بلکہ بہت سے فرعونوں کی لاشیں ہیں جنھیں ممی فیکیشن کے ذریعے محفوظ کیا گیا ہے مشہور فرعون کی لاش بھی ان میں ہے بلکہ قاہرہ میوزیم میں ایک الگ سیکشن ہے جسے رائل ممیز سیکشن کہتے ہیں انھیں دیکھ کر بڑی عبرت حاصل ہوتی ہے اور اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کر کے کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا اور کوئی کتنا بھی طاقت ور کیوں نہ اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

سروش: حضرت موسیٰ کے زمانے کے فرعون کا نام رعمسیس تو تھا۔ یہ فرعونوں کے اٹھارویں خاندان سے تھا اور اس نے غرق ہوتے ہوئے جب حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کا کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تمھارا ایمان قبول نہیں البتہ تمھارے جسم کو نجات دی جائے گی اور ہم نے اس آیت کا ثبوت قاہرہ کے میوزیم میں دیکھا۔ یہ آیت قرآن مجید کی سورہ یونس میں ہے۔

پھول: بچوں کو کتاب لکھنے کا کیا طریقہ بتائیں گے؟۔

ندیا: اگر آپ کتاب لکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے اپنی قابلیت کو پہچانیں اور......

سروش: پھر آپ جس موضوع پر کتاب لکھنا چاہتے ہیں اس کا ایک خاکہ بنائیں۔

ندیا: کتاب لکھنے کے مقصد کا بھی پتہ ہونا چاہیے۔ کتاب کسی بڑے مقصد کے لیے لکھنی چاہیے صرف شہرت وغیرہ کے لیے نہیں۔ اپنے موضوع پر تفصیل سے مطالعہ کریں۔

سروش: آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ آپ اپنے قلم سے دنیا کو کیا بتانا چاہتے ہیں۔

پھول: کتاب لکھنے سے آپ کی تعلیم کا کوئی حرج نہیں ہوا؟۔

ندیا: بالکل بھی نہیں بلکہ اس سے تو فائدہ ہوا کہ ہم نے کتاب کی خاطر جو مطالعہ کیا وہ ہماری پڑھائی میں بھی ہمارے کام آتا ہے۔

پھول: اگر آپ کو بچوں کے رسالے کا ایڈیٹر بنا دیا جائے تو آپ کیا کریں گے؟۔

سروش: ہم ایسے بچوں کو تلاش کریں گے جنھیں ادب سے دلچسپی ہو اور جو قوم کا سرمایہ بن سکیں جن سے دوسرے بچے انسپائر ہوں۔

پھول: آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے پھول کو بہت اچھا پیغام دیا۔

ندیا، سروش: آپ کا بھی بہت شکریہ کہ اس طرح پھول کے قارئین سے ہماری ملاقات ہوگئی۔

راشد منہاس شہید (نشان حیدر)

پاکستان کی دھرتی ایک ایسی دھرتی جس کی مٹی سے اگر کوئی آواز اٹھی تو وہ پُر اثر ثابت ہوئی۔ اگر کسی تحریک نے جنم لیا تو وہ انقلاب میں بدل گئی کیونکہ اس کی مٹی روزِ اوّل سے ہی ایسے سپوت پیدا کرتی آرہی ہے جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ جوہر دکھائے جو پوری دنیا میں پاکستان کی شہرت کا باعث بنے۔ اُن میں سے ایک قابلِ فخر فرزند پاکستان ائیر فورس کا جانباز پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشان حیدر) بھی تھا۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس 17 فروری 1951ء کو کراچی کے ایک مقامی ائیر فورس ہسپتال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبدالمجید منہاس جبکہ والدہ کا نام رشیدہ منہاس تھا۔ آپ کا تعلق راجپوت گھرانے سے تھا جو ریاست جموں وکشمیر سے منتقل ہو کر ہندوستان کے مقام ضلع گرداس پور پر مقیم ہوا اور پھر پاکستان بننے کے بعد ہجرت کرکے ضلع سیالکوٹ کے نواحی قصبہ قلعہ سوبھا سنگھ آکر رہائش پذیر ہوگئے۔ آپ کے والد چونکہ ٹھیکیدار تھے اس لیے ملازمت کے سلسلہ میں کراچی، راولپنڈی اور لاہور کے علاوہ مختلف شہروں میں تعیناتی رہی۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس کا زیادہ بچپن لاہور میں گزرا جبکہ اپنی ابتدائی تعلیم سینٹ میری سکول راولپنڈی سے حاصل کی اور بعدازاں گھر والوں کے ساتھ کراچی چلے گئے اور O.A لیول کراچی سے کیا۔ 31 اگست 1968ء کو پاکستان ائیر فورس کے سکول رسالپور داخلہ لیا اور وہاں سے ائیر فورس اکیڈمی کے طالب علم کی حیثیت سے پشاور یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی ملٹری ہسٹری، الیکٹرونکس، موسمیات اور جہاز رانی میں کی۔ اس کے بعد ائیر فورس کی مزید تربیت کیلئے 13 مارچ 1971ء کو پاکستان ائیر فورس کے GD(P) 51st کورس میں داخلہ لیا اور 15 اگست 1971ء کو اپنی تربیت مکمل کرکے پائلٹ آفیسر بن گئے۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس کو بچپن سے ہی ہوائی جہاز دل کے مختلف ماڈل جمع کرنے کا جنون تھا اور اس جنون کی تکمیل کیلئے وہ اپنے جیب خرچ سے ہوائی جہاز خریدتے تھے۔ پاکستان سے محبت اور دفاع کے جذبے سے سرشار وہ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں۔ "آج میں دل سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ دفاع کے تینوں شعبوں بری، بحری اور فضائیہ میں سے کسی ایک میں جاؤں گا"۔ کیونکہ خاندان کے اکثر افراد پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج میں شامل تھے اور خاص طور پر اُس کی اپنے ماموں ونگ کمانڈر سعید سے جذباتی وابستگی حد سے زیادہ تھی اس کے علاوہ تایا جان عبدالرشید منہاس نے اُس کی دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت میں بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ 1965ء کی جنگ نے پائلٹ آفیسر راشد منہاس کے اس شوق کو مزید تقویت دی اور اس حوالے سے وہ اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں "ہمیں ہمیشہ زندہ نہیں رہنا اس لئے اپنی جان اپنے پیارے وطن پر قربان کردیں یہی احسن فریضہ ہے"۔

20 اگست 1971ء کو پائلٹ آفیسر راشد منہاس T-33 ٹرینر جیٹ طیارہ کی تیسری تنہا پرواز کیلئے سوار ہوئے کہ اچانک بنگالی انسٹرکٹر فلائیٹ لیفٹیننٹ مطیع الرحمٰن (غدار) خطرے کا سگنل دے کر کاک پٹ میں داخل ہوگیا اور پائلٹ آفیسر راشد منہاس کو طیارہ انڈیا لے جانے کو کہا تو پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے حکم ماننے سے انکار کردیا۔ اسی اثناء بنگالی انسٹرکٹر فلائیٹ لیفٹیننٹ مطیع الرحمٰن (غدار) نے کلوروفارم والا رومال نکال کر پائلٹ آفیسر راشد منہاس کے ناک پر رکھ کر بیہوش کردیا اور طیارہ کا رُخ انڈیا کی سرحد کی طرف موڑ کر وائرلیس کے ذریعے اپنے ساتھی کو پیغام دیا کہ "میری فیملی کو انڈین ہائی کمیشن چھوڑ دو" کیونکہ وہ پاکستان کے متعلق کچھ اہم دستاویز اور طیارہ انڈیا لے جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے غنودگی کی حالت میں ماری پور کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرکے بتایا کہ "طیارہ ہائی جیک ہوگیا ہے" کنٹرول ٹاور "قابو پالو اور طیارے کو اغواء ہونے سے بچاؤ"۔

پائلٹ آفیسر "ہائی جیک"۔ کنٹرول ٹاور "ہائی جیکر کون ہے"۔

پائلٹ "میں تیارے کو دشمن کے ہاتھوں نہیں جانے دوں گا تم انسٹرکٹر کے ساتھیوں کا پتہ کرو" یہ وہ گفتگو تھی جو پائلٹ آفیسر راشد منہاس اور کنٹرول ٹاور کے درمیان ہوئی۔

پائلٹ آفیسر راشد منہاس اور بنگالی انسٹرکٹر کے درمیان تقریباً پانچ منٹ تک کشمکش جاری رہی لیکن جب پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے یہ محسوس کیا کہ بنگالی انسٹرکٹر غدار کی موجودگی میں طیارہ پر قابو پانا مشکل ہوگیا تھا تو اس وقت پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے یہ فیصلہ کیا کہ "ہمیں ہمیشہ زندہ نہیں رہنا اس لئے اپنی جان اپنے پیارے وطن پر قربان کردیں یہی احسن فریضہ ہے" انڈین سرحد سے 32 میل پیچھے ٹھٹھہ کے مقام پر اپنی جان کو ارضِ پاک کیلئے قربان کرتے ہوئے طیارہ رُخ زمین کی طرف موڑ دیا اور اس طرح تیارہ تباہ ہوگیا اور اس طرح پائلٹ آفیسر راشد منہاس نے جامِ شہادت نوش کیا اور اس عظیم کارنامے کے صلے میں پائلٹ آفیسر راشد منہاس کو سب سے بڑے فوجی اعزاز (نشان حیدر) سے نوازا گیا اور اس طرح یہ اعزاز حاصل کرنے والے پہلے کم عمر پاکستانی بن گئے جبکہ اس حادثے میں بنگالی انسٹرکٹر فلائیٹ لیفٹیننٹ مطیع الرحمٰن (غدار) بھی ہلاک ہوگیا اور وطن کے قیمتی راز دشمن تک نہ پہنچ سکے۔

آج بھی پاکستان کو پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشان حیدر) جیسے بہادر، نیک، محنتی اور جانباز نوجوانوں کی اشد ضرورت ہے کیونکہ پاکستان صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے مگر بیرونی طاقتیں مختلف سازشوں کے ذریعے اس خطہ پاک کو نقصان پہنچانے میں لگی ہیں اور موجودہ مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ اس وقت ملک کو دہشت گردی کا درپیش ہے جس نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے جس کی زندہ مثال 16 دسمبر 2014 کو پشاور میں پیش آنے والا دہشت گردی کا سانحہ ہے۔ جب دہشت گردوں نے بزدلی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے آرمی پبلک سکول و کالج کینٹ پشاور میں پھول سے بچوں اور اساتذہ کو گولیوں اور دھماکوں کے ساتھ حملہ کرکے انسانی خون کی ہولی کھیل کر قیامت صغریٰ برپا کرتے ہوئے وحشیانہ، انسانیت، دشمنی، ظلم و بربریت اور سفاکیت کی ایسی انتہاء کردی جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ کیا یہ مذہب، انسانیت، محبت، رحمت اور شفقت کا قتل نہیں ہے؟ جبکہ اُن پھول سے بچوں کا کسی مذہبی فرقے، سیاسی جماعتوں اور گروہوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

انہوں نے غدار انسٹرکٹر کو طیارہ اور ملکی راز بھارت نہیں لے جانے دیئے

ان کی خدمات پر انہیں نشان حیدر سے نوازا گیا

میرے ابو جی، صحافت کے شعبے سے وابستہ تھے، نڈر بے باک، جرأتمند اور دیانت دار صحافی تھے جن کا نام حشمت وفا تھا، اور جو اپنے پیشے سے وفاداری نبھاتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔ لیکن اپنے اثاثوں کی صورت میں ہم بہن بھائیوں کے لئے ہماری امی کے سوا اچھی نیک نامی اور خالی اکاؤنٹ چھوڑ کر گئے۔ لوگوں نے اُن کی رخصتی پر آنسو بہائے، انہیں یاد کیا، انہوں نے اپنے منصب پر فائز رہتے ہوئے جس طرح

ہنس دیئے اور بولے۔ بیٹا! صحافی نوکری ہوتا ہے۔ اور کسی کی مدد کرنا بڑے درجے کا کام ہوتا ہے۔ میں جب کسی کی مدد کرتی ہوں تو مجھے ابو جی یاد آجاتے ہیں۔ وہ قلیل آمدنی والے کشادہ دل انسان تھے، اوور ٹائم لگا کر بھی دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ میرے ابو جی ایک ایماندار صحافی تھے، کوئی نہ انہیں خرید سکا تھا اور نہ جھکا سکا تھا۔
باہر انتھک محنت کرنے والے صحافی کی گھریلو زندگی بالکل مختلف تھی۔ چھٹی والے دن میز پر حسب معمول جرائد، اخبارات کا ڈھیر ہوتا اور ان کے بستر پر ہمارا قبضہ، ٹی وی دیکھتے ہوئے، خبریں سنتے ہوئے ہماری طرف بھی متوجہ رہتا اور مسلسل مسکراتے رہنا ان کی عادت تھی۔ میں جب اپنا جائزہ لیتی ہوں تو بہت سی ایسی باتیں یاد آتی ہیں جو وہ ہمیں اسی وقت، انہی لمحات میں سکھاتے تھے، مثلاً پہلے کام اور پھر آرام، یا سارے دن میں کیا، کیا؟ یا پھر

ایک بیٹی کا اپنے والد کو خراج عقیدت

راحت وفا

وہ دس جنوری 1979ء کی سرد ٹھٹھرتی ہوئی رات تھی، جب ہمارے دروازے پر دستک ہوئی اور ہمیں دستک دینے والوں نے بتایا کہ ہم بنا چھت کے گھر میں رہ گئے ہیں، ہماری چھت اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالی ہے۔ ہمیں اس وقت اندازہ نہیں تھا کہ گھر بنا چھت کے کیسے ہوتے ہیں؟ یہ ہمیں ہر گزرتے دن کے بعد پتا چلتا رہا۔ جب تیز و تند ہوائیں ہمارے صحن نما گھر میں گھس کر شور مچاتیں تو ہم کمزور دل ناتواں بہن بھائی، ماں کی آغوش میں چھپ کر خود کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے، ہمیں بخوبی اندازہ ہو گیا کہ اگر گھر کی چھت نہ رہے تو ہر پریشانی ہر مصیبت براہ راست گھر میں داخل ہو کر تباہی مچاتی ہے۔ ہمیں ان سے کیسے لڑنا ہے؟ کیسے محفوظ رہنا ہے یہ ہمیں ابو کی یادوں نے بتایا، ہمیں جینے کا حوصلہ ملا۔ وہ کہتے تھے کہ مشکل کا مقابلہ مسکرا کر کرتے ہیں، ان کی روشن پیشانی پر ہم نے کبھی کسی مشکل اور مصائب کی پرچھائیں تک نہیں دیکھی تھی، سو ہم نے اُن سے یہی سیکھا کہ انسان وہی طاقتور ہوتا ہے جو ہمت سے کر ہر پریشانی کو بھگا دے۔

لوگوں کی خدمت کی وہ ہمارے راستے کے لئے روشن آفتاب بن گئی، ہمیں اُن کی بوئی ہوئی نیکیاں نقد آور فصل کی طرح مل گئیں۔ انہوں نے ہمیں سبق سکھایا تھا کہ دروازے پر کوئی ملنے آئے یا کچھ مدد چاہے دونوں صورتوں میں ہمیں اپنا آپ بھول کر لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔

فرمائشیں پوچھنا اور یہ سبق بھی دے دینا، بیٹا! یہ سب چیزیں ضروری ہوتی ہیں، لیکن انسان کا ہونا سب سے ضروری ہے، چیزوں سے نہیں انسانوں سے محبت کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی یہ بھی سمجھا دیتا کہ ہر اچھے شوق کی کوئی نہ کوئی منزل ضرور ہوتی ہے۔ یہی بات مجھ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئی، جرائد و اخبارات اور بک شیلف

راحت وفا معروف ادیبہ ہیں۔ ان کے 4 ناول اور افسانوں کے تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ ریڈیو کے لیے کالم، ڈرامے اور فیچر بھی لکھتی ہیں۔ 2002ء سے روزنامہ "نوائے وقت" ملتان میں کالم لکھ رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے مرحوم والد معروف صحافی حشمت وفا کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان کی یادیں تازہ کی ہیں جو نذر قارئین ہیں۔

مجھے یاد ہے آج تک کہ ایک مرتبہ ہماری گلی میں بارش کا گھٹنوں گھٹنوں پانی کھڑا تھا، اور رات کا ایک بج رہا تھا تب کسی مسافر کی گاڑی اُس پانی میں پھنس گئی، ہمارے ابو جی باہر آواز سن کر گرم لحاف سے نکلے اور دروازہ کھول کر اصل صورتحال دیکھتے ہی ان کی مدد کرنے کے لئے ٹھنڈے پانی میں اتر کر گاڑی کو دھکا لگانے لگے۔ میں نے ابو جی سے کہا کہ آپ صحافی ہیں کوئی نوکر نہیں۔ وہ

میں رکھی کتابوں سے کھیلتے کھیلتے شوق نے لکھاری کی منزل پر پہنچا دیا۔ مجھ سے اکثر یہ سوال پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو لکھنے کا شوق کب اور کیسے ہوا؟ تو مجھے اپنے ابو۔ ان کی کتابیں، ان کی وجہ سے آنے والے اخبارات، رسائل یاد آتے ہیں، جو ہم دیکھتے بھی تھے، جن سے کھیلتے بھی تھے اور انہی سے امی کے ہاتھوں پٹائی بھی ہوتی تھی۔ اسی عمل میں کچھ لکھنے لگی اور پھر وہ چلے گئے مگر اپنا

معمول کے مطابق ڈاک سامنے آئی تو ارم شائستہ کا نام بھی نظر سے گزرا۔ ایک صفحے کی تحریر تھی۔ نام عنوان کی جگہ لکھا تھا۔ سوچا عنوان نہیں لکھا، اپنا نام لکھ دیا۔ عنوان لکھنے کیلئے تحریر پڑھنی شروع کی تو پریشانی شروع ہوگئی۔ فوراً صفحے کے آخر پر دیکھا تو نیچے نام زرناش شائستہ لکھا ہوا تھا۔ تب سمجھ آئی کہ ارم شائستہ تحریر کا عنوان لکھنا نہیں بھولی آج خود ایک دکھی کر دینے والی تحریر کا عنوان بن گئی ہیں۔ ارم شائستہ باقاعدگی سے "پھول" کے لئے خط اور تحریر بھجواتی تھیں۔ کچھ عرصہ قبل ہی ایک خط میں انہوں نے اپنی بیماری کا ذکر کیا تھا۔ تمام پھول ساتھی اس کے لئے دعا گو تھے۔ لیکن تقدیر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ وہ بڑی ہمت سے اپنی بیماری کا مقابلہ کرتے ہوئے رحمٰن ورحیم رب کے پاس چلی گئیں۔ یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہوں گی لیکن وہ اپنے گھر والوں اور عزیز و اقارب کو اداس کر گئی ہیں۔ ہم ان کے درجات کی بلندی کیلئے دعا گو ہیں۔ تمام پھول ساتھیوں کی دعائیں انہیں فرحت بخشیں گی۔ ذیل میں ان کی بہن کی تحریر پیش کی جارہی ہے۔ (مدیر)

ارم شائستہ

زرناش شائستہ

زندگی میں کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جن کی زندگی چراغ کی مانند ہوتی ہے جو خود جل کر بھی دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔ جو خود تکالیف اٹھا کر بھی دوسروں کی فلاح اور بھلائی کے لئے کام کرتے ہیں جن کے قلم کی روشنائی کئی ذہنوں کے بند دریچے کھولنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ جن کی زندگی خود تو ان گنت تکالیف کا مجموعہ ہوتی ہے۔ لیکن ان کا علم لوگوں کے لئے مشعل راہ بن جاتا ہے۔ ایسے انسان خدا کا ایک نایاب تحفہ ہوتے ہیں لیکن اگر یہ قیمتی تحفہ ایک بہن کی صورت میں ہو تو وہ اور بھی نایاب ہو جاتا ہے۔ جیسے میرے لئے میری بہن ارم شائستہ۔ جن کی زندگی، تو تکلیفوں میں گزری۔ انیس برس کی تھیں جب تین ماہ مسلسل دردِ سر سے ٹائیفائیڈ ہوگیا۔ کچھ دن بعد گردن توڑ بخار نے قومہ میں پہنچا دیا۔ جسم ساکن ہوگیا۔ یوں لگتا تھا جیسے دنیا جہاں سے بے گانی ہوگئی ہیں۔ چھبیس روز بعد قومہ سے ہوش آیا تو یادداشت کھو بیٹھیں۔ بروقت علاج سے کچھ عرصہ میں یادداشت واپس آ گئی لیکن چلنے پھرنے سے قاصر ہوگئیں۔ قوت سماعت کم ہوگئی۔ کہتے ہیں خوشی کے پل آسانی سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن تکلیف کے نہیں کٹتے۔ لیکن میری بہن نے نہ صرف ہمت سے یہ تکلیف کے پل کاٹے بلکہ اپنی زندگی کو دوسروں کے لئے نمونہ بنایا۔ اپنے علم کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کیا۔ قرآن مجید کو ترجمے اور تفسیر کے ساتھ کئی بار پڑھا۔ حالات حاضرہ کے بارے میں مختلف کتب اور اخبارات سے آگہی حاصل کی۔ اور میگزین اور اخبارات میں لکھنا شروع کر دیا۔ ارم آپی نے بہت سے موضوعات پر "پھول میں نوائے وقت، چار، روضہ اطفال اور با تحقیق میں لکھا۔ نوائے وقت کی 70 ویں سالگرہ پر ارم آپی کو بہترین رائٹر کی ٹرافی بھی ملی۔ ہر تحریر میں نئے الفاظ شامل کرتیں۔ بعض اوقات اتنے گہرے الفاظ لکھتیں کہ ذہن سوچنے پر مجبور ہو جاتا لیکن میں نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا کہ ہماری شفیق بہن، سب کا خیال رکھنے والی ہمدرد، مہمان نواز اچانک 15 دسمبر 2014ء کو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گی۔ جو خوش اخلاق اتنی تھیں کہ جو ایک بار ملتا دوبارہ ملنے کی تمنا کرتا۔ اب ایسی خوش اخلاقی اور شفقت کہاں سے ملے گی ہمیں۔ اتنا پیار شاید اب ہمیں کبھی نہ مل پائے۔ اپنی زندگی کے ساڑھے گیارہ سال انتہائی تکلیف میں گزارنے کے بعد آج ہمیں اکیلا کر جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری بہن کی مغفرت فرمائے اور میری بہن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں (آمین)

بچپن کے پل ساتھ گزارے ہم نے
جوانی بھی اکٹھی گزاری ہم نے
سوچا نہ تھا جدائی کا ہم نے
اچانک اس بے وفائی کا ہم نے

لکھنا پڑھنا میرے اندر چھوڑ گئے وہ خود ادیب تھے، ڈرامہ نگار تھے، میرے شوق نے مجھے ابو کے قدموں پر چلایا۔ میں نے بھی ڈرامے لکھنے شروع کیے۔ اب تک جب بھی لکھتی ہوں تو وہ میرے سر پر ہاتھ رکھ کے میری پشت پر کھڑے ہوتے ہیں، مجھے حوصلہ ملتا ہے وہ توانائی ملتی ہے جو مجھے اس ہنگامہ خیز دُنیا میں قوت دیتی ہے۔ ہم شاید ایک قدم بھی نہ اٹھا سکیں اگر ماں باپ کی دعائیں ہمارے ساتھ نہ ہوں، مجھے ہر قدم پر ہر موقع پر اپنے والدین یاد آتے ہیں۔ جب اتوار کو دوپہر کا کھانا تیار ہوتا ہے تو میں باورچی خانے میں انہیں دیکھتی ہوں ہر اتوار کو دوپہر کا کھانا ہمارے لئے ابو جی بناتے تھے، بہت انوکھا، بہت خالص اپنی محبت کی طرح خالص اور پھر لقمہ لقمہ ہمیں کھلانا...... سادہ زندگی بسر کرنا اور سادگی کی تعلیم دینا اُن کی عادت تھی۔ وہ دولت سے کبھی مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ کسی کے کروفر اور طمطراق سے نہ متاثر ہوتے تھے اور نہ متاثر ہونے دیتے تھے۔ یہ خوبی بھی ہم بہن بھائیوں میں موجود ہے سب کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھنا اور بڑھ بڑھ کر مہمان نوازی کرنا انہیں پسند تھا۔ کبھی کسی مہمان کو دیکھ کر پیشانی شکن آلود نہ کرتے۔ ایسی بے شمار خوبیاں مرے ابو میں تھیں یقیناً ہر ایک کے ابو میں بے شمار خوبیاں ہوتی ہیں، کیونکہ محبت کی چاشنی میں گندھا یہ رشتہ بہت پیارا اور عظیم ہوتا ہے۔ اس پر ہمیشہ عروج رہتا ہے اسے کبھی زوال نہیں آتا۔ میرے ابو کہتے تھے کہ "رشتوں میں کبھی ملاوٹ نہیں کرتے، اگر رتی برابر ملاوٹ ہو جائے تو رشتے نہیں رہتے صرف شناسائی باقی رہ جاتی ہے"۔ اسی لئے انہوں نے رشتوں کو کبھی پامال نہیں کیا۔ اپنے قلم کی حرمت سے رشتوں کو اُجالا، لوگوں کو صحافت کے تقدس سے آشنا کیا۔ نہ اُن کی پیشہ وارانہ ذمہ داری میں کوئی کمی رہی اور نہ اُن کے پدری رویوں میں کوئی کمی اور کوتاہی رہی، وہ حرف وفا کی حشمت تھے دریا تھے، سمندر میں اتر گئے۔ وہ نہیں ہیں لیکن پھر بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم میں سانس لیتے ہیں۔ ہمارے اندر زندہ ہیں۔ کیا کبھی وفا بھی مرتی ہے۔ کبھی وفا کی مہک بھی اپنا اثر کھو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں، وہ اپنے چاہنے والوں کی یادداشتوں میں جاوید تھے اور ہمیشہ حیات رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

اللہ ہمارے پیارے ابو جی پر اپنا خاص کرم اور فضل رکھے، مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

"ایک عبرتناک واقعہ"

ارم شائستہ کی آخری تحریر۔ جو انہوں نے اپنی وفات سے چند روز قبل "پھول" کے لیے لکھی

کئی دنوں سے مچھلی کھانے کو دل کر رہا تھا۔ سردیوں کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے جب گرما گرم فرائی فش سے تواضع ہو مچھلی کے چٹ پٹے کھانوں کی ترکیبیں رالیں ٹپکا رہی تھیں یا یوں کہہ لیں "بلی کو چھچھڑوں کے خواب......" مگر مچھلی ندارد۔ ابو جان کے دلاسے در لارے کہ کسی دن تازہ مچھلی والا دکھائی دیا تو لیتا آؤں گا نہیں تو بچو صبر کرو صبر بڑی چیز ہے۔ صبر تو نہیں ہوتا کہیں سے مچھلی پکڑ لائیں۔ ہم نے بھی ابو کو صاف صاف بتا دیا کہ ہمارا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور اگر جلد یا بدیر مچھلی نہ کھائی تو پھر......ابو جانیں اور ڈاکٹر...... ہماری دھمکی کام کر گئی۔ شام کو ہی مچھلی لے آئے۔ خدا کی قدرت کے کیا کہنے کہ مچھلیوں کو ہماری خوراک بنا دیا...... سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ہم نے آج تک مچھلی کا شکار نہیں کیا اور تو اور ہمارے ابو جان نے بھی کبھی مچھلی پکڑنے کی ہمت نہیں کی۔ ایک دفعہ تربیلا ڈیم دیکھنے گئے تھے۔ وہاں مچھلیاں پکڑنے کا بھی بندوبست وغیرہ تھا۔ پروگرام بنا جال پھینکا اور کرنے لگے مچھلی کا انتظار...... کافی دیر بعد جال کچھ بھاری محسوس ہوا تو پانی سے نکالنے کی تگ و دو کرنے لگے۔ جال میں بھی کوئی طاقتور آبی مخلوق تھی اس نے زیادہ زور سے اپنی طرف کھینچا۔ ڈوبتے ڈوبتے بچے۔ جال چھوڑ کر جان بچائی مچھلی نہ کھائی۔

یہ دن اور آج کا کبھی مچھلی پکڑنے کی پھر جرأت نہیں کی جس کا کام اسی کو ساجھے۔ مچھلی کے شکار سے ہمیں ایک نہایت عبرتناک واقعہ یاد آگیا جو چند سال پہلے ہماری خالہ کے گاؤں میں رونما ہوا تھا۔ پوٹھوہار کا دل کہلانے والا شہر گوجر خان سے تین میل کے فاصلے پر "ڈونگی نامی ڈیم" ہے جس کے اردگرد پہاڑوں پر اوپر نیچے اطراف و کناف لوگوں نے نہایت قرینے و سلیقے سے گھر بنائے ہوئے ہیں۔ گاؤں میں بجلی کی تو سہولت موجود ہے گیس کی نہیں۔ پانی کے لیے ہر گھر میں کنواں ہے۔ یہ چھوٹا سا گاؤں ہے پسماندہ جدید سہولتوں سے ناپید مگر کئی جگہوں پر خوبصورت کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں جو پہاڑوں کے درمیان بہت خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ جن کے زیادہ تر مکین بیرون ملک رہتے ہیں مگر اپنے آبائی علاقے میں خاندان کی امارت کا رعب جتانے کے لیے گھر تعمیر کیے ہوئے ہیں کبھی کبھار وطن واپس آ کر یہاں چھٹیاں گزارتے سیر و تفریح کرتے اور واپس چلے جاتے ہیں بلند و بالا پرشکوہ پہاڑوں کی وادی میں گھری بستی کے لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ لیکن اگر بگڑ جائیں تو پھر تو یہ ہی بجلی، زمینوں کی لین دین ذات برادری کے جھگڑوں میں یہ علاقہ خوف و دہشت کی علامت ہے۔

ایک عدد پرائمری سکول گورنمنٹ کا بنا ہوا ہے جہاں بچوں کو جاتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا عمارت ویران پڑی ہوئی ہے۔ گاؤں کے بچے شہر پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ مویشی پالنا بار برداری کرنا کھیتی باڑی اور زیادہ تر لوگ اندرون و بیرون ملک ملازمت کرتے ہیں۔ دیہاتی عورتیں بڑی محنتی و جفاکش ہیں جو نہ صرف گھر کی دیکھ بھال کرتی ہیں، مویشیوں کے چارے کا بندوبست، سبزیوں کی بوائی و کٹائی میں بھی ہاتھ بٹاتی ہیں۔ ان کے مکین بے خوف سکون سے رہتے ہیں اونچے نیچے کچے پکے راستوں میں پہاڑوں کے درمیان چشمے سے پانی بستی سے گزر کر ڈیم میں جمع ہوتا اور بنجر زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔ خالہ کے گاؤں میں ڈیم کی سیر کرنا ہمارا مشغلہ تھا بہت مزہ آتا۔ چشمے کے پانی سے سیپیاں اور پتھر اکٹھے کرنا سیر و تفریح کے لیے۔ یہ یہاں کی بہترین جگہ تھی دیو قامت پہاڑ جن کی سرخ مٹی نہایت زرخیز اس کے ساتھ بہتا تیز شفاف چشمے کا پانی بستی سے دور اس جگہ پراسرار خاموشی چھائی ہوتی تھی جو دیکھنے والوں کو متحیر کر دیتی یہاں کبھی کبھار ہی کوئی آتا ورنہ یہ جگہ ویران و سنسان راستوں سے پر تھی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نزہت کا بھائی اور کزن ادھر سے گزرے پانی میں مچھلیاں دیکھ کر وہیں رک گئے اور مچھلیاں پکڑنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ رشد نے کہا کہ مچھلیاں تو ضرور پکڑوں گا اور آج ہی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنا خطرناک منصوبہ دوستوں کو بتا یا۔ کھسر پھسر صلح مشورہ کرتے رہے اور پھر نادان دوست اس شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیار ہو گئے۔ نتائج سے بے پرواہ نڈر جوان نہایت پرجوش تھے پانی میں کرنٹ چھوڑ کر مچھلیاں پکڑنے کا آئیڈیا ارشد نے دیا تھا اور اسی نے سارا بندوبست کیا جلدی جلدی بجلی کی تاریں لے کر آیا۔ گرڈ سٹیشن سے کنڈا لگایا اور پانی میں کرنٹ چھوڑ دیا مچھلیاں تڑپ تڑپ کر بے جان پانی پر تیرنے لگیں اس نے سوئچ آف کیا تار نکالی اور دوست مچھلیاں اکٹھی کرنے لگے۔ وہ بہت خوش تھے کہ اتنی ساری مچھلیاں پکڑ لیں واہ بھئی ارشد کیا دماغ پایا ہے ہمیں تو یقین ہی نہیں تھا کہ ایسا منصوبہ کامیاب بھی ہو سکتا ہے؟ ارشد خوشی سے بولا اور زور زور سے چیخنے لگا۔ کافی زیادہ مچھلیاں پکڑ لیں تھیں دوست کہنے لگے بس کرتے ہیں۔ ارشد بضد کہ آخری بار پکڑ لوں۔ اب آخری بار کی نیت سے تار پانی میں رکھ کر جیسے ہی وہ سوئچ آف کرنے لگا تو اس کا پاؤں پھسلا اور کرنٹ والے پانی میں خود گر گیا۔ مچھلیوں کو تڑپانے والا اب خود تڑپ رہا تھا۔ قدرت نے اسے عبرت کا نشان بنا دیا۔ یہ سب اس قدر اچانک ہوا کہ دوست کنارے پر کھڑے اس کی کچھ مدد نہیں کر سکے۔ شور کی آواز سن کر گاؤں والے آئے تو جس نے بھی ارشد کو دیکھا اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ کسی نے سچ کہا ہے برے کام کا برا انجام......!!

شائزہ

اجزاء: گاجر ایک عدد، آلو 2 عدد، بند گوبھی (چھوٹا سائز) 2 عدد، نمک حسب ضرورت، کالی مرچ حسب ضرورت، پیاز (درمیانہ سائز) ایک عدد، مکھن یا گھی حسب منشاء، پانی 6 پیالی۔

ترکیب: ایک دیگچی میں گاجر آلو دھو کر یعنی چھیلے ڈالیں اس کے ساتھ چار پیالی پانی اور نمک شامل کر کے دھیمی آنچ پر ابالیں جب گل جائے تو چولہا بند کر دیں۔ گوبھی کے موٹے ٹکڑے کر کے اسے علیحدہ ابال لیں۔ دو پیالی پانی ڈالنا ہے پیاز باریک کاٹ کر مکھن یا گھی میں سنہری کاٹ لیں۔ پیاز سنہری ہو جائے تو ابلی ہوئی بند گوبھی ڈال دیں۔ لیکن اس کا پانی نہ ڈالیں البتہ پانی پیالے میں نکال لیں گوبھی ہلکی سنہری ہو جائے تو ابلتے ہوئے آلو اور گاجر بھی شامل کر دیں لیکن اس کا پانی بھی علیحدہ رکھیں۔ سرخ ہو جائیں تو چولہا بند کر دیں۔ گوبھی گاجر وغیرہ ٹھنڈی ہو جائیں تو مشین میں پھینٹ لیں۔ پھٹے ہوئے آمیزے میں گوبھی اور گاجر کا پانی ملا کر پانچ منٹ دھیمی آنچ پر پکائیں۔ آمیزہ چھان کر پیالے میں نکال لیں۔ گرم سوپ میں پسی ہوئی کالی مرچ چھڑک کر نوش کریں، انتہائی لذیذ سوپ تیار ہوتا ہے۔

اجزاء: چکن یخنی دو لیٹر، جھینگے سو گرام (ابلے اور باریک کٹے ہوئے)، چکن سو گرام (ابلی اور باریک کٹی ہوئی)، گاجر شلجم، بند گوبھی، شملہ مرچ، ہری پیاز، ٹماٹر، ہری مرچیں، بینز اسپراؤٹ (تمام سبزیاں پچاس پچاس گرام لے کر انہیں دھو کر لمبائی میں باریک باریک کاٹ لیں)۔ ادرک لہسن پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، چلی ساس پانچ سے چھ کھانے کے چمچ، اجینو موتو ایک کھانے کا چمچ، ٹماٹر کیچپ پانچ کھانے کے چمچ، کارن فلور تین سے چار کھانے کے چمچ (ٹھنڈے پانی میں گھول لیں)، انڈے دو عدد، کوکنگ آئل تین کھانے کے چمچ، سویا ساس تین کھانے کے چمچ، سرکہ پانچ سے چھ کھانے کے چمچ، چینی دو کھانے کے چمچ، نمک + کالی مرچ حسب ذائقہ۔

ترکیب: دیگچی میں آئل گرم کر کے ادرک، لہسن اور پیسٹ کو ہلکا سا نرم کر لیں۔ چکن کی یخنی شامل کر کے ابال آنے دیں۔ ابال آنے پر تمام خشک مصالحے سویا ساس، سرکہ، چلی ساس اور کیچپ ڈال کر کچھ دیر پکنے دیں۔ پھر کارن فلور آہستہ آہستہ شامل کرتے جائیں اور لکڑی کے چمچ سے ہلاتے جائیں۔ گاڑھا ہونے پر انڈے پھینٹ کر شامل کر دیں۔ تمام سبزیاں ڈالتے جائیں اور چمچ سے ہلاتے جائیں۔ آنچ ہلکی کر کے دو سے چار منٹ پکنے دیں۔ پھر چکن اور جھینگے شامل کر دیں۔ گرم گرم چلی ساس، سرکہ اور سویا ساس کیساتھ پیش کریں۔
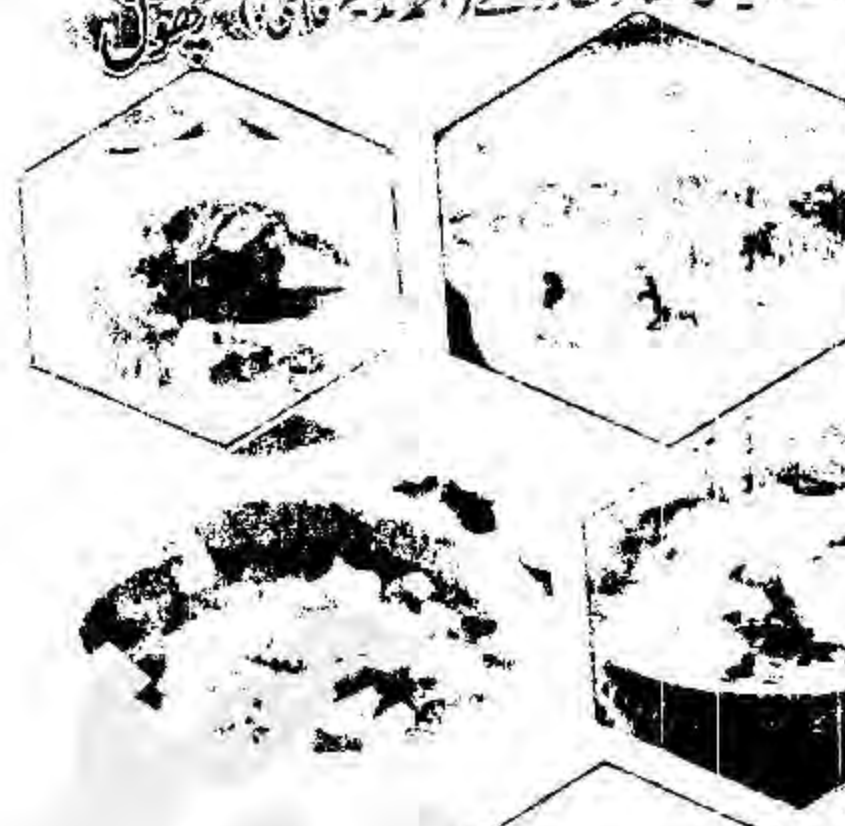
اجزاء: چکن کی یخنی 3 کپ، کریم کارن 1 کپ، ابلی چکن 1 کپ، کارن فلور 1 کھانے کا چمچہ، ٹھنڈا پانی 2 کھانے کے چمچے، انڈے کی سفیدی 2 عدد، کٹے پارسلے 2 کھانے کے چمچے۔

ترکیب: ایک برتن میں 3 کپ چکن کی یخنی، 1 کپ کریم کارن اور 1 کپ ابلی چکن ڈال کر پکنے کے لیے رکھ دیں۔ اُبال آ جائے آنچ درمیانی کر دیں اور چمچہ چلاتے رہیں۔ 1 کھانے کا چمچہ کارن فلور کو 2 کھانے کے چمچے پانی میں گھول کر سوپ میں شامل کر دیں۔ پھر اسے 3 منٹ تک اسی طرح پکنے دیں۔

الگ سے 2 عدد انڈے کی سفیدی اچھی طرح بیٹ کریں اور پکتے ہوئے سوپ میں ڈال دیں۔ مسلسل چمچہ چلاتے رہیں۔

اب دم والی آنچ پر مزید کچھ دیر پکائیں۔ آخر میں سوپ کو پیالوں میں ڈالیں اور 2 کھانے کے چمچے کٹے پارسلے چھڑک کر پیش کریں۔

اجزاء: چکن ڈیڑھ کلو (ثابت رکھیں چکن گل جائے تو نکال کر چھوٹی چھوٹی بوٹی کر لیں)، سفید مرچ پسی ہوئی ایک چائے کا چمچ، یخنی ایک لیٹر (ایک پیالی یخنی الگ رکھ لیں)، کارن فلور تین کھانے کے چمچ، چینی ایک چائے کا چمچ، کریم آف کارن ایک چھوٹا ٹن، نمک حسب ذائقہ، چکن کیوب ملا ہوا میدہ ایک کھانے کا چمچ، انڈے دو عدد، تل کا تیل چند قطرے، تیل دو کھانے کے چمچ۔

ترکیب: ایک بڑی دیگچی میں یخنی اور کریم آف کارن ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے دیں جب اُبال آ جائے تو میدہ، چینی، سفید مرچ اور چکن کے ٹکڑے ڈال دیں۔ چمچ چلاتے رہیں جب سب چیزیں یک جان ہو جائیں تو تیل ڈال دیں۔ انڈوں کو ہلکا سا پھینٹ کر رکھ لیں۔ جب سوپ پینے کے لیے تیار کرنا ہو تو کارن فلور ایک پیالی یخنی میں گھول لیں اور ڈال دیں لکڑی کا چمچ چلاتے رہیں۔ دیگچی چولہے سے اتار کر دو سے تین منٹ بعد انڈوں کو پھینٹ کر ڈال دیں۔ جلدی جلدی چمچ چلاتے ہوئے دوبارہ چولہے پر رکھ دیں بڑے بڑے ٹکڑے بن جائیں گے، جب انڈے کے ٹکڑے بن جائیں تو تل کا تیل ڈال کر گرم گرم پینے کے لیے پیش کریں۔

اجزاء: چکن 100 گرام، شملہ مرچ 1 عدد، گاجر 1 عدد، گوبھی ½ گوبھی، ہری پیاز 1 عدد، انڈا 1 عدد، یخنی 2 سے 3 کپ، کارن فلار 4 کھانے کے چمچے، چلی گارلک ساس 3 کھانے کے چمچے، ٹماٹو کیچپ 2 کھانے کے چمچے، نمک حسب ضرورت، کالی مرچ پاؤڈر ½ چائے کے چمچے، سفید مرچ ½ چائے کے چمچے۔

ترکیب: 3 کپ چکن یخنی میں چکن (بون لیس) کو چھوٹے چھوٹے سلائس میں کاٹ کر شامل کر دیں۔ ساری سبزیوں کو جولین (لمبائی) میں کاٹ کر شامل کر دیں۔ پھر اس میں سارے ساس اور مصالحے شامل کر دیں چار سے چھ منٹ تک پکائیں۔ جب یہ ابلنے لگے تو کارن فلار سے اس کو گاڑھا کر لیں۔ انڈے کو پھینٹ لیں۔ آدھے انڈے کو آہستہ آہستہ سوپ میں شامل کریں اور اسے دو سے تین منٹ تک پکاتے رہیں۔ آپ کا گرما گرم گاڑھا سوپ تیار ہے۔ پیالے میں ڈال کر گارلک بریڈ اور بٹن مشروم کے سلائسز کے ساتھ پیش کریں۔

اکادمی ادبیات اطفال کے زیر اہتمام "بچوں کے حقوق کے تحفظ میں بچوں کے ادب اور میڈیا کا کردار" کے موضوع پر سیمینار سے پروفیسر خواجہ ذکریا، رانا محمد ارشد، حافظ مظفر محسن، منزہ انجم اعوان، محمد شعیب مرزا، [illegible]، ابصار عبدالعلی اور فرزانہ خطاب کر رہے ہیں

بچوں کا ادب دہشت گردی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے

پنجاب حکومت نے تعلیم کے لیے سب سے زیادہ فنڈز مختص کیے ہیں: رانا محمد ارشد

بدقسمتی سے پاکستان میں 12 لاکھ سٹریٹ چلڈرن ہیں: ابصار عبدالعلی

اکادمی ادبیات اطفال اور حمید نظامی پریس انسٹی ٹیوٹ کے اشتراک سے سیمینار کا انعقاد

ہمارے ہاں بچوں کے ادب کا شعبہ سب سے زیادہ نظر انداز کیا جانے والا شعبہ ہے۔ حکومت نے کبھی اس شعبے پر توجہ نہیں دی۔ معاشی خرابی کی وجہ حکومت کی ترجیحات میں خرابی ہے۔ جاپان کے پاس بنیادی ذرائع نہیں لیکن افرادی قوت کے بل بوتے پر آج وہ ترقی یافتہ ہیں۔ شاید ہمارے اساتذہ اب اپنے فرائض ذمہ داری سے ادا نہیں کر رہے۔ بچوں کی تربیت میں نانی نانا اور دادی دادا کا کردار بھی ہونا چاہیے۔ ان خیالات کا اظہار معروف ماہر تعلیم و دانشور پروفیسر ڈاکٹر خواجہ ذکریا نے اکادمی ادبیات اطفال اور حمید نظامی پریس انسٹی ٹیوٹ کے اشتراک سے "بچوں کے حقوق کے تحفظ میں بچوں کے ادب اور میڈیا کا کردار" کے موضوع پر منعقدہ سیمینار سے اپنے صدارتی خطبے میں کیا۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کا ادب اور ادیب بخوبی اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔

مہمان خصوصی ایم پی اے و پارلیمانی سیکرٹری محکمہ اطلاعات و ثقافت حکومت پنجاب رانا محمد ارشد نے قیام پاکستان سے اب تک ملک کو درپیش مسائل کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب حکومت نے تعلیم کے لیے سب سے زیادہ فنڈز مختص کیے ہیں۔ کمپیوٹر ایجوکیشن کے فروغ کے لیے کمپیوٹر لیبز قائم کی ہیں۔ بڑی تعداد میں ایجوکیٹرز بھرتی کیے جا رہے ہیں۔ حکومت پنجاب بچوں کے ادب کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی ہر ممکن تعاون کرے گی۔

معروف براڈ کاسٹر و ڈائریکٹر حمید نظامی پریس انسٹی ٹیوٹ ابصار عبدالعلی نے کہا کہ ادب و صحافت پیغمبرانہ پیشہ ہے جس کا مقصد عام آدمی کی بھلائی ہے۔ پاکستان میں 12 لاکھ سے زائد سٹریٹ چلڈرن ہیں ان کی غذا، تعلیم اور صحت ہماری ذمہ داری ہے۔ بچوں کے لیے لکھنے والوں کی حکومتی سطح پر پذیرائی ہونی چاہیے اور انہیں سول ایوارڈز دینے چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ کارٹونز کے ذریعے بچوں کو ان کے حقوق سے آگاہی اور تربیت کا کام لیا جا سکتا ہے۔

ایڈیٹر "پھول" و صدر پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی محمد شعیب مرزا نے اقوام متحدہ کے بچوں کے حقوق کے معاہدے کے حوالے سے کہا کہ ہمارے ہاں بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں 4 کروڑ سے زائد بچے ہیں لیکن چونکہ بچوں کا ووٹ نہیں ہوتا شاید اسی لیے وہ حکومتیں اور سیاسی جماعتیں انہیں نظر انداز کر دیتی ہیں۔ 4 کروڑ سے زائد بچوں کے لیے صرف 35 رسائل شائع ہو رہے ہیں جن میں سے اکثر آخری سانسیں لے رہے ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو چاہیے کہ دانش سکولوں کے قیام، تقریری مقابلوں کے انعقاد اور دیگر تعمیری کاموں کی طرح بچوں

کے ادب کے بھی سرپرستی کریں۔ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو چاہیے کہ بچوں کے رسائل کو سرکاری اشتہارات دیئے جائیں اور بچوں کے ادب کی سرپرستی کی جائے۔

چائلڈ پروٹیکشن بیورو کی لاء افسر خالدہ ستار نے چیئرپرسن صبا صادق کی نمائندگی کرتے ہوئے بتایا کہ بیورو لاوارث اور گمشدہ بچوں کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور بچوں کو ان کے والدین تک پہنچانے کا بھی اہتمام کرتا ہے۔

معروف مزاح نگار اور وائس چیئرمین اکادمی ادبیات اطفال حافظ مظفر محسن نے کہا کہ بطور معاشرہ ہمیں بچوں کے حقوق کے تحفظ اور استحصال سے بچانے کے لئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہمارے رویوں نے بچوں کو شدت پسند بنا دیا ہے۔ بچوں کے لئے ایسا ادب تخلیق کیا جانا چاہئے جس سے انہیں اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہی حاصل ہو اور میڈیا ایسے پروگراموں سے گریز کرے جس سے بچے گمراہ ہوں۔

معروف ادیب و صدر ادارہ تحقیق ادب اطفال نذیر انبالوی نے کہا کہ ملک و قوم کی ترقی بچوں کی تربیت سے جڑی ہوئی ہے۔ جتنی اچھی تربیت بچوں کی ہوگی اتنی ہی اچھی قوم بنے گی۔ بچوں کے ادیب گمنامی میں رہ کر امید کے دیے روشن کر رہے ہیں۔ بچوں کے ادیب بچوں کے حقوق کی آواز بلند کر رہے ہیں باقی شعبوں کے افراد کو بھی

ابصار عبدالعلی، محمد شعیب مرزا، خالدہ ستار، حافظ مظفر محسن، مہک صابر، نذیر انبالوی اور فرزا قمر، صاحب صدارت پروفیسر خواجہ زکریا کے ساتھ

حکومت بچوں کے ادیبوں کو بھی صدارتی ایوارڈ دے: قرارداد

کی۔ سانحہ پشاور کے شرکاء، قومی یوم اطفال 9 جنوری کے حوالے سے حکیم محمد سعید اور بچوں کے لئے "پھول" نظریاتی سمر سکول کے اجراء اور اہم خدمات پر جناب مجید نظامی کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

سیمینار کے تمام شرکاء میں اسناد تقسیم کی گئیں۔

ہم سب کو مل کر بچوں کو استحصال سے بچانا چاہیے: حافظ مظفر محسن

بچوں کے ادیب گمنامی میں اُمید کے دیے روشن کرتے ہیں: نذیر انبالوی

سیمینار میں ڈاکٹر طارق ریاض خان، اشرف سہیل، آمنہ پروین، سعدیہ صلاح الدین، حاجی محمد لطیف کھوکھر، محمد جاوید باجوہ، تاثیر مصطفیٰ، عبدالحفیظ احمد، اعجاز فیروز اعجاز، منزہ اکرم، عثمان اکرم، سید فراست بخاری، افتخار مبارک، راشدہ قریشی، صابر شاہین، قمر الحسن چودھری، مہرال قمر، صباحت قمر، توفیق حیدر، فوزیہ سعید، ڈاکٹر آمنہ قریشی، طارق منظور احمد، عائشہ ذوالفقار، فائزہ لطیف، بنت محمد صدیق، حافظ محمد زبیر معاویہ، محمد بلال خشاء عبدالسنان، نائلہ جمشید، عائشہ جمشید، طارق محمود (جیکسن) توفیق

اپنی آواز ان کی آواز سے ملانی چاہیے۔

بچوں کی نمائندگی کرتے ہوئے طلبا فرزا قمر اور مہک صابر نے کہا کہ بچوں پر توجہ دیئے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ قوم کا اصل اثاثہ مادی اشیاء نہیں بچے ہوتے ہیں۔ ملک میں یکساں نظام تعلیم رائج کیا جائے تاکہ ہر بچے کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع مل سکے۔

سیمینار کی ابتدا حافظ احمد ہاشمی نے تلاوت قرآن مجید سے

فرزا قمر اور مہک صابر نے بچوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے حقوق بیان کیے

سیمینار میں بچوں کے ادیب، رسائل کے مدیران، اساتذہ، صحافی اور مختلف تنظیموں کے عہدیدار کثیر تعداد میں شریک ہوئے تمام شرکاء میں اسناد تقسیم کی گئیں۔

سیمینار میں سانحہ پشاور کے شہداء، حکیم محمد سعید اور مجید نظامی کے لیے فاتحہ خوانی کی گئی۔

حیدر، محمد نعیم امین، افتخار احمد اقبال، حیدر بھنڈر، نذیر بھنڈر، طارق محمود، مریم ذوالفقار، صفورہ ایمن، فریحہ لطیف، محمد نادر کھوکھر، محمد عمران، خودداد حسین، محمد بلال، رانا محمد مبشر، عدیل مصطفیٰ، محمد ذوالفقار، نوید احمد، جاوید احمد، محمد اسلم، آصف علی کے علاوہ بچوں کے رسائل کے مدیران، ادیبوں، صحافیوں، اساتذہ اور مختلف تنظیموں کے عہدیداروں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

سیمینار میں شریک سرگرمیاں کو اسناد دی جا رہی ہیں

فروری کے اہم واقعات

ثناء اللہ خان

☆ یکم فروری 1972ء: "حمود الرحمن کمیشن" نے سقوط ڈھاکہ کے متعلق شہادتوں کی قلمبندی کا کام کیا۔

☆ 2 فروری 1999ء: ہوگوشاویز نے پہلی دفعہ وینزویلا کی صدارت کا عہدہ سنبھالا۔

☆ 3 فروری 1966ء: سوویت یونین کے پہلے خلاباز نے چاند کی سطح پر قدم رکھا۔

☆ 4 فروری 1998ء: افغانستان میں تباہ کن زلزلے میں 4000 افراد ہلاک ہوگئے۔

☆ 5 فروری 1979ء: مہدی بازرگان ایرانی حکومت کے عبوری وزیراعظم مقرر ہوئے۔

☆ 6 فروری 1979ء: سپریم کورٹ آف پاکستان نے ذوالفقار علی بھٹو کی اپیل خارج کردی۔

☆ 7 فروری 1945ء: جرمنی کو شکست دینے کے لئے ماسکو، واشنگٹن اور لندن میں مذاکرات ہوئے۔

☆ 8 فروری 1974ء: صوبہ کے پی کے پیپلز پارٹی کے صوبائی صدر حیات محمد خان کو بم دھماکے میں قتل کردیا گیا۔

☆ 9 فروری 1977ء: سپین اور روس کے درمیان 38 سال بعد سفارتی تعلقات بحال ہوئے۔

☆ 10 فروری 1979ء: پاکستان میں "زکوٰۃ و عشر" کا آرڈیننس نافذ کیا گیا۔

☆ 11 فروری 2011ء: عوام کے زبردست احتجاج پر مصر کے صدر حسنی مبارک نے استعفیٰ دے دیا۔

☆ 12 فروری 1856ء: انگریز فوج نے نواب واجد علی شاہ کی ریاست اودھ پر قبضہ کرلیا۔

☆ 13 فروری 1911ء: معروف پاکستانی شاعر فیض احمد فیض کا یوم ولادت۔

☆ 14 فروری 1981ء: پاکستانی میجر جنرل تجمل حسین کو کورٹ مارشل میں 14 سال قید بامشقت سنادی۔

☆ 15 فروری 1869ء: برصغیر ہند کے نامور شاعر مرزا اسداللہ خاں بیگ کا یوم وفات۔

☆ 16 فروری 1937ء: دنیا میں نائیلون کی ایجاد ہوئی۔

☆ 17 فروری 1994ء: اقوام متحدہ نے یونان کے لئے 7 پوائنٹ ایجنڈا جاری کردیا۔

☆ 18 فروری 2008ء: قومی اسمبلی کے انتخاب کے نتائج میں پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی۔

☆ 19 فروری 2011ء: دسواں ورلڈ کرکٹ کپ ٹورنامنٹ شروع ہوا۔

☆ 20 فروری 1900ء: اہلیہ قائداعظمؒ مریم جناح کا یوم ولادت اور یوم وفات (سالگرہ اور برسی کی ایک ہی تاریخ ہے)

☆ 21 فروری 1969ء: مشرقی پاکستان کے بنگالیوں نے صدارتی انتخاب میں حصہ نہ لینے کا اعلان کیا جو کارگر ثابت نہ ہوا۔

☆ 22 فروری 1962ء: سکاؤٹنگ کا عالمی دن۔

☆ 23 فروری 1962ء: پاکستان کے معروف عالم دین مولانا محمد علی لاہوری کا یوم وفات۔

☆ 24 فروری 1304ء: عالمی شہرت یافتہ مسلمان سیاح ابن بطوطہ کا یوم پیدائش۔

☆ 25 فروری 1962ء: تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد، "روزنامہ نوائے وقت" کے بانی، قائداعظمؒ کے آنکھ کے تارا محبوب ساتھی اور سالار صحافت مجید نظامی کے برادر بزرگ حمید نظامی کا یوم وفات۔

☆ 26 فروری 1952ء: برطانوی وزیراعظم چرچل نے ایٹم بنالینے کا اعلان کیا۔

☆ 27 فروری 1900ء: برطانیہ میں لیبر پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

☆ 28 فروری 1958ء: قائداعظمؒ کے وفاشعار ساتھی، انتہائی دیانت دار سابق گورنر پنجاب عبدالرب نشتر کا یوم وفات۔ مرکر بھی دوستی نبھائی اور احاطۂ قائداعظمؒ میں دفن ہوئے۔

☆ 29 فروری 1956ء: اسلامی جمہوریہ پاکستان کا پہلا آئین منظور ہوا۔

پاکستان کی پہلی کابینہ

بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ نے نوابزادہ لیاقت علی خان کے مشورہ سے یہ کابینہ تشکیل دی۔

1۔ نوابزادہ لیاقت علی خان: وزیراعظم، وزیر دفاع، وزیر خارجہ تعلقات اور امور دولت مشترکہ۔
2۔ آئی آئی چندریگر: وزیر تجارت، صنعت اور ورکس۔
3۔ ملک غلام محمد: وزیر خزانہ (بعد میں گورنر جنرل آف پاکستان)۔
4۔ سردار عبدالرب نشتر: وزیر مواصلات (بعد میں گورنر پنجاب)۔
5۔ غضنفر علی خان: وزیر خوراک، زراعت اور صحت۔
6۔ جوگندر ناتھ منڈل: وزیر قانون ومحنت۔
7۔ فضل الرحمٰن: وزیر تعلیم واطلاعات۔
8۔ سرظفراللہ خاں: وزیر خارجہ امور۔
9۔ خواجہ شہاب الدین: وزیر داخلہ امور۔

یہ سب وزراء صرف میرٹ کی بنیاد پر چنے گئے یہ تمام اقربا نوازی کی لعنت سے پاک تھے۔

خورشید گوہر قلم

حسین صدیقی

ایران علم و ہنر کی سرزمین ہے۔ ایرانی خطاطوں کے فن پارے ہمیشہ سے خطاطی کا ایک گراں قدر سرمایہ ثابت ہو رہے ہیں۔ ایران میں ہی خط نستعلیق ایجاد ہوا اور میر علی تبریزی کے قلم سے اس خط کو عالم آب و خاک میں آنے کا شرف عطا ہوا۔ سلطان علی مشہدی، میر عماد الحسنی جیسے کہنہ مشق خطاطوں نے اس کی نوک پلک کو اور زیادہ سنوار دیا۔
اسی سلسلے کو آج تک ایران کی سرزمین سنبھالے ہوئے ہے۔ موجودہ دور میں بھی جناب امیر خانی جیسے خطاط موجود ہیں اور ایران میں فن خطاطی کو ایرانی فن و ثقافت میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ انہی خطاطوں میں اُستاد اسرائیل شرچی اور احد پناہی جیسے خطاط موجود ہیں۔
جناب حسین صدیقی بھی انہی خطاطوں میں نمایاں صف میں کھڑے ہیں۔ آپ کے فن میں بھی بلا کی نزاکت و لطافت موجود ہے۔ حسین صدیقی بیک جنبش قلم نستعلیق لکھتے ہیں اور الفاظ موتیوں کی طرح ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ حسین صدیقی نے خطاطی کی تربیت ایران کے ممتاز خطاطوں سے حاصل کی اور علامہ طباطبائی دانش گاہ سے فکری و علمی تعلیم حاصل کی۔ حسین صدیقی نے ایران کے خواجہ حافظ شیرازی، خواجوی کرمانی، بابا طاہر اور شیخ سعدی شیرازی کے اشعار کو بھی اپنے قلم کے ذریعے حسن و جمال سے مزین کر کے پیش کیا۔
حسین ایک متحرک شخصیت اور صاحب مرتبہ خطاط ہیں۔ وہ کئی علوم پر دسترس رکھتے ہیں۔ انہوں نے فن خطاطی کے ساتھ ساتھ باقی تمام فنون میں بھی آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ علم و عرفان وہ لازوال دولت ہے کہ جسے حاصل ہو وہ صاحب نظر بن جاتا ہے اور یہ نظری بلوغت کسی بھی فرد کے لیے سطحی بصیرت و باطنی روحانی آگاہی حاصل کرنے کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔ حسین صدیقی باطنی نگاہ کے حامل ایک درویش منش خطاط اور ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر سوچنے والی شخصیت ٹھہرے ہیں۔ وہ کبھی دوستوں سے اکتاتے نہیں بلکہ لمحہ لمحہ انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔
بقول اقبالؔ......ع

وجود میری کائنات ہے اُس کا
اُسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی

حسین صدیقی فن کے شائقین کے لئے اپنے دروازے ہمیشہ کھلا رکھتے ہیں اور قلم کے ساتھ اُن کی وابستگی بقا کی منزلوں کو چھوتی رہی ہے۔ آپ کے حسن قلم میں جمال کائنات کا آفاقی رنگ نظر آتا ہے۔ یہ رنگ اُس بے رنگ کا صناعی کا شاہد اولین بن کر قلم کے قطعوں اور انوارات و تجلیات سے مزین ہو جاتا ہے۔ علم و حکمت کے یہ موتی باطنی روحانی کیفیات سے مالا مال اُس جہان کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جہاں کثافتی عمل دخل نہیں ہوتا۔ پاکیزگی کا حامل یہ جہان قلم کی باریکیوں کے باعث بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔
حسین صدیقی اپنے من میں ڈوب کر سراغ پا جانے والے صاحب قلم ہیں۔ اُن کی خطاطی اس جمال و کمال کا آئینہ دار ہے۔
حسین صدیقی خط، حسن قلم کے ساتھ لازم و ملزوم حیثیت کے حامل ہیں۔ ان کی مشقیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان مشقوں میں بطور استفادہ حافظ شیرازی کے کلام کو منتخب کیا

آپ کو خط نستعلیق اور شکستہ میں مہارت حاصل ہے

آپ کے [illegible]

جاتا ہے۔ حافظ شیرازی کو لسان الغیب کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ بہر حال حسین صدیقی ایک سچے صاحب قلم اور صاحب ذوق شخصیت ہیں۔ اُن کے فن پارے خطاطی کے جمال جہاں آراء کے عمدہ نمونے ہیں۔

حنا نرجس

"اندر والی جیب......!"

اب معلوم نہیں یہ تازہ ترین قصہ زیادہ دلچسپ تھا یا سنائے جانے کا انداز کہ اگلی سیٹ پر بیٹھا یا تونی خواتین کی آواز کی طرف متوجہ ہو گیا جن کی گفتگو سے تنگ آ کر اس نے کانوں میں ایئر فون لگا کر ایک علمی لیکچر سننا شروع کر دیا تھا۔ مگر کیا کیا جائے کہ جزوی سماعت ابھی بھی جاری تھی۔

"تو بہن کہاں کہاں نہ ڈھونڈے میں نے اپنے دو تولے کے جھمکے......ذرا کی ذرا اپنا پرس ساتھی ٹیچر کو پکڑا کر واش روم تک ہی تو گئی تھی مگر وہ تو ایسے کھوئے جیسے زمین کھا گئی ہو یا آسمان نگل گیا ہو۔ کبھی سٹاف روم میں کام کرنے والی آپا جی پر شک کرتی تو کبھی اپنی ہی ساتھی ٹیچرز پر۔ گھر والے بھی میری پریشانی میں پریشان ہونے کی بجائے اُلٹا مجھے ہی بُرا بھلا کہنے لگے کہ میں بہت لاپرواہ ہوں۔ ساس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ" اُس نے خود ہی اِدھر اُدھر کیے ہیں، پڑی ہوگی میکے میں کوئی ضرورت۔" میں نے پرس کی ہر جیب چھان ماری اور پھر اپنے آپ کو ہی کوستی رہی کہ کیوں پہن گئی میں یہ بھاری جھمکے۔ وہ ہم کلاس کی پارٹی ہی تو تھی نا۔ کوئی شادی کی تقریب تو نہیں۔"

"تو پھر ملے نہیں وہ؟"۔

"وہی تو بتا رہی تھی کہ دو سال بعد جب میں اس واقعے کو بھول چکی تھی۔ ایک دن یونہی اپنے پرانے کپڑے، پرس، جوتے، وغیرہ نکال رہی تھی کام والی کی بیٹی کے لئے۔ ایک پرانا پرس جو ہاتھ میں پکڑا تو اُس میں کوئی چیز محسوس ہوئی۔ یونہی بس تجسس کے مارے سب جیبوں میں ہاتھ مارے مگر کچھ نہ ملا پھر اندر کی ایک چھوٹی سی جیب میں اچانک میری دو انگلیاں ایک سوراخ میں داخل ہو گئیں۔ سلائی اُدھڑی ہوئی تھی۔ اُف اللہ! کیا دیکھتی ہوں اندر لگے کپڑے کی درمیانی تہہ میں میرے وہی جھمکے!!! میں تو خوشی سے چلاتے باہر بھاگی۔ یوں جیسے اچانک کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہو اور......"

واقعے کا ڈراپ سین ہو چکا تھا اور ابھی منزل مقصود پہنچنے میں دو گھنٹے باقی تھے۔ عثمان نے لیکچر کا تسلسل وہیں سے جوڑا مگر اب اُس کی توجہ بٹ چکی تھی اور وہی بے نام سی بے کلی ایک بار پھر سر ابھارنے لگی تھی جس کو وہ سمجھنے سے ہمیشہ قاصر رہا تھا۔ اندر والی جیب سے ملنے والی انجانی خوشی کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا جو اُس نے سنا تھا۔ ابھی پچھلے سال ہی ابا جان کے دیرینہ دوست ملنے آئے۔ وہ چائے کی ٹرالی لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ سلام دعا کے بعد اُس کا جلدی کھسکنے کا ارادہ تھا مگر جس قصے کا انہوں نے ابھی ابھی آغاز کیا تھا، اُس نے اُس کے قدم روک لیے۔ وہ بتا رہے تھے" کوئی تین ماہ قبل اچانک صورتحال ایسی ہوئی کہ تنخواہ ملنے میں ابھی کچھ دن باقی تھے اور میرے سر پر کچھ ضروری اخراجات آ پڑے جو نا گزیر تھے میں سخت پریشان تھا۔ سوچا کسی سے اُدھار لے لوں مگر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ اسی کشمکش میں، میں اٹھا اور دو رکعت نفل ادا کر کے صدقِ دل کے اللہ رب العزت کے سامنے اپنا مسئلہ رکھا کچھ سکون تو محسوس ہوا مگر میں حیران تھا کہ پیسے آخر آئیں گے کہاں سے۔ اسی ادھیڑ بن میں تھا یونہی مجھے خیال آیا کہ میری ایک موبائل کی پرانی سم جو کافی عرصے سے استعمال نہیں کی کہیں بلاک ہی نہ ہو گئی ہو۔ میں اٹھا اور الماری سے پرانا بٹوہ نکالا جس کے اندر والی خفیہ جیب میں وہ سم رکھی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں وہاں 5 ہزار کا ایک نوٹ پڑا تھا۔ میری آنکھوں میں خوشی سے بے اختیار آنسو آ گئے کہ رب مہربان نے اس لیے اچانک سم کا خیال میرے دل میں ڈالا۔ یہ رقم میں نے ہی چند ماہ پہلے رکھی تھی اور بھول چکا تھا۔ دریافت پر جو خوشی ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔"

عثمان کے دل میں یہ بے نام سی بے کلی تب بھی موجود تھی۔ اُسے یاد تھا اس ہلکی سی کسک کا آغاز تین سال قبل ہوا تھا۔ جب وہ ایف ایس سی سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا۔ وہ ہمیشہ سے پڑھاکو بچہ تھا مگر حسن جمال بھی خوب رکھتا تھا۔ زمانہ طالب علمی میں اپنا کام مختلف رنگوں سے مزین کرنا اُسے بہت پسند تھا اور اسی وجہ سے اُسے ہر اچھے رزلٹ پر خالہ، ماموں، چچا، پھوپھو سب سے رنگ برنگے بال پوائنٹس، مارکرز، کلر پنسلرز، آئل کلرز اور برش وغیرہ تحفے میں ملتے۔ وہ یہ چیزیں استعمال میں لاتا اور ساتھ ہی ساتھ ہر بار کچھ چیزیں اپنے پرانے بیگ کی اندر والی خفیہ جیب میں محفوظ کر لیتا۔ سکول سے کالج کا سفر طے ہوتے پتہ بھی نہ چلا اور پھر ایف ایس سی پری انجینئرنگ کی مشکل پڑھائی، وہ اِن کے بارے میں بالکل بھول گیا۔

یہ بورڈ کے امتحانات کے قریب کی بات ہے جب امی کو سٹور کی صفائی کے دوران وہ بیگ ملا، بھاری محسوس ہوا، لا کر عثمان کو دیا۔ وہ اس خزانے کی دریافت پر بے انتہا خوش تھا مگر وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ سب چیزیں ایک ایک کر کے اُس نے خود ہی تو جمع کی تھیں۔ پھر جب یکبارگی سب اُس کے سامنے آئیں تو اتنی بے پایاں خوشی کیونکر؟؟؟۔

تین دن چچا کے ہاں گزار کر اب وہ واپس لوٹ چکا تھا۔ اس دن یونیورسٹی سے لوٹا تو دروازہ امی جان کے بجائے اُس کے سات سالہ بھانجے حذیفہ نے کھولا۔ عثمان کی ساری تھکن یک لخت کافور ہوئی اور وہ حذیفہ کو گود میں لیے اندر کی جانب بڑھا۔

''آہا!! سعدیہ آپی آئی ہیں!! آپی، آپ نے اس بار بہت دیر نہیں کردی آتے آتے؟؟''۔

''بس وہ آپ کے بھائی مصروف تھے اور پھر سردی بھی خوب رہی ان دنوں مگر آج میں نے ہمت کر ہی لی۔''

حذیفہ اُس کا بازو کھینچ کر اُسے لان میں لے آیا۔ اُس کی آنکھیں شرارت اور دبے دبے جوش کی چمک لیے ہوئے تھیں۔

''ماموں، یہ دیکھیں.......... نئی گھڑی.......... اس کا یہاں سے بٹن دبائیں گے تو......''

''میری جان! اس کو تو میں دیکھ ہی لوں گا یہ بتاؤ آپی کو پتہ ہے کہ آپ یہ یہاں لائے ہو؟''

''نہیں''۔ شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بتایا گیا۔

''میں تو اپنی جیکٹ کی اندر والی جیب میں چھپا کر لایا ہوں۔''

''یار، ہر بار آپی سے ڈانٹ کھاتے ہو اور پھر بھی......''

''ہاہا...... اور مزے کی بات یہ ہے ماموں کہ امی جان ہر بار میری جیکٹ کی اندر والی جیبیں دیکھنا بھول جاتی ہیں۔ خیر ہے، میں ڈانٹ کھا لوں گا۔ آپ چلا کر تو دیکھیں۔''

''اندر والی جیب......!!!'' بے کلی نے پھر سر اُبھارا مگر اس بار...... ہاں اس بار...... یہ بے نام نہ رہی تھی......

عثمان کی ذہنی رو بہت دور تک کا سفر طے کر آئی تھی۔

''اندر والی جیب ہمیشہ ہی ہر ایک کے لیے خوشی کا باعث بنتی ہے تو کیوں نہ میں بھی اپنی ''جیب'' میں بہت کچھ ''چھپا'' لوں۔ میں اگر کوئی نیکی کرتا بھی ہوں تو باتوں باتوں میں دانستہ نادانستہ ذکر کر جاتا ہوں۔ کیا ضروری ہے ہر نیکی کا ذکر ہر ایک سے ہر جگہ کیا جائے؟ نہیں، اب سے میں دنیا والوں سے چھپا کر بھی بہت کچھ جمع کر لوں گا۔ خواہ وہ کسی نیک کام کے لیے دیا گیا مختصر سا چندہ ہو یا ملازموں سے حسن سلوک، دوست کو تحفتاً دیا گیا قرآن و حدیث کی تفسیر والا میموری کارڈ ہو یا بلیوٹوتھ کے ذریعے شیئر کیا گیا کوئی دینی و علمی لیکچر، اولڈ ہوم میں بزرگوں کے ساتھ گزارا گیا وقت ہو یا ہسپتال میں بیماروں کی تیمارداری، بچوں سے شفقت ہو یا سب انسانوں کے لیے کی گئی بے غرض و مخلص دعا۔

کیونکہ اُس دن جب ہر نفس ایک ایک نیکی کے لیے ترس رہا ہوگا تو ان ''چھپی ہوئی'' چھوٹی چھوٹی نیکیوں کا انبار یک بارگی پانا کس قدر قابل مسرت ہوگا!''

ہے نا؟۔

میں نے تو اپنی اندرونی ''جیب'' بھرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

تو آپ نے......؟

سردی کی آمد

سردی آنے والی ہے
جم گئی سب ہریالی ہے
کوٹ و شالیں نکلیں گی
ختم ''لون'' اور 'جالی' ہے
چائے کا دور صبح و شام
سب کے پاس پیالی ہے
بچے بند لحاف میں
کمرے کی شان نرالی ہے
مونگ پھلی کی ٹھک ٹھک ٹھک
چلغوزہ خام خیالی ہے
امیر کھائیں بادام اور پستہ
غریب کا ہاتھ تو خالی ہے
کسی کے گھر میں گیس کے ہیٹر
کسی نے آگ جلا لی ہے
مہنگائی کا دور ہے آخر
ہر شے کالی کالی ہے

(کوثر خالد...... [illegible])

صبح اُٹھتے وقت کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

اللہ کے لئے سب تعریفیں ہے جس نے زندہ کیا ہم کو بعد اس کے کہ مارا تھا ہمیں اور اسکی طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیقے میں کتنے جانور ذبح کیے گئے؟
2۔ حضرت آسیہؑ کہاں دفن ہیں؟
3۔ شادی کے وقت حضرت عبداللہؓ کی عمر کتنی تھی؟
4۔ انجیل کس پیغمبر پر نازل ہوئی؟
5۔ مصور غم علامہ راشد الخیری کا اصل نام کیا تھا؟

صحیح جوابات بھیجنے والے پانچ (5) خوش نصیبوں کو دارالسلام کی طرف سے بذریعہ قرعہ اندازی 1000 روپے کی کتب انعام میں دی جائیں گی۔

پہلا انعام: 400 روپے کی کتب دوسرا انعام 250 روپے کی کتب

تیسرا انعام 150 روپے کی کتب دو اعزازی انعام 100,100 روپے کی کتب

پاکستان میں بچوں کے لئے معیاری دینی کتب شائع کرنے والے ادارے

[illegible] کی جانب سے ''پھول'' میں شائع ہونے والی تین بہترین کہانیوں پر انعامات۔

بہترین کہانیوں کا انتخاب قارئین کی آراء کے مطابق کیا جائے گا۔ موجودہ شمارے میں شائع ہونے والی بہترین کہانی کا نام کوپن میں درج کر کے 10 تاریخ تک ماہنامہ ''پھول'' کے پتے پر بھجوا دیں۔

نیا سال مبارک

اللہ نئے سال میں خوش حالی ہمیں دے
گلشن کو جو سنوار دے وہ مالی ہمیں دے
جہل تھل ہمارے سینے ایمان سے کر دے
اپنی نوازشوں سے ہر جھولی کو بھر دے
رُخ موڑ خزاؤں کے ہریالی ہمیں دے
اللہ نئے سال میں خوش حالی ہمیں دے
سب بند کارخانوں کے پہیے چلیں یہاں
ہر فیکٹری کی چمنی سے پھرسے اُٹھے دھواں
محنت کے لئے جذبہ وہ مثالی ہمیں دے
اللہ نئے سال میں خوش حالی ہمیں دے
جو نفرتیں، کدورتیں ہیں ان کو دے مٹا
ہر اک کی بات سننے کا دے ہم کو حوصلہ
کالک دلوں کی ختم کر کے لالی ہمیں دے
اللہ نئے سال میں خوش حالی ہمیں دے
پھر سے محبتوں کے روشن چراغ کر
آپس میں خوشی بانٹنے کا دے ہمیں ہنر
کم ظرفی کی نہ کوئی گالی ہمیں دے
اللہ نئے سال میں خوش حالی ہمیں دے
گلشن کو جو سنوار دے وہ مالی ہمیں دے

چوہدری عبدالحق۔ لاہور

نیا سال

نیا سال آیا اس انداز سے
فضاؤں میں بجنے لگے ساز سے
نئے سال میں ہم یہ وعدہ کریں
ہمیشہ ہی دم اس وطن کا بھریں
شقاوت نہ ہو گی نئے سال میں
عداوت نہ ہو گی نئے سال میں
چرائیں گے جی اب نہ محنت سے ہم
کریں گے سبھی کام ہمت سے ہم
سبق اب کریں گے سبھی یاد ہم
کریں گے نہ وقت اب کے برباد ہم
مصائب سے ہرگز نہ گھبرائیں گے
لڑائی سے جھگڑے سے کترائیں گے
جہالت وطن سے مٹا دیں گے ہم
رکاوٹ کے پتھر ہٹا دیں گے ہم
بُرائی کو جڑ سے اکھاڑیں گے ہم
عدو کو ہمیشہ پچھاڑیں گے ہم
نہ آنچ آنے دیں گے وطن پر کبھی
نہ چھائے گی بنت جھڑ چمن پر کبھی

مل کے چلنے والے بچے
سب کو ہی لگتے ہیں اچھے
آؤ مل کے چلتے ہیں
جو ہیں مل کے چلنے والے
وہ ہیں آگے بڑھنے والے
آؤ مل کے چلتے ہیں
پڑھنا لکھنا شوق ہے تیرا
آگے بڑھنا ذوق ہے میرا
آؤ مل کے چلتے ہیں
عزم یقیں کے پیکر ہیں ہم
محنت کے بھی دفتر ہیں ہم
آؤ مل کے چلتے ہیں
عزم حوالا تیرا بھی ہے
رب پر تقویٰ میرا بھی ہے
آؤ مل کے چلتے ہیں
مل کے چلنے میں عزت ہے
مل کے چلنے میں برکت ہے
آؤ مل کے چلتے ہیں
تم محنت کے گن گاتے ہو
تم اچھا مجھ کو بھاتے ہو
آؤ مل کے چلتے ہیں
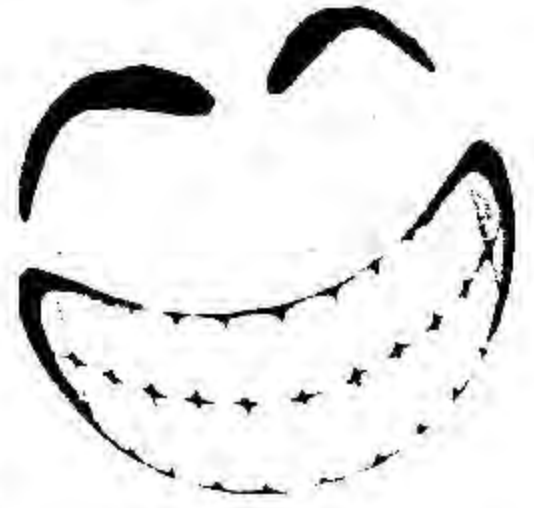
عمر قید

ملزم نے وکیل سے کہا: "کوشش کرنا کہ مجھے عمر قید ہو جائے، مگر سزائے موت نہ ہو۔"
وکیل: "تم فکر نہ کرو۔"
کیس کے بعد ملزم نے پوچھا: "کیا ہوا؟"
وکیل: "بڑی مشکل سے عمر قید ہوئی ہے، ورنہ عدالت تو رہا کر رہی تھی۔"

☆☆☆

اولاد

کرائے کے مکان کے باہر بورڈ لگا ہوا تھا کہ یہ مکان صرف ان لوگوں کو دیا جائیگا، جن کے بچے نہیں ہوں گے۔ بورڈ دیکھ کر ایک بچہ مالک مکان کے پاس آیا۔ کہنے لگا: "یہ مکان مجھے دے دیں کیونکہ میری کوئی اولاد نہیں ہیں۔ البتہ دو ماں باپ ہیں۔"

☆☆☆

پاگل

تین بے وقوف ایک موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ٹریفک پولیس کے اہلکار نے رکنے کا اشارہ کیا۔
بے وقوف موٹر سائیکل روکے بغیر بولا: "پاگل ہو گئے ہو کیا تم کہاں بیٹھو گے؟"۔

☆☆☆

بچہ باپ سے: ابو مرد کسے کہتے ہیں؟
باپ: اس انسان کو جو گھر پر حکومت کرتا ہے۔
بچہ: بڑا ہو کر میں بھی امی کی طرح مرد بنوں گا۔

☆☆☆

کھڑکی

شوہر ہوٹل منیجر سے: جلدی چلو میری بیوی کھڑکی سے کود کر جان دینا چاہتی ہے۔
منیجر: تو میں کیا کروں؟
شوہر: کھڑکی کھل نہیں رہی۔

☆☆☆

ایک لڑکے نے پانچ لاکھ کا پرندہ جو چالیس زبانیں بولتا تھا، اپنے دوست کو تحفے میں دیا۔
اگلے روز لڑکے نے پوچھا: تحفہ کیسا لگا؟۔
دوست: بہت لذیذ۔

☆☆☆

شوہر: "میری امی آ رہی ہیں کچھ بنالو"۔
بیوی نے منہ بنالیا۔
کچھ عرصے بعد بیوی: "میری امی آ رہی ہیں جلدی سے کچھ لے آؤ"۔
شوہر کشہ لے آیا۔ (محمد شہباز راجہ۔ روہیلا نوالی)

☆☆☆

شعر

اُردو کے استاد: کوئی اچھا سا شعر سناؤ۔
شاگرد: جگر کا خون چوس لیتا ہے امتحان کا زمانہ
کبھی سہ ماہی کبھی نوماہی کبھی سالانہ

☆☆☆

پیسے

بیوی: مجھے سمجھ نہیں آتی میں پیسے کہاں چھپاؤں جہاں بھی چھپاتی ہوں بیٹا چرا لیتا ہے۔
شوہر: اُس کی کتابوں میں چھپادو کمینہ ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔

☆☆☆

دو سیاستدان کسی مسئلے پر آپس میں بحث کر رہے تھے۔ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ ایک نے کہا۔
"مجھے معلوم ہے کہ تم کس کے اشاروں پر ناچتے ہو۔"
"خبردار سیاسی بحث میں میری بیوی کا ذکر نہیں آنا چاہیے۔" دوسرے نے کہا۔ (نادیہ اکرام۔ جنڈانوالہ)

☆☆☆

استاد نے طالب علموں کو ابتدائی طبی امداد پر ایک لمبا چوڑا لیکچر دے کر پوچھا۔ "فرض کرو میں سکول آ رہا ہوں، باہر کوئی شخص مجھے مکا مار کر گرا دے، میرا سر کسی چیز سے ٹکرائے اور میں وہیں گر جاؤں تو تم کیا کرو گے؟"۔
سب لڑکے خاموش رہے لیکن کلاس کے ایک کونے سے مدھم سی آواز آئی۔ "جناب ہم چھٹی کر لیں گے۔"

☆☆☆

ایک عورت نے اپنے طوطے کو بولنا سکھایا اور اسے ایسی تربیت دی کہ وہ عورت کے گھر کے مختلف کاموں کے سلسلے میں آنے والوں کے معاملات طے کرنے لگا۔
ایک دن کوئلے والا کوئلہ دینے آیا۔ طوطے نے اس سے کہا۔ "ہمیں دس بوریاں دیں۔" کوئلے والا 9 بوریاں دے کر بولا۔ "تم ایک ذہین پرندے ہو، تب ہی بولنا سیکھ گئے۔"
طوطے نے جواب دیا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو لیکن مجھے گنتی بھی آتی ہے۔ دسویں بوری بھی لے آؤ۔"
(نرمین انجم۔ دور ہو چک)

یاسر نبیلہ (سیالکوٹ) چوہدری حسن احمد (شمن آباد) خدیجہ تحریم (لاہور) سعد سلیم (مظفرگڑھ) حافظ محمد طارق رضا چشتی (ملتان) محمد طاہر (آزاد کشمیر) محمد حامد سعید (بہاولپور) عبدالباری انصاری (لاہور) کوثر خالد ہلال (جڑانوالہ) عبدالرحمٰن طاہر (سیالکوٹ) ثناء اکرم (یزمان) سید کامران شاہد (ڈیرہ غازی خان) سائرہ شاہد (ڈیرہ غازی خان) سید ذیشان شاہد (ڈیرہ غازی خان) محمد ذیشان (منڈی بہاؤالدین) عشرہ تبریز (وہاڑی) عائشہ رضا (اسلام آباد) طوبیٰ جاوید انصاری (بہاولنگر) طوبیٰ جاوید انصاری (بہاولنگر) کومل ندیم بٹ (سیالکوٹ) خدیجہ جیلانی (لاہور) حسان یعقوب (خانیوال) مدیحہ ہنار (چکوال) حافظ تحریم (کراچی) یحییٰ (لاہور) حافظ سجاد اللہ (رحیم یار خان) حاقب جنید (چکوال) محمد فضیل خالد (حافظ آباد) سکان فاطمہ (راجن پور) سیف اللہ (قصور) کائنات اکرم (ٹوبہ ٹیک) کنزہ وفا (آزاد کشمیر) طوبیٰ (کراچی) خدیجہ نور حقانی (کشمیر) عباس محمد سلیمان (گجرات) محمد عرب احمد (وہاڑی) فیض الٰہی (میلسی) حسنہ ذکی (ملتان) عتاب بیگ (گجرات) محمد حسیب طارق (راولپنڈی) ارسلان رسول (منڈی بہاؤالدین) انعم خضر بیگ (گجرات) محمد بلال خضاء (لاہور) ملک منیب الرحمٰن (چکوال) محمد کلیم عزیز (ضلع عمرکوٹ سندھ) مومنہ امتیاز (آزاد کشمیر) وسیم شہزاد کھوکھر (اٹک) عبداللہ فرخ علی (خوشاب) عبدالرحمان (سرگودھا) سیدہ فاطمہ زہرہ (راولپنڈی) عنبر علی (کلورکوٹ) زینب النساء (قصور) حنا تنویر (گوجرانوالہ) محمد قمر الزمان (خوشاب) حریم انور (لاہور) نصرت اللہ خان (میانوالی) عثمان حمید (منڈی بہاؤالدین) محمد سعید امان (پشاور) حبیب الرحمٰن (میاں چنوں) ثوبیہ اسلم (سرگودھا) محمد عصمت اللہ (مظفرگڑھ) جمیلہ افضل (جہلم) عائشہ طارق (گجرات) انعم عبدالعزیز مغل (ننکانہ) عائشہ مبین (سیالکوٹ) لیلیٰ ظفر (ملتان) مدیحہ ظفر (ملتان) بشریٰ ظفر (ملتان) حسن عبداللہ (سیالکوٹ) مشہود سلطان قادری (گوجرانوالہ) عبداللہ صادق (بہاولنگر) نعیم اللہ (خوشاب) زینب عمر (فیصل آباد) منیب احمد فاروقی (گوجرانوالہ) عتیق اکمل (بہاولنگر) کمیل خان (خوشاب) علاؤ خبیب (نور پور تھل) ماجد رشید (لاہور) سائرہ رشید (لاہور) اسماعیل حمید (نور پور تھل) عبدالمعیز (گوجرانوالہ) محمد سیف صابر (کوٹ ادو) حافظ احمد فیصل (خوشاب) عروج جمشید (لاہور) محمد اسداللہ (پاکپتن) محمد عاصم خالد (گوجرانوالہ) اریبہ ڈار (سیالکوٹ) اویس (خانیوال) محمد کمیل جمیل (پاکستان) حافظ محمد یحییٰ (منڈی بہاؤالدین) اریبہ اویس مغل (گوجرانوالہ) عفصہ عبدالخالق (وہاڑی) محمد عادل حسنین (ڈاہری) مریم جاوید (لاہور) مریم زکریا (لاہور) محمد قاسم رضا (گوجرانوالہ) شرح سلیم (لاہور) محمد آفتاب علی خان (راشد...) ملک عبدالحسیب کھرل (مظفرگڑھ) سلمان (جھنگ) صباء (ننکانہ) محمد زکریا حمزہ عمر (مظفرگڑھ) محمد راشد (مظفرگڑھ) حسام یحییٰ سعید (مظفرگڑھ) محمد عیسیٰ فاروقی (سیالکوٹ) حافظ عبدالعزیز (کراچی) کرن بریرہ سلیم (شوکوٹ) صبا مجاہد (تاندلیانوالہ) مدیحہ خالد (قصور) ام متین مصطفیٰ (پنڈی بھٹیاں) ماریہ قریشی (مظفرآباد) جویریہ اقبال (شیخوپورہ) محمد اقبال گلشن (چنیوٹ) محمد آرزو قمر

صفحہ بتائیے

1۔ ردا اکرم......لاہور
2۔ عائشہ بتول......اسلام آباد
3۔ عبدالحق......کراچی
4۔ احسان الحق......مستونگ

1۔ یحییٰ ولد محمد زکریا......لاہور
2۔ ثناء اکرم......یزمان
3۔ ثمر طورین......چنڈوادن خا
4۔ دانیال احمد......گوجرانوالہ
5۔ طوبیٰ رمضان......کراچی

(i) سہل اور سہیل (ii) حضرت ابوبکر صدیقؓ (iii) قبیلہ بنی سعد سے تعلق کی وجہ سے (iv) دو سال کی عمر میں (v) کیونکہ مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔

زبردست جملہ

1۔ سید شایان حسنین......اسلام آباد
آؤ اس سال اک کمال کریں
کام ہم بھی کوئی بے مثال کریں
2۔ حرا تنویر......گوجرانوالہ
اب کے سال تم ایسا کرنا
خوش رہنا اور خوشیاں دینا
3۔ وسیم شہزاد کھوکھر......اٹک
اس سال ہزاروں خوشیاں منائیں گے
عید میلاد النبیؐ دوبارہ منائیں گے
4۔ مریم کاشف......حیدرآباد
خوشی تم کو ملے، ہر دم تمہارا حال اچھا ہو
تمہارے واسطے اللہ کرے یہ سال اچھا ہو
5۔ زینب ناصر......فیصل آباد
نہ کوئی رنج کا لمحہ کسی کے پاس آئے
خدا کرے نیا سال سب کو راس آئے

اول کہانی۔ نئی نت......لکھاری۔ علی کمل قصور
دوم۔ کہانی۔ ساز دے......لکھاری۔ حاذق حسن
سوم۔ کہانی۔ محنت رائیگاں نہیں جاتی......
لکھاری۔ عروبہ فاطمہ
خصوصی انعام۔ شایا کی کہانی......
لکھاری۔ سردار احمد بزدار

نذیر احمد شاکر عمیر طاہر اس مقابلے میں شامل نہیں ہوسکتا ان کے نام نہ لکھا کریں۔

1۔ عائشہ جاوید......لاہور
2۔ احمد مجید......جڑانوالہ
3۔ علیزہ زینب......شورکوٹ
4۔ مریم زکریا......لاہور
5۔ عائشہ سیماب......گوجرانوالہ

کوئز کی دنیا جنوری 2015 کے درست جوابات

(i) یکم جنوری سے (ii) یکم محرام الحرام (iii) 1436 ہجری (iv) 12 ربیع الاول (v) ربیع الاول۔

مقابلے میں حصہ لینے والے تمام لکھاری اپنی تحریروں کے شروع میں واضح طور پر مقابلے کا نام لکھا کریں اور تحریر کے آخر میں مکمل نام بولدیت، پتہ لکھا کریں فون نمبر لکھنا چاہیں تو وہ بھی لکھ دیں۔

اس ماہ کے جملے

1۔ یہ گھر کی دیواریں آپ نے خراب کی ہیں؟
2۔ ہم میں نہیں ہیں لیکن اپنے ساتھ ہمیشہ ہوں گے
3۔ اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے
4۔ ”میری فیملی کو اڈین ہائی کیشن چھوڑ دو“
5۔ یہ سن کر چوزوں نے سر ہلایا اور کہا

کوئز کی دنیا

1۔ قطب الدین ایبک کا مقبرہ کس شہر میں ہے؟
2۔ پاکستان کس سن ہجری میں قائم ہوا تھا؟
3۔ دنیا کی سب سے بڑی لائبریری کون سی ہے؟
4۔ مشہور شاعر ناصر کاظمی کا انتقال کب ہوا؟
5۔ کرکٹ کا ورلڈ کپ کب شروع ہو رہا ہے؟

اس ماہ کے جملے

جو پانچ جملے دیے گئے ہیں وہ ”پھول“ کے مختلف صفحات پر موجود ہیں وہ پانچ جملے تلاش کریں اور پھول میں موجود کوپن پر ان صفحات کے نمبر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوا دیں۔

زبردست جملہ

آخری صفحے پر شائع کی گئی تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ ”پھول“ میں موجود کوپن پر لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوا دیں اور انعام پائیں۔

وہ کچھ اور ہی سوچ رہے تھے لیکن اچانک......

"امی جان! آج سکول جانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ آج چھٹی کرنے دیں۔" ننھے فہد نے صبح اٹھتے ہوئے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں بیٹا، سکول سے چھٹی نہیں کرنی، آپ کے بابا کو کیا کہوں گی میں؟ ویسے بھی میرے بیٹے نے تو بڑا آدمی بننا ہے اور اگر سکول جانے کو دل نہیں چاہے گا تو "بڑا آدمی کیسے بنے گا؟" امی جان نے پیار سے فہد کے سر میں انگلیاں پھیریں۔

"بڑا آدمی" کا لفظ سننا تھا کہ ننھے فہد میں ایک دم سے توانائی آ گئی۔ اس کی بڑی بڑی معصوم آنکھیں مزید روشن ہو گئیں۔ چہرے پر ایک عجیب سی چمک آ گئی۔ "امی جان میں نے پاک فوج میں جانا ہے اور بابا سے آگے جانا ہے۔" ایک دم سے گرم کمبل پیچھے کرتے ہوئے فہد نے بے حد جوش سے کہا تو اس کی امی جان کی آنکھوں میں بھی خوشی کی چمک آ گئی۔

"شاباش میرا بیٹا اب جلدی سے تیار ہو جاؤ"۔

ہمیں ماتھے پہ بوسہ دو
کہ ہم کو تتلیوں کے
جگنوؤں کے دیس جانا ہے!!

"مجھے تمہارا سکول میں پڑھانا بالکل پسند نہیں۔" اختر نے اپنی بیوی ملاہا سے کہا جو کافی دیر سے بیٹھی اگلے روز کے اسباق تیار کر رہی تھی۔

"پڑھانا میرا جنون ہے اور وہ بھی سکول کے بچوں کو، اگر ہم اپنے سکول کے بچوں کو صحیح طرح سے تعلیم و تربیت دیں گے! تب ہی کل کو ہمارا مستقبل روشن ہوگا۔"

"تو کیا تمہارے پڑھانے سے اس ملک کا مستقبل روشن ہو جائے گا جو تقریباً نصف صدی کے بعد بھی اپنے نظام تعلیم کو بہتر نہیں بنا سکا۔ ابھی تک ہم اردو اور انگلش میڈیم سے باہر نہیں نکل سکے تو اس قوم کو کیسے روشن مستقبل دیں گے۔" اختر صاحب نے نہایت برے انداز میں قوم کی موجودہ حالت پر تبصرہ کیا۔ ملاہا کہاں چپ رہنے والی تھی۔ "تنقید برائے تنقید کرنا بہت آسان ہوتا ہے اور کم سے کم اپنے حصے کا کام تو ہر انسان کو کرنا چاہیے۔ اس سے بھی بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے آدھے سے زیادہ مسائل اس لئے بھی حل نہیں ہوتے کہ ہم نے اپنی سوچ نہ بدلنے اور تنقید کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ سارا الزام دوسروں یا حکومت کو دینا بڑا آسان کام ہے۔ یہ ملک، یہ بچے ہمارے ہیں۔ ان کو ٹھیک بھی تو ہم نے کرنا ہے اور باہر سے تو اٹھ کر کوئی نہیں آئے گا جو اس ملک کے مسائل کو حل کرے۔"

"ہاں ہاں تم نے تو جیسے سارے مسائل حل کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے اور ویسے بھی جس کے لئے تم اتنی محنت کر رہی ہو وہاں تنخواہ بھی تو اتنی اچھی نہیں دی جاتی سکول ٹیچر سمجھ کر۔ انسان اتنی محنت وہاں کرے جہاں پیسہ اچھا ملے۔"

"میرا مشن پیسہ کمانا نہیں بلکہ بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کرنا ہے۔ جو اسی صورت ممکن ہے جب ہم اپنی سوچ بدلیں گے اور مشکل مسائل میں رہتے ہوئے ان کا مقابلہ کر کے ان کو حل کریں گے۔" ملاہا نے کہا۔

"بہر حال جو بھی ہے مجھے یہ تمہارا اس طرح سے جان کو ہلکان کرنا بالکل بھی پسند نہیں۔ اپنی صحت تو دیکھو" اختر صاحب کو ایکدم سے اپنی بیگم کی صحت کی فکر لاحق ہونے لگی۔

☆☆☆
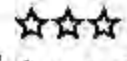
مس ملاہا جیسے ہی انگریزی پڑھانے کے لئے جماعت میں داخل ہوئیں سارے بچے ایکدم خوشی سے نہال ہو گئے۔ مس ملاہا ان کی پسندیدہ استاد تھیں۔

"پیارے بچو! قوموں کی زندگی میں بہت مشکل وقت بھی آتا ہے لیکن بہادر قومیں ان کا مقابلہ بہت بہادری اور جان نثاری سے کرتی ہیں۔" مس ملاہا ہر پیریڈ کے اختتام پر بچوں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کا درس ضرور دیتیں۔

"عدنان آپ میرے پاس آؤ۔ کیا ہوا؟ آج اتنے اداس کیوں ہو؟"

"مس آج میرے پاس لنچ نہیں ہے میری امی جان بیمار ہیں۔" عدنان نے آہستگی سے کہا۔

ملاہا نے پیار سے اس کے گال کو چھوا اور کہا۔ "تو اس میں اداس ہونے کی کیا بات ہے آج تو ہم ویسے بھی پارٹی کریں گے۔ کیوں بچو آج سب مل کر کھانا کھائیں گے۔ میری طرف سے آپ سب کیلئے ٹافیاں ہیں۔" سب بچے خوش ہو گئے۔

اگلے روز مس ملاہا کا پیریڈ ختم ہونے والا تھا کہ سکول کے باہر اچانک سے زوردار فائرنگ شروع ہو گئی۔ بچوں کو چند لمحے تو کچھ سمجھ نہ آیا۔ مس ملاہا نے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایکدم بچوں سے مخاطب ہو کر کہا بچو ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ سارے بچے ایک دم سے مس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا۔ "آپ اپنے اپنے ڈیسک کے نیچے چھپ جائیں۔"

کچھ دیر میں ہر طرف خون، شور، چیخ و پکار اور قیامت خیز مناظر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ پرندے بھی اس ظلم کو دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے وہاں سے اڑ کر چلے گئے۔

پرندے کیوں نہیں آتے؟
سنگر کیوں نہیں گراتے؟

دنیا میں ظلم کی بہت سی داستانیں لوگوں نے سنی اور دیکھی تھیں لیکن پشاور کے آرمی پبلک سکول کی دل ہلا دینے والی داستان آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور نہ کسی کان نے سنی۔ ایسا لگتا تھا کہ دہشت گردوں کے سینے میں دل نہیں بلکہ پتھر تھے۔ ہر کلاس میں خون کی ایک عجیب داستان رقم تھی جو شاید قلم لکھ بھی نہیں سکتا لیکن سلام ان بہادر بچوں اور اساتذہ پر جنہوں نے اس خونی جنگ میں بھی بھرپور مقابلہ کیا اور پاک آرمی نے اس آپریشن کو کامیابی سے مکمل کیا اور تمام دہشت گردوں کو ہلاک کیا۔ بہت سے بچے جو گھروں سے پڑھنے آئے تھے ابدی نیند سو گئے۔

کہاں ہے ارض و سما کا مالک
کہ چاہتوں کی رگیں کریدے
اسے کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے
کوئی تو چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو میں تر ہے
زمین جنازہ بنی ہوئی ہے

ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک

حنیف عباسی

ساجدہ حنیف

گر تو می خواہی کہ باشی خوش نویس
می نویس و می نویس و می نویس

ترجمہ: اگر تو چاہتا ہے کہ تمہاری لکھائی اچھی ہو تو لکھتا رہ لکھتا رہ۔

یہ فارسی کا ایک شعر ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو آپ بہت بڑے خوش نویس بن سکتے ہیں۔

پہلے زمانہ میں تختی، دوات، قلم اور سلیٹ کا استعمال بچوں کے لئے لازمی ہوتا تھا۔ تختی کو بڑی اچھی گاچنی مل کر صاف کیا جاتا۔ قلم بانس کی بنائی جاتی اور ترچھا خط بنایا جاتا۔ خوبصورت دوات ہوتی۔ روشنائی ڈال کر استعمال شدہ سوتی کپڑے کا ٹکڑا ڈال روشنائی سیاہی جو دانے دار ہوتی تھی تھوڑا سا پانی ملا کر قلم سے ہلایا جاتا۔ سرکاری سکولوں میں سلیٹ کا استعمال ایک اچھا تجربہ ہوتا یعنی سوال یا املا غلط ہوجاتی تو اُسے کپڑے سے مٹا کر دو، دوبارہ ٹھیک کیا جاتا یعنی کاپی کا استعمال کم ہوتا تھا۔ ہولڈر کا استعمال بہت ہوتا، اردو لکھنے کے لئے نب لوہے کی چوڑی لگانی پڑتی، انگلش لکھنے کے لئے (G) جی کی نب استعمال ہوتی۔ وہ لوہے کی ہوتی جو کہ بہت خوبصورت لگتی تختہ سیاہ کے لیے چاک استعمال ہوتا۔

سادہ زمانہ تھا جب انسپکٹر صاحب نے اسکول کا دورہ کرنا ہوتا تو سب سے اچھی لکھائی والی تختی یا کاپی رکھی جاتی۔ اس زمانے میں لکھائی کا بہت خیال رکھا جاتا۔

ہمارے خاندان میں سب بچوں کی لکھائی خوش خط ہوتی۔ میری اساتذہ اکثر مجھ سے قلم اور ہولڈر دیکھتیں میں پھر بڑے فخر سے کہتی قلم میرے دادا جی نے تراش کر دی ہے اور لکھائی میری ہے۔ پھر میرے بھائی جو مستی گیٹ سکول لاہور اور شیرانوالا گیٹ سکول لاہور میں پڑھتے تھے ان سے تختی لکھوانے کو بڑے نل کے نیچے بیٹھ جاتے۔ سکول میں اُن سے خوب صورت چارٹ لکھوا کر خاص کر علامہ اقبالؒ کی نظمیں لکھوا کر لگائی جاتیں۔

میرے شوہر حنیف عباسی بھی خوش نویس تھے۔ اُن کی لکھائی کے نمونے بچوں کے لئے پیش ہیں۔ 1956ء میں وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے ان کی عربی اور اردو کی لکھائی نہایت خوبصورت تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں گیارہویں میں داخل ہوئے اُن کی خوشخطی دیکھ کر پروفیسر صاحب نے انہیں کتابت کا ذمہ سونپ دیا۔ وہ اپنے رسالے ''کریسنٹ'' کی تزئین و آرائش اور کتابت خود کرتے پھر تقریب ہوتی تو اس کے لئے مہمانوں کے لیے دعوتی کارڈ بھی لکھتے۔ ان کا لکھا ہوا کالج کا بورڈ بھی کئی سال تک وہاں لگا رہا۔ انہوں نے انگریزی اور عربی میں بی اے میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل حاصل کیے۔ اب ان کے بچوں کی لکھائی بھی ماشاء اللہ بہت خوب صورت ہے۔ انہوں نے اپنی وفات سے قبل پروین زریں رقم کی کاپیاں لا کر دیں۔ جس کو دیکھ کر میرے دونوں بیٹے لکھتے۔

وفات سے پہلے اپنی تمام کاپیاں اور تصاویر مجھے دے دیں۔ میں نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے حوالے کیوں کردیں؟ کہنے لگے مجھے یقین کہ آپ انہیں سنبھال کر رکھیں گی۔

اُن کی امانت میرے پاس ابھی بھی موجود ہے جو کہ میرے کام بھی آرہی ہے۔ 1957ء کی لکھائی سے لے کر 1994ء تک کی تصاویر میرے پاس ہیں۔ جن میں اُن کے پرنسپل حمید احمد خان صاحب مرحوم جو بعد میں وائس چانسلر بنے اُن کی تصاویر بھی میرے پاس موجود ہیں جو کہ ایک نہایت شفیق استاد تھے۔ بچوں سے میں گزارش کروں گی کہ بڑوں سے ضرور کچھ سیکھیں۔ معلوم ہے کہ آجکل کا زمانہ بدلا ہوا لیکن پھر کوشش تو ہم کرسکتے ہیں نا۔

EDITORIAL BOARD

اسلامیہ کالج کے مجلہ ''کریسنٹ'' 1956-57ء میں شائع ہونے والی تصویر جس میں حنیف عباسی دوسری قطار میں پہلے نمبر پر کھڑے ہیں۔

اے مایۂ صد عز و افتخار

حنیف عباسی کے ہاتھ سے لکھا ہوا دعوتی کارڈ

انہوں نے بی اے انگریزی اور عربی میں ٹاپ کر کے دو گولڈ میڈل حاصل کیے

انہوں نے اپنے بچوں کو بھی خوش خط بنایا

ساجدہ حنیف

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا

مجھے بچوں کی پانچ عادتیں بہت پسند ہیں

1 ۔ وہ رو کر مانگتے ہیں اور اپنی بات منوا لیتے ہیں۔

2۔ وہ مٹی سے کھیلتے ہیں اور غرور و تکبر خاک میں ملا دیتے ہیں۔

3۔ جو مل جائے کھا لیتے ہیں۔ زیادہ جمع کرنے یا ذخیرہ کرنے کی ہوس نہیں رکھتے۔

4 ۔ لڑتے ہیں، جھگڑتے ہیں اور پھر صلح کر لیتے ہیں یعنی دل میں حسد، بغض اور کینہ نہیں رکھتے۔

5۔ مٹی کے گھر بناتے ہیں کھیل کر گرا دیتے ہیں یعنی وہ بتاتے ہیں کہ یہ دنیا باقی رہنے والی نہیں بلکہ ختم ہو جانے والی ہے۔

"لفظ لفظ موتی"

☆ اپنے رب کو یہ نہ بتاؤ کہ تمہاری مشکل کتنی بڑی ہے۔ بلکہ اپنی مشکل کو بتاؤ کہ تمہارا رب کتنا بڑا ہے۔

☆ جو شخص سب سے زیادہ محبت کر سکتا ہے وہ سب سے زیادہ نفرت بھی کر سکتا ہے کیونکہ آئینہ چاہے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ٹوٹ جانے پر خنجر بھی بن جاتا ہے۔

☆ سمجھدار وہ نہیں جو بڑی بڑی باتیں کرنے لگے بلکہ وہ ہے جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو سمجھے۔

☆ زندگی سے آپ جتنا بہتر سے بہتر لے سکتے ہیں لے لیں کیونکہ جب زندگی لینے پر آتی ہے تو سانس تک نہیں چھوڑتی۔

☆ اللہ تعالیٰ سے وہ مانگو جس کے تم حقدار ہو، وہ نہیں بلکہ جو تم چاہتے ہو کیونکہ ہو سکتا ہے جو تم چاہتے ہو وہ کم ہو اور جس کے تم حقدار ہو وہ زیادہ ہو۔

☆ اگر تم اپنی ہر مسکراہٹ کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے تو پھر اپنے ہر آنسو کے بعد اللہ تعالیٰ سے شکایت کیوں کرتے ہو۔

بانیہ زہرہ، سکندر آباد

خزانہ معلومات

O ترکی کا قومی نشان انار ہے۔

O دنیا میں پہلی عظیم مسلمان خاتون کا نام حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہے۔

O قرآن پاک کی پہلی وحی "سورۃ العلق" ہے۔

O کالجوں کا شہر لاہور کو کہا جاتا ہے۔

O خوشبوؤں کا شہر پیرس کو کہا جاتا ہے۔

O جسم میں پٹھوں کی تعداد 620 ہے۔

O دنیا کی پہلی خاتون پائلٹ کا نام صبیحہ بیگم تعلق ترکی سے ہے۔

O مینار پاکستان کا نقشہ روس کے مسلمان ماہر تعمیرات نصیر الدین مرات نے تیار کیا۔

O مینار پاکستان کا ٹھیکہ 9 مئی 1963ء کو مسلم لیگی رہنما عبدالخالق کو دیا گیا۔

O مینار پاکستان کی تعمیر پر پچاس لاکھ روپے لاگت آئی۔

O مینار پاکستان کی 20 منزلیں ہیں۔

O علامہ اقبالؒ کے مزار کا نقشہ نواب زین یار جنگ نے تیار کیا۔

O سال میں سب سے بڑا دن 22 جون کا ہوتا ہے۔

O ہاکی کے پہلے چیمپئن ملک کا نام پاکستان ہے۔

O سال میں سب سے چھوٹا دن 22 دسمبر ہوتا ہے۔

O مینار پاکستان کی 330 سیڑھیاں ہیں۔

O مینار پاکستان کی بلندی ایک سو 96 فٹ ہے۔

یاسر رضا، لاہور

کیا آپ کو خبر ہے کہ آپ کچھ کھو رہے ہیں؟ نہیں خبر نا۔ بس یہ چیز ہی ایسی ہے کہ بہت سے لوگ اس سے بے خبر رہتے ہیں اور اس کی قدر نہیں کرتے۔ ارے پریشان کیوں ہو گئے میں وقت کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ وقت وہ قیمتی سرمایہ ہے جو قدرت نے ہر شخص کو یکساں عطا کیا ہے۔ جو لوگ اس سرمائے کو معقول طریقے سے کام میں لاتے ہیں زندگی میں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی دوست بھیس بدل کر آتا ہے اور چپ چاپ بیش قیمت تحفے اپنے ساتھ لاتا ہے لیکن ہم اگر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہ چپکے سے اپنے تحائف لئے واپس چلا جاتا ہے اور پھر کبھی واپس نہیں آتا۔ دن میں ایک گھنٹہ خرچ کر کے ہر انسان بھی دس سال میں عالم و فاضل بن سکتا ہے۔ ایک گھنٹے میں معمولی سا لڑکا خوب اچھی طرح سمجھ کر کتاب کے بیس صفحے اور اسی حساب سے سال بھر میں سات ہزار صفحات بھی پڑھ سکتا ہے۔ وقت کے پاؤں کی آہٹ نہیں سنی جا سکتی لہٰذا ہم سب کو چاہیے وقت کی قدر کریں۔

احمد رضا انصاری، کوٹ ادو

☆ دنیا میں سب سے اچھا سوال یہ ہے کہ میں کون سی نیکی کر سکتی (کر سکتا) ہوں۔
☆ دیو کی طاقت رکھنا اچھی بات ہے مگر دیو کی طرح استعمال کرنا بُرا ہے۔
☆ تاریخ انسان کے دل کی ترجمان ہے۔
☆ کانچ کا نازک ٹکڑا ٹوٹ کر تیز دھار چھرا بن جاتا ہے یہی کیفیت ٹوٹے دل کی ہے۔
☆ خدا کی چکی نہایت آہستہ چلتی ہے لیکن بے حد باریک پیستی ہے۔

(ثمرہ اجمل، تتّے عالی گوجرانوالہ)

☆ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے چاہئیں۔
☆ کھانا کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں۔
☆ جتنا کھانا کھا سکتے ہیں اتنا پلیٹ میں ڈالیں۔
☆ کھانا کھانے کے بعد کی دعا الحمد للہ یعنی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔
☆ مل جل کر کھانا کھانے سے برکت ہوتی ہے۔

(محمد شکیب، بہاولپور)

سنہرے اقوال

پیسہ
پیسہ کہتا ہے مجھے حاصل کرو اور باقی سب بھلا دو۔
وقت
وقت کہتا ہے میرے پیچھے چلو باقی سب کو بھلا دو۔
مستقبل
مستقبل کہتا ہے میرے لئے کوشش کرو باقی سب کو بھلا دو۔
اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ صرف اتنا کہتا ہے کہ مجھے یاد رکھو میں سب کچھ تمہارے قدموں میں ڈال دوں گا۔

(محمد نعمان، روڈہ تھل)

کسی کی غلطیاں دل میں رکھنے کی بجائے درگزر کرو کیونکہ تم بھی تو اپنے پروردگار سے یہی "توقع" رکھتے ہو۔

فرمان حضرت علیؓ

"ہمیشہ اچھے کے ساتھ اچھے رہو لیکن بُرے کے ساتھ بُرے نہ بنو کیونکہ تم پانی کے ساتھ خون تو صاف کر سکتے ہو مگر خون کے ساتھ خون نہیں"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا "بہترین ہم نشین کون ہے؟" فرمایا "ایسا دوست جس کا دیکھنا تمہیں اللہ کی یاد دلا دے، جس کی گفتگو تمہارے علم میں اضافہ کرے اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلا دے"۔ (بحوالہ: مسند ابو یعلیٰ 2437)

(محمد حمزہ یعقوب ساگر، روہیلانوالی)

معدان بن طلحہ کا بیان ہے کہ میری ملاقات حضرت ثوبانؓ سے ہوئی جو حضور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا، آپ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس کے سبب میں جنت میں چلا جاؤں۔ یہ بات سن کر وہ خاموش رہے۔ میں نے دوبارہ درخواست کی تو انہوں نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بکثرت سجدہ کرنے کا انتظام کرو۔ تم جو سجدہ بھی اللہ کو کرو گے اللہ اس سے تمہارا ایک درجہ اونچا کرے گا اور تمہارا ایک گناہ ساقط کر دے گا۔ معدان کہتے ہیں کہ پھر میں نے حضرت ابو الدرداءؓ سے ملاقات کی اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو حضرت ثوبانؓ نے دیا تھا۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو بندہ بھی اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو اللہ اس سجدہ کے سبب ضرور اس کا درجہ اونچا کرتا ہے اور ایک گناہ ساقط کر دیتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا
جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہو جاتا ہے کہ ہائے ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اس کیلئے جنت ہو گئی اور مجھے کہا گیا اور میں نے سجدہ نہ کیا اور میرے لئے دوزخ ہو گئی۔

سعدیہ سجاد۔ داجل

بجلی کے متعلق دلچسپ معلومات

☆ جاپان میں طالب علموں کیلئے بجلی مفت ہے۔
☆ اٹلی میں سب سے زیادہ بجلی پیدا ہوتی ہے۔
☆ انگلینڈ میں لوگ اپنی ضروریات کی بجلی پیدا کر سکتے ہیں۔
☆ چین میں تمام گھروں کے لئے بجلی مفت ہے۔
☆ ترکی اپنے علاوہ 3 ممالک کو بجلی دیتا ہے۔
☆ امریکہ میں لوگ بجلی بنا کر گورنمنٹ کو بیچتے ہیں۔
☆ انڈیا میں کوئلے سے 70% بجلی پیدا ہوتی ہے۔
☆ پاکستان میں صارفین کی اکثریت کو بجلی میڈیسن کی طرح دی جاتی ہے۔ 2 گھنٹے صبح...... 2 گھنٹے دوپہر...... اور...... 2 گھنٹے شام
خدا کرے یہ مسئلہ بھی جلد حل ہو جائے (آمین)

جام سخی سعید۔ روہیلانوالی

سنہری باتیں

☆ وہ لوگ بہتر نہیں جو آخرت کے لئے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں بہتر تو وہ ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کو حاصل کرتے ہیں۔
☆ دنیا میں ان ہی لوگوں کی عزت ہوتی ہے جنہوں نے اپنے استاد کا احترام کیا۔
☆ زندگی ایک ہیرا ہے جسے تراشنا انسان کا کام ہے۔
☆ بدبخت ہے وہ شخص جو مر جائے مگر اس کا گناہ نہ مرے یعنی وہ ایسا بُرا کام کر جائے جو اس کے مرنے پر بھی جاری رہے۔
☆ خدا جب کسی بدبخت کو دکھ دینا چاہے تو وہ بدقسمت ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔
☆ انسان کو چار چیزیں بلند کرتی ہیں علم، حلم کرم اور خوش کلامی
☆ موت صرف ایک بار ملتی ہے اس لئے عزت کی موت ملنے کی دعا کرنی چاہیے اور بہادر ہمیشہ عزت اور وقار کی موت ہی مرتے ہیں۔
☆ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچاتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل اور بے عزت کرنا۔
☆ بلند حوصلہ انسان کے ہاتھ میں آ کر مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔
☆ اس کیلئے تباہی ہے جس کی عزت اس کے ڈر سے کی جائے۔

(محمد بلال منشاء، لاہور)

”پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو“

قومی یوم اطفال کے موقع پر بزم ہمدرد نونہال لاہور کا خصوصی اجلاس

قومی یوم اطفال (پیدائش شہید حکیم محمد سعیدؒ) کے موقع پر بزم ہمدرد نونہال ”پاکستان سے محبت کرو پاکستان کی تعمیر کرو“ قول سعید کے موضوع پر ہمدرد مرکز لاہور میں ہوئی۔ یہ تقریب خاص طور پر خصوصی بچوں کے نام کی گئی۔ اس موقع پر صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ سعدیہ راشد، وزیر برائے خصوصی تعلیم حکومت پنجاب آصف سعید منہیس، ممبر پنجاب اسمبلی ڈاکٹر عالیہ آفتاب، شہزادہ کبیر احمد اور زیب النساء نے کہا کہ حکومت خصوصی افراد کی بحالی کے لئے اقدامات کر رہی ہے تاکہ یہ بچے معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے اپنی ذمہ داریاں خود ادا کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ ہماری کوشش ہے کہ سپیشل نونہال نارمل نونہالان کے ہمراہ شانہ بشانہ کھڑے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ شہید حکیم محمد سعید نونہالوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے وہ انہیں اپنا مستقبل کہتے تھے۔ محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ حکیم صاحب نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق کے لیے وقف کر دی تھی، وہ نونہالوں کی بہترین تعلیم و تربیت اور ان میں خودداری اور خود اعتمادی کو پاکستان کی ترقی واستحکام کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔

اس موقع پر نونہال مقررین نویرا بابر، مہرال قمر، ملائکہ صابر، طیبہ رزاق، دعا منصور، محمد علی اور الوینہ خان شامل تھے۔ مقررین نے اپنے خیالات میں کہا کہ حکیم صاحب نے اپنی پوری زندگی خدمت خلق کے لیے وقف کر دی تھی، وہ نونہالوں کی بہترین تعلیم و تربیت اور ان میں خودداری اور خود اعتمادی کو پاکستان کی ترقی واستحکام کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔

معروف شاعر علی رضا کے لئے قومی سیرت ایوارڈ

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان ممنون حسین نے 12 ربیع الاول کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کے تحت اسلام آباد میں ہونے والی قومی سیرت، کانفرنس میں معروف شاعر، بین الاقوامی شہرت یافتہ نعت خواں اور پی ٹی وی لاہور شعبہ حالات حاضرہ کے پروڈیوسر علی رضا کو ان کے نعتیہ شعری مجموعے ”ثنائے سرور صلی اللہ علیہ وسلم“ پر قومی سیرت ایوارڈ سے نوازا ہے۔ پنجاب کے ضلع ساہیوال سے تعلق رکھنے والے علی رضا کی اس وقت تک نظم ونثر پر مشتمل پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان کے نعتیہ شعری مجموعے ”ثنائے سرور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ برس صوبائی محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب کی طرف سے بھی اول صوبائی سیرت ایوارڈ مل چکا ہے۔

پریس کلب کی لٹریری کمیٹی کے تعاون سے نیشنل بک فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام لاہور پریس کلب میں دو روزہ کتاب میلہ کے موقع پر پارلیمانی سیکرٹری رانا محمد ارشد، ایم پی اے ماجد ظہور، بک ایمبیسیڈر پروفیسر ناصر بشیر، اعزاز احمد آذر اور دیگر کتابیں دیکھ رہے ہیں

لاہور پریس کلب کی لٹریری کمیٹی کے تعاون سے نیشنل بک فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام لاہور پریس کلب میں دو روزہ کتاب میلہ لگایا گیا جس میں اراکین پریس کلب اور کتب بینی کے شائقین کو ریڈرز کلب کا ممبر بنایا گیا اور انہیں پچپن فیصد رعایت پر کتابیں فراہم کی گئیں۔ کتاب میلے میں پریس کلب کے ارکان نے بھرپور دلچسپی کا اظہار کیا اور پانچ سو کے قریب افراد ریڈرز کلب کے ممبر بنے جنہوں نے پچاس ہزار سے زائد مالیت کی کتب خریدیں۔ اس کتاب میلے کا افتتاح نیشنل بک فاؤنڈیشن کے ایم ڈی پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور بک ایمبیسیڈر پروفیسر ناصر بشیر نے کیا۔ اس موقع پر ان کے ہمراہ اطلاعات ونشریات پنجاب کے پارلیمانی سیکرٹری رانا محمد ارشد، رکن صوبائی اسمبلی ماجد ظہور، محمد شعیب مرزا، اعزاز احمد آذر اور ڈاکٹر آصف محمود جاہ بھی موجود تھے۔ لاہور پریس کلب کے سیکرٹری محمد شہباز میاں نے بک اسٹال لگانے پر نیشنل فاؤنڈیشن کے عہدیداران کا شکریہ ادا کیا۔

عابدہ مقبول کا اعزاز

الفاطمہ گرامر سکول مانانوالہ کی ہونہار طالبہ عابدہ مقبول احمد نرسری سے جماعت ہشتم تک ہر جماعت میں اول آئی ہیں۔ اس کے علاوہ عابدہ مقبول تقریری مقابلوں، مزاحیہ خبریں پڑھنے کے مقابلے، شاعری، سکول کے ڈراموں میں حصہ لینا اور کھیلوں میں بھی نمایاں پوزیشن حاصل کرتی رہی ہیں۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ملک وقوم اور والدین کا نام روشن کرنا چاہتی ہیں۔

لاہور گیریژن اکیڈمی فار کیمبرج سٹڈی لاہور کینٹ کے زیر اہتمام بین الکلیاتی مشاعرے میں ایک طالبہ اپنا کلام سنا رہی ہیں۔ چیئرمین میجر جنرل (ر) لیاقت علی (ہلال امتیاز، ملٹری) محمد شعیب مرزا اور پرنسپل ڈاکٹر روبینہ انجم مشاعرہ سن رہے ہیں

ملتان جونیئر اینڈ سیکنڈری سکول ملتان کی ہونہار طالبہ حمنہ ڈکی نے جماعت ہشتم میں 750 میں سے 750 نمبر حاصل کر کے A+ گریڈ اور اول پوزیشن حاصل کی ہے۔ حمنہ اس سے قبل نمایاں پوزیشن سے کامیاب ہوتی رہی ہے۔

حسیب پاشا کی والدہ کا انتقال

محکمہ اطلاعات کے سینئر افسر اور ڈرامہ "عینک والا جن" کے مقبول فنکار حسیب پاشا کی والدہ گزشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

...قادری کے بھائی محمد ریحان قادری کا انتقال

قادری گروپ آف انڈسٹریز کے ڈائریکٹر اور پھول ٹیم کی ہونہار مقررہ ایسہ فاطمہ قادری کے انکل گزشتہ دنوں ہارٹ اٹیک سے اچانک انتقال کر گئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل اور مرحومین کے لئے زیادہ سے زیادہ صدقہ جاریہ کی توفیق بخشے۔ تمام پھول ساتھیوں سے فاتحہ اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خوشخبری

ماہنامہ "پھول" کے زیر اہتمام لاہور اور مختلف شہروں میں لکھاریوں کی تربیت، قلمی صلاحیتوں میں اضافے اور زندگی میں کامیابیاں حاصل کرنے کے حوالے سے تربیتی ورکشاپس کے انعقاد کا آغاز کیا جا رہا ہے جن میں معروف ادیب، شاعر، دانشور، ٹرینرز اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے سرکردہ افراد لیکچر دیں گے۔ جو لکھاری لاہور یا اپنے شہروں میں ان تربیتی ورکشاپس میں شرکت یا انعقاد میں دلچسپی رکھتے ہوں وہ اپنے کوائف بھجوائیں۔

(ماہنامہ "پھول" 23 کوئنز روڈ، لاہور)

امن، رواداری، بھائی چارہ کے موضوع پر شعری (غزل، نظم) مقابلہ کا اہتمام کیا گیا ہے جس میں لاہور کے مختلف کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء و طالبات حصہ لے سکتے ہیں۔
اردو یا پنجابی دونوں یا کسی ایک زبان میں غزل یا نظم 5 فروری 2015ء تک ای میل کی جا سکتی ہے۔ اول، دوم اور سوم آنے والوں کو انعامات دیے جائیں گے۔ برائے رابطہ: زاہد حسن:
0321-8893035
Zahid@dchd.org.pk
umeedjawan@dchd.org.pk

گیریژن اکیڈمی فار کیمبرج سٹڈی لاہور میں بین الکلیاتی محفل مشاعرہ

گیریژن اکیڈمی فار کیمبرج سٹڈیز، لاہور کینٹ میں بزم ادب کے زیر اہتمام بین الکلیاتی محفل مشاعرہ کا انعقاد کیا گیا، جس میں لاہور گیریژن ایجوکیشن سسٹم کے تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ لاہور کے نمایاں تعلیمی اداروں کے طلبہ و طالبات نے اپنا کلام پیش کیا۔ غزل کے لیے طرح مصرع "ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں" جب کہ نظم کا عنوان "خواہش" تھا۔ مشاعرہ کے تقریب میں ایڈیٹر "پھول" و صدر پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی محمد شعیب مرزا نے خصوصی شرکت کی۔ منصفین کے فرائض معروف شعراء صادق جمیل، حسن جاوید اور عرفان صادق نے ادا کیے۔ مشاعرہ کے آخر میں چیئرمین ایل جی ای ایس نے طلبہ و طالبات میں انعامات تقسیم کیے۔
دور غزل میں اول انعام شہباز گوہر (پنجاب کالج آف کامرس)،

لاہور گیریژن اکیڈمی کے مشاعرے میں پرنسپل ڈاکٹر روبینہ انجم، اور ایک طالب اپنا کلام سنا رہی ہیں۔ مہمان کو رنظامت کر رہی ہیں

مہمان خصوصی لاہور گیریژن ایجوکیشن سسٹم کے چیئرمین میجر جنرل (ر) لیاقت علی، ہلال امتیاز (ملٹری) تھے۔ اس موقع پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اردو ادب میں کلام شاعر بزبان شاعر کی مستحکم روایت موجود ہے مگر گردشِ دوراں کے باعث یہ توانا روایت ماضی کا حصہ بنتی جا رہی ہے۔ عصر حاضر میں معدوم ہوتی مشاعرہ کی اس روایت کے احیاء کے لیے گیریژن اکیڈمی فار کیمبرج سٹڈیز سرگرم عمل ہے اور آج کا بین الکلیاتی محفل مشاعرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ میں محفل مشاعرہ کے انعقاد پر ادارے کی پرنسپل ڈاکٹر روبینہ انجم اور منتظمین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دوم انعام رباب زہرا (لاہور کالج یونیورسٹی برائے خواتین) اور سوم انعام عروج سکندر نے (پائلٹ ہائی سکول برائے طالبات) حاصل کیا۔
دور نظم میں اول انعام حمزہ طارق (لاہور لیڈا)، دوم انعام محمد ابو سفیان (گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ) اور سوم انعام مہا علی خان (گیریژن اکیڈمی فار گرلز) نے حاصل کیا۔ انتظامی کمیٹی میں نذیر الحسن اجالوی، رضا عباس رضا اور محمد انیس حجازی شامل تھے جنہوں نے عمدہ طریقے سے فرائض ادا کیے اور کامیاب مشاعرے کا انعقاد کیا۔

ہلال احمر کے چیئرمین ڈاکٹر سعید الٰہی محمد ضیاء عاشق نقشبندی کو ہلال احمر پاکستان ... کا ... دے رہے ہیں جنرل سیکرٹری ہلال احمر بریگیڈیئر (ر) ... ساتھ کھڑے ہیں

[illegible]

سامیہ افتخار

[illegible] بانا [illegible] کی زبانی

والدین کو کیسے راضی رکھا جائے اور والدین کی خوشنودی کیسے حاصل کریں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ والدین کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے۔ یہ حسن سلوک ہم اکابر صحابہ، تابعین اور اہم شخصیات کی زندگی کے واقعات کی روشنی میں جانیں گے۔

ربوبیت الٰہی کے ساتھ اطاعت والدین کے تقاضے پورے کرنا ہمارے دین اسلام کا اہم حصہ ہے۔ اللہ نے اپنی عبادت کے بعد دوسرا واجب والدین سے حسن سلوک کو دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: "اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو" (سورۃ النساء)

والدین جب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اس وقت وہ زیادہ توجہ کے مستحق ہوتے ہیں کیونکہ بوڑھے والدین کمزور، لاچار اور بے بس ہوتے ہیں، یہ عمر کا ایک تقاضا ہے جبکہ جوان اولاد معاش اور دنیاوی آسائشوں کے حصول میں مصروف ہوتی ہے اس نازک مرحلے میں خدا تعالیٰ ہماری راہنمائی فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا وہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کے آگے اُف تک نہ کرنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام کے ساتھ بات چیت کرنا" (سورۃ بنی اسرائیل)۔

اسلامی تاریخ سے ہمیں بے شمار واقعات ملتے ہیں جو ہمارے لیے والدین سے حسن سلوک کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ایک بار موسیٰ اشعریؓ اور سیدنا ابو عامرؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے دریافت فرمایا:

ترجمہ: "تمہارے قافلے میں ایک خاتون تھی جسے فلاں نام سے پکارا جاتا تھا اس کا کیا حال ہے؟"۔

انہوں نے عرض کیا:

ہم اس خاتون کو اس کے خاندان والوں کے پاس چھوڑ چکے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ اس کی مغفرت ہوگئی ہے۔

انہوں نے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آخر کس وجہ سے اس کی مغفرت ہوگئی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماں کے ساتھ اس کے حسن سلوک کی بنا پر"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: "جس کی ماں بہت بوڑھی تھی، ایک منادی کرنے والے نے اس قوم میں آواز لگائی کہ دشمن تم پر آج رات حملہ کرنے والے ہیں پس وہ اپنی بوڑھی ماں کو پیٹھ پر لاد کر نکل گئی، جب وہ تھک کر چُور ہو جاتی تو اپنی ماں کو نیچے بٹھا دیتی اور اس پر اپنا سایہ کر دیتی۔ اپنی ماں کے پیروں تلے اپنے دونوں پیر رکھ دیتی تاکہ اس کے پاؤں شدید گرمی سے جھلس نہ جائیں وہ عورت اپنے اس عمل کی وجہ سے نجات پا گئی۔ (شعب الایمان للبیہقی)

☆ حضرت اویس بن عامر قرنیؒ کو یہ مقام و مرتبہ ملا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ان سے دعائے مغفرت کرانے کا حکم دیا۔ (صحیح مسلم)

اور یہ مقام انہیں اس لیے عطا ہوا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ جو شخص اپنے والدین کی بہترین خدمت کرنے والا ہوتا ہے، اس کی دعائیں بھی جلد قبول ہوتی ہیں۔ ہم میں کون شخص ہے جو لمبی عمر کا خواہشمند نہ ہو؟ ہر انسان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اُس کے رزق میں برکت رہے اس کی عمر لمبی ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواہش کی تکمیل کے لیے ہمیں آسان فارمولا بتایا ہے اور وہ آسان فارمولا یہ ہے کہ:

☆ "جس کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی اور اس کا رزق بڑھا دیا جائے تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کی اطاعت اور فرماں برداری اور صلہ رحمی کرے۔

والدین کی خدمت کرنا "جہاد" کے برابر ثواب حاصل کرنا ہے۔

☆ ایک شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟"۔

اس نے عرض کیا: "جی ہاں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان دونوں کی (خدمت) ہی تیرا جہاد ہے"۔ (جامع الترمذی)

☆ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبیؑ کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

"وہ اپنے ماں باپ سے نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش اور گناہ گار نہ تھا"۔ (سورۃ مریم)۔

سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی صفات کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ وہ اپنے والدین کے نہایت فرماں بردار تھے۔

☆ سیدنا زین العابدین علیؒ بن حسینؓ کا تذکرہ ہم تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ آپ اپنی والدہ سے بے حد عزت و احترام اور محبت سے پیش آتے۔ ایک بار ایک شخص نے آپ سے سوال کیا:

آپ اپنی والدہ کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرنے والے ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت زین العابدین علیؒ بن حسینؓ نے فرمایا:

کہ مجھے ڈر رہتا ہے کہ کہیں میرا ہاتھ (کھانے کی پلیٹ سے) وہ چیز پہلے نہ اٹھالے جسے میری والدہ نے میرے اٹھانے سے پہلے دیکھ لیا ہو اور وہ اسے کھانا چاہتی ہوں، اس لیے میں اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا کہ اگر میں وہ چیز پہلے اٹھالوں جسے میری والدہ کھانا چاہتی ہوں تو اس طرح میں اُن کا نافرمان نہ ٹھہر جاؤں۔ (شذرات الذہب)

☆ محمدؒ بن سیرین مشہور و معروف تابعی ہیں آپ سیدنا انسؓ بن مالک کے غلام بھی تھے۔ ان کی بہن بیان کرتی ہیں کہ محمد بن سیرینؒ جب اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اُن کے احترام اور تواضع کی خاطر اپنی زبان بھی نہیں کھولتے تھے۔ (وفیات الاعیان)

☆ حیوۃؒ بن شریح مشہور تابعی تھے آپ درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ آپ کے پاس شاگردوں کا جم غفیر ہوتا۔ وہ کاغذ قلم ہاتھ میں لیے اُن کی باتوں کو نوٹ کر رہے ہوتے۔ ایک بار آپ کی والدہ نے درس و تدریس کے دوران مسجد میں آکر کہا۔

"اٹھو اور مرغی کو دانہ ڈال آؤ"۔

چنانچہ آپ اپنی والدہ کے حکم پر درس و تدریس چھوڑ کر مرغی کو دانہ ڈالنے چلے گئے، بعد ازاں واپس آکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

☆ لقمان حکیم نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے کہا کہ جنت سے کوئی چیز لاؤ۔ وہ جلدی سے گئے اور مٹھی بھر مٹی لے آئے۔

عرض کیا۔ ابا جان! یہ جنت کی مٹی ہے۔

لقمان حکیم نے پوچھا: یہ کہاں سے لائے ہو؟ یہ جنت کی مٹی کیسے ہوگئی؟۔

جواب دیا: ابا جان!

یہ میں اپنی والدہ کے قدموں سے لایا ہوں۔

آج کے مسلم نوجوان ان تاریخی اور اسلامی واقعات سے سبق لیں اور اپنے اسلاف کا مبارک عمل اپنانے کی بھرپور کوشش کریں۔

اتنی بڑی ہوگئی ہوں ابھی تک کوئی دانت نہیں نکلا۔ ایشال نور، لاہور

بڑی سردی لگ رہی ہے۔ تکریم زاہرا، لاہور

مشترکہ سالگرہ مناؤ، خرچہ بچاؤ۔ فاطمہ اعجاز، عائشہ سرفراز، راولپنڈی

انجمن برائے تعلیم لاہور

اے ب ت
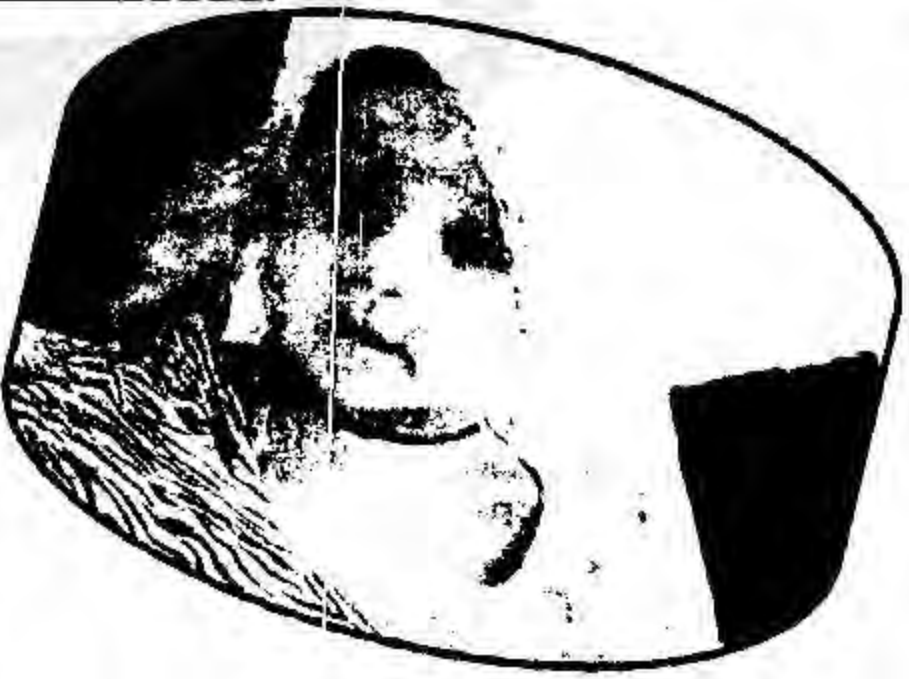
''انجمن برائے تعلیم لاہور'' کے تعاون سے اس سلسلے میں قارئین کو سائنس کے متعلق معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ اور اہم سوالات کے جوابات ''پھول'' میں شائع بھی کیے جاتے ہیں تاکہ دوسرے پڑھنے والے بھی مستفید ہوسکیں۔ دلچسپ اور اہم سوال کرنے والے ساتھیوں کو بالترتیب 500,300,200 روپے کی کتب انعام میں بھجوائی جاتی ہیں۔ سوال بھجوانے والوں کو جواب انفرادی طور پر بذریعہ ڈاک بھی ارسال کیے جاتے ہیں۔ سوالات ماہنامہ ''پھول'' کے پتے پر بھجوائیں، ہمراہ کوپن آنا ضروری ہے۔

سائنس کی دنیا

عادل حنیف جنجوعہ.....آزاد کشمیر

سوال: سٹیم سیلز کیا ہیں اور یہ کس کام آتے ہیں؟

جواب: سٹیم سیلز (Stem Cells) ایسے سیلز یا خلیے ہوتے ہیں جو کہ

غیر مخصوص یا غیر امتیازی حیاتیاتی خلیے ہوتے ہیں جو کہ مخصوص یا تفریق ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور (Mitosis) کے عمل سے گزر کر تقسیم ہو کر دوسرے خلیے بناتے ہیں۔ ممالیہ (Mammals) میں دو قسم کے خلیے ہوتے ہیں۔ ایک (embroynic Stem Cells) اور دوسرے (Adult Stem Cells)، embroynic Stem Cells، Blastocysts کے اندرونی حصے سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ Adult Stem Cells جسم کے مختلف Tissues سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ Adult آرگنزم میں Adult Stem Cells اور progenitor سیلز مل کر Adult tissue کی مرمت کا سسٹم مہیا کرتے ہیں اور Adult tissue کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔

انسانی جسم سے Autologous Adult Stem Cells درج ذیل تین طریقوں سے حاصل کیے جاتے ہیں۔

1۔ (Bone Marrow) حرام مغز سے (ٹانگ کی ہڈی یا کولہے کی ہڈی میں سوراخ کرکے)

2۔ Liposuction کرکے Adipose tissue سے (Lipid Cells)۔

3۔ خون سے انتقال خون جیسی مشین لگا کر اس میں سے Stem Cell الگ کر لیے جاتے ہیں۔

Stem Cell بچہ کی پیدائش پر Umbilical cord کے خون سے بھی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

Adult Stem Cells کا طبی علاج میں استعمال بڑھ گیا ہے جیسا کہ Bone Marrow transplant میں۔ سٹیم سیل (Adult) کی اب مصنوعی طریقے سے بھی تیاری اور افزائش کی جارہی ہے اور یہ درج ذیل بیماریوں کے علاج کیلئے تحقیقی مراحل سے گزر رہے ہیں۔

1۔ ذیابیطس 2۔ پارکنسن 3۔ جوڑوں کا درد 4۔ الزائمر 5۔ ہڈیوں کا درد 6۔ فالج اور دماغی چوٹوں کے علاج 7۔ Learning defects کے علاج کیلئے 8۔ ریڑھ کی ہڈی کی چوٹ کا علاج 9۔ انسانی دل کے پٹھوں کا علاج 10۔ کینسر کا علاج 11۔ گنجے پن کا علاج 12۔ ٹوٹے دانتوں کا بدل علاج 13۔ سماعت کا علاج 14۔ بینائی کی واپسی 15۔ Crohn's Disease 16۔ Amyotrophic Sclerosis لیسٹرول 17۔ زخموں کے بھرنے کیلئے ابھی تک سوائے Bone Marrow transplant کے کسی بھی دوسرے مرض کیلئے Stem Cell therapy کا وسیع تر پیمانے پر استعمال نہیں ہورہا لیکن وہ دن دور نہیں جب تمام مندرجہ بالا بیماریوں کا علاج Autologus یا دوسرے Stem Cells سے ہی ہوگا۔

الوینہ قرأت.....واہل

سوال: تانبہ کیسے بنتا ہے۔ واضح کریں۔

جواب: تانبہ (Copper) ایک دھات ہے جو کہ دنیا میں مختلف معدنیات کی صورت میں پایا جاتا ہے۔ تانبہ ایک ایسی قدیمی دھات ہے جو کہ تقریباً سات ہزار سال قبل مسیح میں بھی کسی نہ کسی شکل میں پایا جاتا تھا۔ تب یہ (Coldworking) سے بنایا جاتا تھا۔ شمال مشرقی یورپ میں کچھ ایسے شواہد 2010ء میں ملے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پانچ سو سال پہلے تانبہ گرم کرنے کے عمل سے گزار کر بنایا گیا۔ گرم کرنے کے عمل سے تانبہ حاصل کرنے کا کام یورپ اور ایشیا کے مختلف حصوں میں بیک وقت ہی شروع ہوا تاکہ یہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا۔ جس طرح دوسرے دھات بنانے کے عمل پاتانبے کی حامل معدن کو باریک بنا کر شروع کیے جاتے ہیں۔ آج کل تانبے کی حامل معدنیات میں تانبے کی مقدار تقریباً 0.6 فیصد اور تمام دوسری کانوں کا آمد معدنیات ملا کر 2 فیصد ہوتی ہے۔

تانبے کی حامل مختلف معدنیات میں تانبے کے مختلف کمپاؤنڈ (Compounds) پائے جاتے ہیں جن میں تانبہ یا تو گندھک یا لوہے یا زنک کے ساتھ شامل ہوتا ہے۔ ان معدنیات میں سے تانبے کی حامل معدنیات میں مندرجہ ذیل معدنیات قابل ذکر ہیں۔ سلفائیڈ معدنیات (Sulfide Ores) میں CU2S (Chalcocite)، CUS (covellite) آکسائیڈ معدنیات (oxide Ores) میں CUO (Cuprite) اور CUO.SIO2.2HO (Chrysocolla) شامل ہیں۔ تانبے کی آئرن والی معدنیات میں (Chalcopyrite) CUFES2 اور ZCU2.CUS.FeS (Bornite) وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ اب جیسا کہ معدنیات کی کیمیائی ساخت سے ظاہر ہے۔ تانبہ حاصل کرنے کیلئے Ore کو اچھا grind کرکے حرارت سے سلفائیڈ کو آکسائیڈ بنالیا جاتا ہے۔ SO2 گیس بھی حاصل کرلی جاتی ہے جس سے سلفیورک ایسڈ بناتے ہیں۔ پھر دیگر کیمیائی عمل کرکے ore کی آلائشیں ختم کی جاتی ہیں اور تقریباً 80 فیصد تک خالص تانبہ کے ڈلے (Ingots) بنالیے جاتے ہیں۔ فائنل مرحلہ میں Electrolysis کی مدد سے تانبہ 99.9 فیصد خالص حاصل کیا جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں تانبے کے ساتھ ملی ہوئی دوسری آلائشیں بھی الگ ہو جاتی ہیں۔ تانبے کا استعمال آج کی دنیا میں بجلی کی تاریں، پائپ اور ظروف سازی میں ہوتا ہے۔ تانبے کے ملانے سے بہت سے دوسرے Alloy بھی بنتے ہیں جس میں پیتل (Brass) زیادہ مشہور اور مکمل ہے۔

محمد ارشد.....مظفر گڑھ

سوال: Radiotherapy کیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: Radio Therapy دراصل Radiation therapy کا مختصر نام ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسی therapy یعنی ذریعہ یا طریقہ علاج ہے جس میں Ionizing radiations استعمال کی جاتی ہیں۔ عام زبان میں ریڈیائی شعاعوں کے ذریعے علاج کا ریڈیو تھراپی ہے۔ ریڈیو تھراپی عام طور پر کینسر کے علاج کا ایک حصہ ہوتا ہے جبکہ بعض حالات میں صرف اور صرف ریڈیو تھراپی ہی استعمال کرتے ہوئے کینسر کا مکمل علاج کیا جاتا ہے۔ ریڈیو تھراپی عام طور پر کینسر ٹیومر پر استعمال کی جاتی ہے کیونکہ ان شعاعوں کی وجہ سے کینسر خلیے افزائش سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ شعاعیں کینسرزدہ ٹشو کے DNA کو نقصان پہنچا کر اسے موت سے ہمکنار کردیتی ہیں۔

Radio Therapy اور Radiology میں فرق سمجھنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ Radio therapy طریقہ علاج ہے جبکہ Radiology میڈیکل سائنس میں تصویر کشی اور تشخیص کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

Radiology میں شعاعوں کا استعمال کم طاقت کا ہوتا ہے اور انسانی صحت کے لیے مضر نہیں۔

Radiology میں Xray اور Ultra Sound کی تکنیک ریڈیائی تشخیص کیلئے شہر شہر استعمال کی جاتی ہے جبکہ Radio therapy کینسر کے علاج کرنے والے ہسپتالوں میں ہی ماہروں کے ذریعے استعمال ہوتی ہے۔ کینسر کے علاج میں جہاں عمل جراحی (سرجری) کا استعمال ہوتا ہے تو Radio therapy کو (treatment) followup کیلئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ کینسر سیلز کے دوبارہ پیدا ہونے کا احتمال کم سے کم ہو جائے۔

Radio therapy میں استعمال ہونے والی مشینوں میں بہتری لانے کی وجہ سے اس طریقہ علاج میں بھی بہتری آئی ہے اور مختلف زاویوں سے ٹیومر کو ٹارگٹ (target) کرنے کی صلاحیت آگئی ہے۔ ایسی مشینیں بھی بن رہی ہیں جو 3D میں عمل کرکے ریڈیائی شعاعیں بالکل ٹھیک ٹیومر کو تینوں اطراف سے (target) کرتی ہیں۔

نام کتاب: قصص الانبیاء
(سیرت النبی ﷺ و دیگر 22 انبیاء کرامؑ)

مصنف: ابن کثیرؒ

قیمت: 50 روپے فی کتاب۔ (فی سیٹ 23 کتب -/1150 روپے)۔ ملنے کا پتہ: علم و عرفان پبلشرز۔ 40 الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔ فون: 37352332

انبیاء کرامؑ کی سیرت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ بطور مسلمان ہم تمام انبیاء کرام کو اللہ کے نبیؑ مانتے ہیں، جبکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث کی کتب میں مختلف انبیاء علیہم السلام کی سیرت اور واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

چونکہ تمام انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے سچے نبیؑ تھے اس لیے ہر نبیؑ کی زندگی احکام الٰہی کی بجا آوری، صبر و رضا، ایثار و قربانی اور فلاح انسانی کے لیے وقف تھی جس میں ہمارے لیے سبق ہے۔

23 کتابوں کے اس سیٹ میں سیرت النبی ﷺ، حضرت آدمؑ، حضرت صالحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت نوحؑ، حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت یوشعؑ، حضرت ارمیا بن حلقیاؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت طالوتؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ذوالکفلؑ، حضرت لوطؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت دانیالؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کی سیرت پر مشتمل کتب موجود ہیں۔ جن کا مطالعہ ہر مسلمان کو کرنا چاہیے۔

☆☆☆

مصنف: صمد بہرنگی۔ ترجمہ: نسترن شہیدی

قیمت: 75 روپے۔ ناشر: ادبیات۔ رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 37361408

صمد بہرنگی کو ایران میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ انہوں نے بچوں کے لیے بھی بہت سی کہانیاں لکھیں۔ یہ کہانیاں آج بھی بہت مقبول ہیں جو زندگی کی حقیقتوں کو روشناس کرواتی اور روشن مستقبل کی امید دلاتی ہیں۔ زیر نظر کتاب کی کہانی ایک بوڑھی مچھلی کی زبانی بیان کی گئی ہے جو اپنے پوتے پوتیوں کو ننھی سیاہ مچھلی کا قصہ سناتی ہے جو دنیا دیکھنے کی جستجو رکھتی ہے اور اس کی راہ میں منفرد و دلچسپ واقعات رونما ہوتے ہیں۔ نسترن شہیدی نے بہت عمدگی سے اس کا ترجمہ کیا ہے اور دیدہ زیب انداز میں رنگین شائع کی گئی ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: مجید امجد
نئے تناظر میں

مرتب: احتشام علی

قیمت: 790 روپے۔ ناشر: بیکن بکس۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 37320030

مجید امجد (1914ء تا 1974ء) کا شمار ان شعراء میں ہوتا ہے جن کی شاعری کے معانی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسے مضامین شامل کیے گئے ہیں جن میں مجید امجد کی شاعری کو کسی نئے تناظر میں سمجھا گیا ہو۔ وقت کے ساتھ مجید امجد کی نظم کی تحسین کا دائرہ یورپ اور ایشیا کی دیگر زبانوں تک وسیع ہوا ہے۔ یہ کتاب مجید امجد صدی کے حوالے سے شائع کی گئی ہے۔

☆☆☆

نام کتاب۔ سوزِ دل

مصنف: حمید اللہ حمیدی

قیمت: 400 روپے۔ ناشر: بک ہوم۔ بک سٹریٹ 46 مزنگ روڈ لاہور۔ فون: 37231518

حمید اللہ حمیدی معروف قلمکار ہیں۔ نوائے وقت و دیگر اخبارات و جرائد میں ان کے مزاحیہ مضامین اور دوسری تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں۔ یہ ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ ان کے پرسوز افسانے سماج کے نام ایک پیغام اور جبر کے نظام کے خلاف آواز ہیں۔ دل کے تاروں کو چھوتی یہ کہانیاں محروم و مظلوم انسانوں کی سسکتی ہوئی داستانیں ہیں جو بھوک و افلاس کے خلاف لڑتے لڑتے اپنے ناآسودہ خوابوں کے ساتھ مر جاتے ہیں۔ حمید اللہ حمیدی بیرون ملک مقیم ہیں لیکن ان کا خواب پاکستان میں ایک عظیم لائبریری (کتاب محل) کا قیام ہے۔ اللہ ان کو کامیاب فرمائے۔ آمین

☆☆☆

نام کتاب: خواب خواب زندگی

شاعرہ: فرزانہ فرحت

قیمت: 325 روپے۔ ناشر: فیروز سنز لاہور۔ زیر اہتمام شریف اکیڈمی، جرمنی

یہ فرزانہ فرحت کا دوسرا شعری مجموعہ ہے۔ انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئیں۔ انہوں نے بہت سے انعامات اور ایوارڈز حاصل کیے۔ 1996ء میں وہ برطانیہ چلی گئیں وہاں انہوں نے ہیومن اناٹومی، فزیالوجی پروڈکٹ نالج اور الیکٹرک ٹریٹمنٹ سیکھنے کے بعد بطور پروفیشنل تھراپسٹ خدمات انجام دے رہی ہیں۔ وہ بہت سی مصروفیات کے باوجود علم و ادب کی خدمات میں مصروف ہیں۔ وہ لفظ و معنی کے رشتے کو سمجھتی ہیں۔ ان کی شاعری اپنے تہذیبی پس منظر میں شعری روایات، تجربوں کی سچائی اور حسن بیان کی آمیزش کے ساتھ شعری افق پر جلوہ گر ہے۔

وہ تمام پھول ساتھی جو طویل خط لکھتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ ہر ماہ طویل خط لکھنے کے بجائے ایک دو ماہ کے وقفے سے طویل خط لکھا کریں تاکہ دوسروں کے خطوط کو بھی انعامی ہونے کا موقع مل سکے۔ جس کا خط انعامی ہو جائے وہ تو دو تین ماہ کی "رخصت" پہ چلا جایا کرے یا مختصر خط لکھ دیا کرے۔ خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کی بجائے پڑھ لیا کریں۔ قرآنی آیات و احادیث کم لکھا کریں کیونکہ خطوط کی بہت زیادہ کانٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے۔ مختصر مگر موثر کی پالیسی پر عمل کریں۔ شکریہ۔

انعامی خط نمبر 1

بسم اللہ سے ابتداء ہے میری انجام خدا جانے
میرے دل میں پھول ہے پھول کے دل کی خدا جانے
(پھول کے دل میں بھی پھول ہے لیکن کوئی کا)

☆ جنوری کے شمارے کا مجھے بڑی بے چینی سے انتظار تھا اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ مجھے امید تھی کہ اس بار پھول میگزین میں میرا نام بھی ہوگا۔ (خوش فہمیاں) اس وقت میں کمپیوٹر پہ کچھ کام کر رہی تھی جب میری دوست آئی اور اس نے یہ خوش خبری سنائی کہ پھول آ گیا۔ یقین کریں مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ فوراً اٹھی اور اس سے میگزین پکڑ کر اپنی کہانی تلاش کرنے لگی مگر (ان اپنی حسرتوں پہ آنسو بہا کے سو جا) بہت افسوس ہوا کیونکہ کہانی شائع نہیں ہوئی تھی۔ (معیاری ہوتی تو شائع ہوتی) لیکن دل کو تھوڑی تسلی دی اور اب، ہمی صفحہ تا بے انعام پانے والے سکے کو دیکھ رہی تھی اور اب تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی دل میں خیال آیا کہ چلو شکر ہے ہم بھی کسی میگزین میں جگہ لے تو بیٹھے جا ہے تھوڑی ہی سہی۔ (نام ہی آیا ہے انعام تو نہیں) سرورق پہ معصوم سی گڑیا بے حد پسند آئی اور اسکے ساتھ تمام تحریریں دل کو چھو لینے والی تھیں۔ شایا کی کہانی ایک زبردست تحریر تھی جسے پڑھ کر احساس ہوا کہ ہم لوگ واقعی شایا جیسے معصوم بچوں کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے انکی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ (ہم نے تو آپ کی حوصلہ افزائی کر دی نا) شہدائے پشاور کے متعلق تحریریں پڑھ کے دلی افسوس ہوا۔ بہت غم ہوا کہ ہم مسلمان کب ہوش میں آئیں گے۔ کب ہمارے ضمیر جاگیں گے کیوں ہم پاکستان جو کہ اسلامی جمہوریہ مملکت ہے کے خیر خواہ نہیں ہیں کیوں ہم اس میں فساد کر رہے ہیں۔ اب تو ماں بچے کو سکول بھیجتی ہے یا کچھ سودا سلف لینے بھیجتی ہے تو اس کا دل بچے میں ہی اٹکا رہتا (ماؤں کا دل تو ہمیشہ بچوں میں ہی اٹکا رہتا ہے) اس ملک کے معصوم بچوں کو جو ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں "زینت" کہانی اور "اخروٹ چھلکے" بہت دلچسپ اور دل موہ لینے والی تحریریں تھیں۔ پاکستان کے بعض علاقے ایسے ہیں جن میں تعلیم کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں اور اگر ہے تو وہاں کے لوگوں کو اتنا شعور نہیں کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کروائیں حالانکہ علم ایک ایسی دولت ہے جو نہ تو کبھی ختم ہو سکتی ہے اور نہ ہی اسے کوئی چرا سکتا ہے۔ آخر پر میری تمام مسلمانوں سے ایک درخواست ہے ایک استدعا ایک التجا ہے کہ خدارا تمام مسلمان متحد ہو جائیں فرقہ پرستی ختم کریں۔

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

اور آخر پر میرا پیغام پوری امت مسلمہ کے نام (آئی بڑی عالمی لیڈر) آپ سب عہد کریں کہ ہم اپنے آپ کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالیں گے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کریں گے (انشاءاللہ)

انعامی خط نمبر 2

☆...... نئے سال کا پھول کھلا مہکی خوشبو اس کی کو بکو، انداز اس کا خوش آمدید کہتا۔ حمد، نعت، کرنیں تو تھا سب سے جدا نئے سال کو خوش آمدید کہتا۔ حمد، نعت، کرنیں تو اچھی ہی تھیں اور اداریہ بھی تھا قوم کی صدا۔ وطن کے بچوں نے کر کے جان اپنی قربان دیا قوم کو ایک نیا حوصلہ۔ اب دشمنوں کو ملے گی کہیں نہ پناہ۔ یہ عزم ہے پاک فوج کا۔ قوم بھی اب متحد ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو پھر دہرائے گی۔ وطن کے دشمنوں کو پھر رسوائی ہاتھ آئے گی۔

سلام ان شہید اساتذہ پر اور سلام ان شہید بچوں پر جنھوں نے اپنے وطن اور تعلیم کے لئے قربانی دی۔ دہشت گرد ہمیں تعلیم سے روکنا چاہتے ہیں ہم کیسے تعلیم سے رک جائیں اس کا حکم تو ہمارے پیارے نبی ان الفاظ میں دیا ہے۔ "علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے" دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ "علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے چین جانا پڑے" ہم کیسے پڑھنا چھوڑ سکتے ہیں یہ ہمیں ڈرانا چاہتے تھے تو سنیں ڈر خوف تو اب نکل گیا ہے اب تو مرنے سے بھی ڈر نہیں لگتا کیونکہ نبی پاک ہی نے فرمایا ہے جو شخص علم کے راستے میں نکلتا ہے اگر راستے میں اسے موت آ جائے تو وہ شہید ہے۔ یہ کیا سمجھتے ہیں دھمکیوں سے ہمیں ڈرا لیں گے۔ پوری قوم پاک فوج کی پشت پر ہے اور ہمارے سپہ سالار نے کہا ہے ہم یہ جنگ جیتنے کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہم ہارنے کا سوچ بھی نہیں سکتے اور ہماری دعا ہے کہ پاک فوج اپنے اس عزم میں کامیاب رہے اور جیت کی بلندیوں تک پہنچے۔ آمین پھول میں نبی پاک کے حوالے سے لکھی گئیں۔ سب تحریریں شاندار تھیں۔ پیارے نبی کی ذات اقدس کے بارے میں جتنا لکھیں اتنا کم ہے اگر دنیا کے تمام دریاؤں کو سیاہی بنا دیا جائے اور پھر نبی پاک کے بارے میں لکھنے بیٹھیں تمام دریاؤں کی سیاہی ختم ہو جائے گی ہمارے نبی کی خوبیاں ختم نہیں ہوں گی۔ درود شریف کی فضیلتیں "محمد عبداللہ گل" کی خوبصورت تحریر تھی درود پاک ویسے بھی پھول قاری روزانہ صبح و شام دس مرتبہ پڑھتے ہیں اور اس کی برکات سمیٹنے کے ساتھ ساتھ قیامت کے روز بھی الگ شناخت رکھیں گے۔ "محمد طاہر عمیر" کو خوش آمدید کہیں گے وہ ہمیشہ کی طرح "اخروٹ کے چھلکے" لے کر آئے اور چھا گئے۔ (اس مرتبہ ہی لائے ہیں پہلے تو تازہ پھل لاتے تھے) "واردات" "نذیر انبالوی" کی زبردست تھی۔ (نذیر صاحب یہ لوگ پرچہ کٹوائیں گے آپ پہ) اگر ملک کا ہر فرد نوکری کرے تو ملک سے بہت سی برائیاں اپنے آپ ختم ہو جائیں گی جو نوکریاں نہ ملنے کے باعث پیدا ہو جاتی ہیں۔ "زینت" "علی" مکمل تصویری واقعی پھول کی زینت تھی۔ "شکر" ایک منفرد تحریر تھی۔ تمام نظمیں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ "شایا کی کہانی" "سید سردار احمد پیرزادہ" بلا تبصرہ۔ سپیشل افراد معاشرے میں خصوصی توجہ چاہتے ہیں اور یہ معاشرے کا بہت مفید کن ثابت ہوتے ہیں اس کی کئی مثالیں ہمیں آس پاس نظر آتی ہیں۔ محمد ممتاز، سیدہ عروج فاطمہ، عائشہ جمشید، سیدہ وقار، سدرہ محمود خان، نور سیدہ مدثر، حنا نرجس، محمد مدثر سب نے ایک سے بڑھ کر ایک موضوع کو چنا۔ سب کی تحریریں اچھی تھیں۔ محمد صدیق گل، کی تحریر میں شاہین اور دوسرے جانوروں کے بارے میں بہت دلچسپ معلومات تھیں۔ فوزیہ سعید صاحبہ کی تحریر "پھولوں کے جنازے" پوری قوم کی آواز تھی۔ کہکشاں ہمیشہ کی طرح ستاروں کا جھرمٹ تھی۔

پاک فوج کو سلام۔ وطن عزیز کو دعا
پاکستان زندہ باد
(عائشہ طارق۔ ڈھول کلاں، گجرات)

انعامی خط نمبر 3

کس منہ سے کہوں نیا سال مبارک؟
(یہی تو آپ کا ہے)

سال 2014ء بھی ناخوشگوار یادیں اور تاثرات چھوڑ گیا۔ 16 دسمبر کے سانحے پر سب افسردہ ہو گئے۔ لوگ ابھی تک غم و دکھ کی کیفیت میں ہیں۔ سچ پوچھیں تو میرا دل دکھتا ہے اس "ایک دن کی پاکستانیت" پہ۔ ہر ماہ "پھول" ہمارے آباء کی محنت مخلص رہنماؤں کی قیادت اور ان کے ایثار اور ہمارے فرائض سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن شاید ہم اتنے بے حس ہو چکے ہیں یا سوچنے سمجھنے کی قوت کھو بیٹھے ہیں کہ بیچ و اپنی عمارتی کو نظر انداز کر کے اپنی آنکھوں پر جو جیسا ہے چلتا رہنے دو۔ کی پٹی لگائے مغربی تہذیب کے پیچھے رواں دواں ہیں۔ ہم لوگ تنقید کرنے میں تو شیر ہیں پر بات تعمیر چمن کی ہو تو گونگے ہو جانے میں عافیت ہے۔ سچ کہوں تو ہم لوگ بحیثیت قوم مردہ دل اور بے حس ہو چکے ہیں۔ ذرا سی بات پر جھوٹ بولنا، گالی گلوچ کرنا اور قتل کر دینا اب معمولی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانے میں کسی کے قتل سے پہلے سرخ آندھی چلتی تھی لوگ زور و شور سے استغفار کا ورد شروع کر دیتے تھے۔ پر آج تو کسی بے گناہ کی موت پر افسوس بھی نہیں کیا جاتا۔

ارتقا کا عمل رک گیا ہے شاید
اب آدمی سے انسان نہ بن سکیں گے ہم

مگر لوگوں کے جھرمٹ میں چند انسان باقی ہیں جو دکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں۔ انہی کے دم سے دنیا آباد ہے اگر اپنے چمن کی بات کی جائے تو ایک دن کے پاکستانی تو بہت ہیں لیکن "سچے پاکستانی" بھی کسی لالچ و مفاد کے بغیر پاکستان کی فلاح کے لئے کوشاں ہیں۔

پچھلے سال کے ناخوشگوار واقعات بدل نہیں سکتے پر خود کو قوم بنا سکتے ہیں۔ ہم لوگ خود کو بدل سکتے ہیں کیلنڈر بدلنا تو بڑی بات نہیں اگر سچے دل سے چمن کی حالت سنوارنے کی کوشش کریں۔ خلوص دل سے دوسروں کے کام آئیں۔ جب احساس و جذبات سے مزین انسان قوم بنیں گے تو ہمارا وطن عروج و کمال تک پہنچے گا اور یہ سب تبھی ممکن ہے جب اپنا احتساب کر کے سچی لگن سے ہم اپنے پاکستان کی خوشحالی کے لئے قدم اٹھائیں۔ پاکستانی ہونا باعث فخر ہو۔ تب ہر دن مبارک ہوگا اور ہر سال مبارک ہوگا۔ انشاءاللہ۔ اللہ پاک بس اسی احساس انسانیت سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)
(نور سیدہ مدثر۔ سیالکوٹ)

☆...... یکم جنوری کو "پھول" ملا تو ایسے لگا جیسے ایڈیٹر بھیا نے سالگرہ کا تحفہ بھیجا ہو۔ (ہم نے تو بھیج دیا آپ نے کوئی تحفہ نہیں بھیجا) یقین کریں میری تو خوشی دیدنی تھی۔ "پھول فورم" میں اپنی تصویر دیکھ کر خوشی ہوئی۔ (باقیوں کا کیا حال ہوا مت پوچھیں) میرے تمام اساتذہ نے مبارکباد دی۔ (سلام اساتذہ کرام) تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ان میں "اخروٹ کے چھلکے" "زینت" "واردات" "شکر" "ارادے" اچھی لگیں۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کی وفات کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ حضور اکرم کی حیات مبارکہ پر لکھیں گئیں تمام تحریریں اچھی تھیں۔ اتعلامات کی برسات میں میں نے پچھلے ماہ سے حصہ لینا شروع کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا انعام ضرور نکلے گا۔ (چیستان نمبر سے ......) "مسکراہٹیں" پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ (جی!!!)
(محمد اقبال گلشن۔ دکھانوالہ، لالیاں)

☆...... جنوری کا پھول زبردست تھا۔ دہشت گردوں کے خلاف آواز اٹھائی ہوگی۔ ہمیں تو اکٹھا اور متحد ہو کر، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتے ہوئے رہنا چاہیے۔
(خدیجہ تحریم۔ لاہور)

☆...... سال کا پہلا شمارہ بہترین تھا۔ سرورق اسے آٹھ چاند لگا رہا تھا۔ حمد و نعت اور کرنیں سے دل و دماغ معطر کیا۔ اداریہ بھی سپرہٹ تھا۔ حضور ﷺ

کے حوالے سے مضامین سے روح کو معطر کیا۔ پھول میں تو سارے مضامین کہانیاں اور لطیفے بھی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ نئے سال کا تحفہ کیا نذرانے کا شکریہ۔ خدا پھول کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)
(محمد فیصل خالد۔ حافظ آباد)

☆......جنوری 2015ء کا "پھول" نئی توانائیوں اور رعنائیوں سے ملا۔ سرورق انتہائی دیدہ زیب، کیوٹ سی بچی امیدوں اور امنگوں کا ترجمان اور جناب محترم ڈاکٹر انعام الحق کوثر صاحب جو کہ ایک عظیم محقق، مصنف اور دانشور تھے۔ انہوں نے ملک وقوم کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات اور عبادات کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین) سانحہ پشاور جس میں بے شمار معصوم بچوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ان بچوں کا کیا قصور تھا کہ انہیں اتنی بے دردی سے شہید کیا گیا جو صرف تعلیم حاصل کرنے کے لیے سکول گئے تھے تاکہ کل وہ اپنے ماں باپ اپنے پیارے وطن پاکستان کا نام روشن کر سکیں۔ ہم سب کو یہ سانحہ تا حیات یاد رہے گا۔ کسی دردمند نے یہ شعر تحریر کیا:

مائیں دروازے کو تکتی ہیں مگر اب بچے
سیدھے سکول سے جنت کو چلے جاتے ہیں
(ماریہ مختار۔ ظفر کیہار)

☆......تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ تمام نظمیں بھی اچھی تھیں۔ ہم سب کو سانحہ پشاور کا بہت دکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ پشاور میں شہید ہونے والے بچوں کے والدین کو صبر عطا فرمائے۔ آمین۔
(عاقب جنید، احمد جنید، دانش مراز، جویریہ کرن، عائشہ ارسلان، نویان ارسلان، محمد اذان۔ چوآ سیدن شاہ)

☆......پہلی تعریف میں اس کے بانی مجید نظامی کی کرتا ہوں جنہوں نے اس پھول کو بنایا اور اس پھول کو ایک روشن نام "پھول" دیا۔ دوسری تعریف میں اپنے اور سب سے اچھے بھیا ایڈیٹر محمد شعیب مرزا کی کرتا ہوں۔ جنہوں نے اداریہ لکھا ہے جس میں ہمیں اور تمام پھول ساتھیوں کو بہت زیادہ علم ملا ہے۔ تیسری تعریف میں تمام پھول لکھاریوں کی کرتا ہوں جنہوں نے پھول کے لیے لکھا۔
(سعود السلام۔ داجل)

☆......امید ہے کہ آپ ٹھیک ہی ہوں گے کیونکہ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہاں اور میرا حال مت پوچھیے؟ (کیونک......) ہم تو ہر وقت فارغ ہی رہتے ہیں۔ میری آپ سے ایک درخواست ہے کہ آپ بھی میانوالی آئیں
(آیا تھا، میانوالی بھی اور کندیاں بھی)
(نعمت اللہ خان۔ پپلاں، میانوالی)

☆......ماہنامہ "پھول" اس مرتبہ بھی ہر ماہ کی طرح بہت دلچسپ اور کمال کا تھا۔ کہانیاں سبق آموز تھیں۔ کہکشاں پڑھ کر بہت اصلاح ہوئی۔ شعور ملا۔
(شکر ہے آپ کو بھی شعور حاصل ہوا)
(صبا انور۔ فیصل آباد)

☆......گلستان میں بھی بہاریں پھیلنے لگی ہیں دیکھ کر پیارے پھول کی گل کاریاں
میں تین سال سے پھول کی خاموش قاری ہوں لیکن اب میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں چپ نہیں بیٹھوں گی (جی بہت مشکل ہوتا ہے خواتین کے لیے چپ بیٹھنا) سرورق کی دانیہ اشرف بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ حمد اور نعت سے روح کو معطر کیا اور احتساب پڑھ کر یہ شعر ذہن میں ابھرا۔
شہیدوں کے لہو سے جو زمیں سیراب ہوتی ہے
بڑی زرخیز ہوتی ہے بڑی شاداب ہوتی ہے
اس دفعہ کیا ہر مرتبہ ہی پھول ٹاپ پر ہوتا ہے اور یہ بچوں کی بہت بہترین تربیت میرا کرتا ہے۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ نیا سال نئی خوشیاں لائے اور پاکستان ترقی کی منازل طے کرے۔ (آمین)
(تاج کنول، نجمہ کنول، سونیا کنول، اقصیٰ کنول، رودا فاطمہ، عرفان حیدر، عمران حیدر۔ چک اعظم ضلع لیہ)

☆......آپ کا پیارا پھول مجھے میسر ہوا ہے جس نے مجھے پہلی نظر دیکھتے ہی اپنا دیوانہ بنالیا ہے۔ (دیوانہ) پھول نے میرے علم میں بہت اضافہ کیا ہے۔ میں نے آج سے عہد کر لیا ہے کہ میں ماہنامہ پھول پابندی سے پڑھا کروں گا۔
(غلام مصطفیٰ۔ گوجرانوالہ)

☆......دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نیا سال آپ کے اور میرے لیے آسان اور خوشیاں والا بنادے۔ (سب کے لیے کیوں نہیں ساتھیوں سے دشمنی ہے؟) اور ہمارے ملک کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ جنوری کا شمارہ بہت عمدہ تھا۔ واقعی "پھول کی ادا سب سے جدا"۔
(ارحاعبدالرؤف۔ گوجرانوالہ)

☆......میں پھول شوق سے پڑھتا ہوں۔
(محمد عصمت اللہ خان)

☆......سرورق پر اتنی خوبصورت بچی کی تصویر دیکھ کر "سبحان اللہ" کہا۔ سانحہ پشاور میں پڑھ کر آنسو نکلنے کیلئے بیتاب ہو گئے یقیناً جنہوں نے یہ سب کیا ان کے حواس درست نہیں تھے۔ واردات، زینت اور ادارے انعام کی مستحق تھیں۔ باقی تمام چھوٹی بڑی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ چھ سو روپے والی کہانی پڑھ کر ہنسی آئی۔ نرالے انداز میں میر ساجد کا انداز نرالا لگا۔ اس پر دیا گیا کمنٹ بھی سب سے پیارا لگا۔
(تماضر سعید۔ صادق آباد)

☆......ماشاء اللہ سارا رسالہ اچھا اور خوبصورت تھا۔ سانحہ پشاور نے دل کو بہت اُداس کر دیا ہے اللہ تعالیٰ شہداء کے والدین کو صبر عطا فرمائے۔ (آمین) ہم فوج کے ساتھ ہیں اور ہم سب مل کر شہید بچوں کا ادھورا مشن پورا کریں گے اور اپنے پیارے ملک کو ترقی کی راہ گامزن کریں گے۔
(رانا بلال احمد۔ کوٹلہ جام ضلع بھکر)

☆......مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہاں سے شروع کروں۔ (صفحے کے اوپر سے) خیر میں سب سے پہلے سدرہ امبرین یونس سے کہنا چاہوں گی کہ ڈیزائننگ کمال کی تھی اور میں پھول کے بانی مجید نظامی مرحوم کو خراج تحسین پیش کرنا چاہوں گی۔ نعت میری پسندیدہ تھی۔ اداریہ لاجواب، شعیب بھیا بڑا کمال کا لکھتے ہیں۔ قطعہ کاریاں "نیا سال" اچھی تھی۔ سوئی دھاگے سے لکھا گیا خوبصورت قول، ساجدہ حنیف کو محنت کرنا پڑی ہوگی۔ (آپ بھی کرایا کریں) ماہنامہ پھول پر جو نظم شائع ہوئی تھی حافظ محمد بخش سیالوی کی زبردست تھی اور نعیمان رحمت ہے کہاں پڑھ کر مزہ ہی آ گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوں کیونکہ آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے۔
(حریم انوار۔ لاہور)

☆......جنوری کا رسالہ اپنی مثال آپ تھا۔ حمد اور نعت پڑھنے کے بعد کرنیں پڑھ کر دل کو سکون ہوا۔ درود شریف کی برکت پڑھ کر "درود شریف کے فائدے" معلوم ہوئے۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں آٹو گراف بھی اچھے تھے۔ کہکشاں سبق آموز تھیں۔ سائنس کی دنیا پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔
(تحریریں الگ صفحے پر لکھ کر بھجوایا کریں، شہر کا نام بھی لکھ دیا کریں)
(ثمرہ منیر۔ ثاقب منیر)

☆......جنوری کا شمارہ اچھا رہا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں اور رشایا کی کہانی نے تو سچ مچ رلا دیا۔ لطیفہ انڈسٹری ترقی پذیر ہو رہی ہے۔ (اس کے لیے خام مال آپ جو سپلائی کرتے ہیں)
(پیاس نیاز ولد نیاز مسیح۔ پسرور ضلع سیالکوٹ)

☆......شمارہ کمال کیا تھا سرورق پر موجود بچی کسی باربی ڈول کی طرح لگ رہی تھی اور ہاتھوں میں گلدستہ لیے بہاری ڈشن گوئی کر رہی تھی۔ اس کے بعد حمد ونعت سے روح کو تسکین دی۔ اداریہ بھی بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ اس مشکل گھڑی میں تمام عالم اسلام اور خاص طور پر پاکستانی قوم کو ان ملک دشمن عناصر کے سامنے سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پھول کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ (آمین)
(محمد علی حمزہ۔ ترکھانوالہ تحصیل للیانی)

☆......جنوری کا شمارہ ایک لحاظ سے نامکمل ہے کیونکہ اس میں میرا تعارف نہ تھا۔ پھول کو چار چاند تو پہلے ہی لگے ہوتے ہیں اگر میرا تعارف شائع ہو جاتا تو اسے آٹھ چاند لگ جاتے۔ (مرجھانے کا بھی خدشہ تھا)
(حسن عبداللہ، حرم فاطمہ۔ ڈوگری ہریاں، سیالکوٹ)

☆......پھول کتاب گھر واقعی کتابوں کا گھر ہے۔ خطوط واقعی کتنے میٹھے ہیں۔ اپنے اندر چھپے "اعتماد" سے مل لیں تو کوئی بھی پھر کبھی بھی محرومی کا شکار نہ ہو۔ پھول فورم واقعی سرپرائز ہے۔ عقاب (شاہین) کی خوبیاں پڑھ کر حیران ہو گئے۔ "پھولوں کے جنازے" کسی انسان سے بھلا کس طرح اٹھائے جا سکتے ہیں؟ نئے سال کی شروعات دعاؤں سے ہی کرنی چاہیے۔ تمام رسالہ اچھا تھا۔
(بینش اشرف جٹھ۔ گکھڑ منڈی)

☆......"پھول" رسالہ بچوں کے لیے ایک بہت اچھا رسالہ ہے۔ "جنوری" کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ شایا کی کہانی، محنت رائیگاں نہیں جاتی، وقت کی قدر، واردات پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ "اعتماد سے ملیے" کو پڑھ کر میں واقعی اپنے اندر چھپے اعتماد سے مل گئی۔ اس کہانی کو پڑھ کر ہی مجھ میں اتنا اعتماد آیا ہے کہ میں آج پہلی بار "پھول" کے لیے خط لکھ رہی ہوں۔ (غلطی ہو گئی یہ شائع کر کے) "نیا سال مبارک" واقعی ایک سبق آموز کہانی ہے۔ ہم اپنی دکھ، پریشانی وغیرہ کا الزام قسمت کو کیوں دے دیتے ہیں۔ واقعی انسان کو سجدہ ریز ہو کر اپنے رب سے ان سب کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔ جب تک میں دوبارہ حاضر نہ ہوں۔ جب تک کے لیے میری طرف سے سب کو "خدا حافظ"۔
(عاصمہ خالد محمود۔ گوجرانوالہ)

☆......سمجھ نہیں آ رہا کہ لکھنے کا آغاز کہاں سے کروں (کسی سے پوچھ لیں) "پھول رسالہ" سے میری ملاقات سکول میں ہوئی میری مس پھول میگزین پڑھ رہی تھیں کہ میری نظر پھول رسالہ پر پڑی۔ پھول کی خوشبو نے مجھے اپنی طرف کھینچا تو میں نے جا کر اپنی مس سے پھول رسالہ لے کر پڑھنے بیٹھ گئی۔ (پرنسپل کو پتہ لگ گیا تو......) "پھول میگزین" کی پھول ہی حمد، نعت، کرنیں اور سب کی سب کہانیاں بہت اچھی اور سبق آموز تھیں۔ سب تبھی سے لے کر آج تک میں پھول کی خوشبو سے منور ہو رہی ہوں۔ آپ کے لیے اور آپ کے ادارے کے لیے ڈھیر ساری دعائیں، دعا میں یاد رکھیے گا۔ بھیا ویسے میری لکھائی بہت اچھی ہے مگر کچھ ٹھنڈک کی وجہ سے ہاتھ کانپ رہے ہیں اور کچھ ہوا کی وجہ سے الفاظ ٹیڑھے ہو رہے ہیں۔ (آپ کی تحریر آپ کی شخصیت کی عکاس ہے)
(ثمینہ عبدالعزیز مغل۔ وار برٹن)

☆......اداریہ حسب روایت اعلیٰ تھا۔ آپ کی بات صد فی صد درست ہے کہ ہماری زندگی میں ہر گزرتے دن کے ساتھ چین، سکون نام کی چیز معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ ہمارے دلوں سے احساس، مروت اور بھائی چارے نام کے جذبے بالکل ناپید ہو کے رہ گئے ہیں جس کی تازہ ترین مثال پشاور کا وہ اندوہناک سانحہ ہے جس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ میں دل کی گہرائیوں سے دُعا گو ہوں اُن خاندانوں کے لیے جن کی اُمیدوں کے گلاب کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئے۔ ان معصوموں نے اپنی جانیں قربان کر کے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ اب بھی بیدار ہو جاؤ اور اپنے اختلافات بھلا کر متحد ہو جاؤ ورنہ:
تمہاری داستان تک نہ ہو گی داستانوں میں
ان شہید ہونے والے معصوموں کی روحوں کا ہم سب سے یہ سوال ہے کہ کس کے گناہ کی پاداش میں ہمیں خون میں نہلا دیا گیا۔ خدارا سوچو! اس سے پہلے کہ قہر الٰہی ہمیں اس سے بھی بڑا جھٹکا دے۔ خدارا ان معصوموں کے واسطے ہی متحد ہو جاؤ تاکہ کل کسی اور ماں کا جگر گوشہ خون میں لتھڑ کر واپس نہ آئے۔ رب ذوالجلال سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اس سال متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)
(ملک نجیب الرحمٰن۔ تلہ گنگ)

☆......ہم اپنی آرمی کے ساتھ ہیں اور قدم قدم پر اس کے ساتھ ہی رہیں گے۔ دشمن پاک فوج کی جانب سے شروع ضرب عضب آپریشن کو ناکام بنانا

چاہتے ہیں لیکن انشاء اللہ ہماری پوری قوم متحد ہو کر پاک فوج کے شانہ بشانہ ملک دشمن عناصر کو ختم کرے گی۔ اب ہمیں اس خطرناک صورتحال میں اپنے دلوں کو مضبوط کر کے حکومت کا ساتھ دینا ہے اور اس کے لیے صرف حکمرانوں کو ہی نہیں بلکہ پاکستان کے ہر شہری اور ہر دیہاتی کو اپنی ذمہ داری نبھانی ہوگی تاکہ پاکستان کو ترقی یافتہ ملک بنا سکیں۔ "پاکستان زندہ باد، پاکستان پائندہ باد" خدا حافظ۔

(حرا تنویر۔ گوجرانوالہ)

☆......سرورق ہمیشہ کی طرح خوبصورت تھا۔ بہت معصوم اور پاکیزہ۔ جنوری کے میگزین کا انتساب سانحہ پشاور کے اساتذہ کے نام کیا گیا ہے۔ سانحہ پشاور ملکی تاریخ کا افسوسناک واقعہ ہے۔ ملک دشمن عناصر ان واقعات سے ہمیں خوفزدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن شاید ان کو اندازہ نہیں کہ ہم بہادر اور زندہ دل قوم ہیں۔ انشاء اللہ ہم ان مشکل حالات کا ڈٹ کر سامنا کریں گے اور ان بری طاقتوں کو منہ توڑ جواب دیں گے۔

(مروہ معطر بیگ۔ گجرات)

☆......ماشاء اللہ سے پھول بہت عمدہ جا رہا ہے اور اپنی بھینی بھینی خوشبو سے سب کو مسرت دے رہا ہے۔ آپ کی محنت و جدوجہد تو اس مہکتے شمارے سے ہی نظر آ گئی۔ "پھول" رسالہ ہر مہینے ترقی کی سیڑھیاں چڑھ رہا ہے اور بلندی کو چھو رہا ہے۔ اس مہینے کا پھول مہکتا ہوا 2 جنوری کو ملا۔ سرورق پر خوبصورت سی دانیہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اس بار کی حمد بہت اچھی تھی اور نعت کا کیا ہی کہنا۔ اداریہ میں آپ نے بالکل صحیح لکھا ہے "وقت کو تو پر لگ گئے ہیں" اور سانحہ پشاور نے ہر آنکھ کو نم کر دیا۔ کیسے بے حس لوگ معصوم پھولوں کو مرجھا دیتے ہیں؟ 16 دسمبر پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین دن ہے۔
سب ہی کہانیاں بہت زیادہ عمدہ تھیں۔ یہ پھول تو مجید نظامی، شعیب بھائی اور آپ کی ٹیم کی جدوجہد اور دوسروں کو علم کی روشنی سے منور کرنے کی لگن کی خوبصورت تصویر ہے۔ یہ مجید نظامی صاحب کا بویا ہوا بیج ہے جو اب ایک سرسبز باغ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو علم کی روشنی سے مالا مال کیا ہے۔

ہے وہی لوگ جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

(حسنہ زکی۔ ملتان)

☆......ہم نے 2014ء میں بہت کچھ کھویا، سرپرست جناب محترم مجید نظامی صاحب کا داغِ مفارقت ہے۔ نظامی صاحب تختِ صحافت کا وہ عظیم سایہ تھے کہ جس کو بس دل سے محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ واقعتاً اُن کی وفات سے صحافت کو بہت نقصان پہنچا بہرحال وقت سب سے بڑا مرہم ہے، زخم کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو آہستہ آہستہ مندمل ضرور ہو جاتا ہے۔ سانحہ پشاور کہوں یا قیامت صغریٰ اتنے معصوم بچوں کا قتل، کبھی تاریخ میں ایسی وحشیانہ مثال نہ ہوگی۔ ان بچوں کا قصور کیا تھا کہ وہ پاکستانی فوجیوں کے بیٹے تھے یا کہ مسلمان ہونا ان کا جرم بن گیا؟ آپریشن "ضربِ عضب" اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے اپنے مشن پر گامزن ہے۔ انشاء اللہ! جیت پاک فوج اور قوم کی ہوگی اور ان ملک دشمن عناصر کو قرار واقعی سزا ملے گی۔

(محمد قمر الزمان۔ قائد آباد ضلع خوشاب)

☆......ہمارا پیارا پھول اللہ پاک کے رحم و کرم پر تمام پھول ساتھیوں اور ایڈیٹر بھیا کی محنت کے سبب اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ پھول نام صرف نام کا ہی پھول ہے بلکہ یہ حقیقت میں کسی بھی پھول سے بڑھ کر ہے۔

جہاں سے جائے خوشیاں بکھرائے
ہر مرجھائے چہرے کو کھلائے
ہر دل کو کرے روشن و منور
ہر ایک غمگین کو ہنسائے

حمد اور نعت پڑھ کے اداریہ پر آ پہنچے۔ اداریہ میں ایڈیٹر بھیا نے بہت خوب فرمایا۔ واقعی وقت کا پتہ ہی نہ چلا گزرا اور گزرتا ہی گیا۔ وقت کا پنچھی پر پھڑ پھڑا کر اڑتا ہی چلا گیا۔ یہ تو ایسی ندیا ہے جو خود تو بہتی ہی جا رہی ہے ساتھ والے کئی پیاروں کو بھی بہا کر لے جاتی ہے۔ 2014ء کا سال پلک جھپکتے ہی گزر گیا۔ کچھ احساس ہی نہ ہوا کئی پیارے ہمیں اس دارِ فانی میں چھوڑ کر خود دنیا جاودانی میں چلے گئے۔ ان پیاروں میں محترم مجید نظامی بھی شامل ہیں جو اپنی محنتوں، کوششوں کا ثمر پھول کی صورت میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ پاک 2014ء میں وفات پانے والے تمام مسلمانوں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، ان کی قبروں کو نور کا گہوارہ بنائے۔ آمین! ہمیں چاہیے کہ ہم اس وطن، محنتوں کے ثمر اور اسلام کے قلعے پاکستان کی حفاظت کریں اور اس اسلام کے قلعے کو قائم رکھنے کیلئے دن رات محنت کریں۔

(شاما کرم۔ بہزمان)

☆......جنوری 2015ء کے اداس و بوجھل فضا میں لپٹے ابتدائی دن تھے جب پھول موصول ہوا اور یقین کریں آپ اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہیں کیونکہ پھول نے سوگوار دلوں پر تسلی و تشفی کا مرہم رکھا۔ ہاں جن ماؤں کے بچے قربان ہوئے انہیں تو صبر آتے ہی آئے گا۔ ہماری دلی ہمدردی و دعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔ محمد صدیق گل کا آرٹیکل بہت ہی معلوماتی تھا۔ شاہین اور دوسرے جانوروں اور پرندوں سے میں نے بہت سے اسباق سیکھ لیے۔ (انسانوں سے تو آپ نے سیکھا نہیں انہوں نے ہی سبق سکھا دیا آپ کو) صدرہ شہزادی کے مشاغل فارغ رہنا جبکہ ارہوے معطرہ بننا ہے۔ (آپ بھی تو ایسے ہی بن گئیں) بیہ رائے کا سال نو مبارک کہنے کا انداز بہت بھایا۔ کوثر خالد کا خط تو بذاتِ خود ہی خوب دعوتِ مطالعہ دیتا ہے اُس پر مستزاد آپ کی برجستگی و حاضر جوابی بھی اُن کے خط کو اپڈیٹ کرتے ہوئے عروج پر رہی۔ مزہ دوبالا ہو گیا۔ عبید اللہ اور صائم کی تصاویر پر تبصرہ شرارتی جبکہ میر کی تصویر پر شاعرانہ ہے۔ تینوں اچھے لگے۔ تنویر پھول کی منظوم کہانی بہت دلچسپ ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر سے پہلا تعارف ماہنامہ "کوثر" کے ذریعے ہوا تھا۔ اُن کی علمی خدمات کی تفصیل پھول کے ذریعے معلوم ہوئی۔ نوریہ مدثر کی تحریر بہت بھلی لگی۔ صفحہ 38 پر تو میں بڑا سا کراس لگا چکی ہوں۔ انتظامیہ سے درخواست ہے کہ پھول میں اشتہارات کے لیے سلیکشن بہت دیکھ بھال کر کی جائے۔ یہ نسلِ نو کی تربیت کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور اس کے قارئین میں بڑا حلقہ نوجوان لڑکیوں کا ہے۔ جن کو شرم و حیا اور مناسب لباس کا درس دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ (حال ہی میں چیف ایڈیٹر صاحب نے نوائے وقت کی تمام مطبوعات میں تعویذ دھاگے، عاملوں اور ناقص ادویات کا اشتہار شائع کرنے پر پابندی لگائی ہے) پھول کیلنڈر بہت خوبصورت ہے۔ اب تصویر کے خانے میں ہر ایک کی اپنی چوائس ہے جو چاہے اپنی تصویر لگا لے اور جو چاہے کوئی اہم اقوالِ زریں یا آیات قرآنی چسپاں کر لے۔ (ظاہر ہے تصویر اس قابل ہوتی تو وہی لگتی) ہمارے اس بار سب کے سب مرے کے ہیں۔ اتنی محنت سے ترتیب دیئے گئے میگزین پر تفصیلی تبصرہ بھلا کس ایڈیٹر کو گراں گزرتا ہے بھلا......؟ (آپ دو تین ماہ بعد تبصرہ بھجوایا کریں۔ ہر ماہ تو الفاظ نہیں کر سکتے) سید سردار احمد پیرزادہ کے بارے میں جان کر خوشی ہوئی۔ ہم سب نعمتیں رکھتے ہوئے بھی کچھ خاص کام نہیں کر پاتے مگر وہ بصارت سے محروم ہو کر بھی ماشاء اللہ اتنے کامیاب ہیں۔ (ان کا تفصیلی انٹرویو بھی شائع کر چکے ہیں)
"زینت" کی زینب کی فرض شناسی سے وفاداری پسند آئی۔ "واردات" بہت اچھی (تو یہ واردات بھی بھلا کبھی اچھی ہوتی ہے) بلکہ اس شمارے کی عمدہ ترین تحریر ہے۔ اختتام سے پیشتر کہانی نے جو پلٹا کھایا اُس نے اسے ہر دلعزیز بنا دیا۔ "اخروٹ کے چھلکے" گہرائی لیے ہوئے ایک عمدہ تحریر ہے۔
2015ء جس طرح خود نیا ہے اسی طرح اس میں آنے والا آپ کا پہلا اداریہ بھی نیا انداز لیے ہوئے ہے۔ جی ہاں! پہلے سے کہیں زیادہ سنجیدگی اور پختگی اس بار اداریے کو منفرد بنا رہی ہے۔ "زندگی اپنے اختتام کی طرف تیزی سے گامزن ہے اور ہم اپنے انجام سے بے خبر۔" خدا کرے کہ جب ہماری زندگی کا اختتام ہو تو ہم خسارے میں رہنے والے نہ ہوں۔" آمین ثم آمین۔ اس کے ساتھ ہی اجازت دیجئے۔ (خوشی سے)

(حنا بر حسن۔ لاہور)

☆......جنوری 2015ء کا رسالہ بہت اچھا تھا۔ ماہنامہ پھول ہمارے خوشی کا ذریعہ ہے۔

(ذوالقرنین غلام مصطفیٰ...... تحصیل جلالپور پیروالا)

☆......میری بیٹی ارم شائستہ جو کہ نوجوان لکھاری تھیں اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔ لیکن ان کی تحریریں زندہ ہیں۔ ارم شائستہ کے متعلق اس کی چھوٹی بہن زرنش شائستہ ایم اے انگلش نے چند سطور تحریر کی ہیں۔ امید ہے آپ پھول میں شائع کریں گے۔ میں انہیں ارم شائستہ کی جگہ کھڑا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ کے تعاون سے یہ ممکن ہو سکے گا۔ آخر میں عرض ہے کہ ارم شائستہ کی شخصیت اور تحریروں اور تعزیت کے لیے اگر آپ کچھ شائع کریں گے تو ہماری اشک شوئی ہو سکے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔
(ہمیں خود بہت صدمہ پہنچا۔ انہوں نے جب خط میں اپنی بیماری کا ذکر کیا تو اس کی ہمت کی داد دینا پڑی اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کی۔ ارم شائستہ اور زرنش دونوں کی تحریریں شاملِ اشاعت ہیں۔ ہمارا تعاون اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم ارم شائستہ کے درجات کی بلندی کے لیے دعا گو رہیں گے۔)

(محمود احمد مغل والد ارم شائستہ)

☆......رسالہ جنوری سن 2015ء کا بہت اچھا تھا ماہنامہ پھول نے ہمارے لیے بہت خوشی دی ہے۔

(نعمان اکبر احمد...... تحصیل جلالپور پیروالا، چنڈی کوٹلیاں)

☆......ایک منفرد، معیاری، اخلاقی اور تفریحی رسالہ ہے۔ آپ کو نیا سال مبارک ہو۔

(اسد سلیم، حمزہ یعقوب، ارشد، باسد، راناماجد، رانا مدیحہ، نبیلا، نوائی)

☆......اپنے عزیزوں کیلئے سب سے بہترین تحفہ "دعا" کا تحفہ ہوتا ہے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ آپ جیسی انمول ہستیوں کیلئے تو با اختیار دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ نیا سال آپ کیلئے انتہائی مبارک ہو اور آپ شہرت کے آسمان پہ آپ چاند بن کر چمکیں۔
جس باغ میں بھی جائیں آپ پھول بن کے مہکیں۔ پھول کو پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے۔

(انعم عبدالعزیز...... وارد بٹن)

☆......سب سے پہلے پھول اور اس سے وابستہ ہر اس قاری کو جو پھول پڑھتا ہے نیا سال مبارک۔ پہلے حمد و نعت اور نظمیں پڑھیں۔ کہانیاں جو مجھے پسند آئیں وہ نذیر انبالوی کی "واردات" (نذیر صاحب آپ تو واردات ہو گئے ہیں) اور محمد طاہر عمیر کی "اخروٹ کے چھلکے"۔ حنا زجس کے "ہم او ہے" (اچھے ہی ہوں گے) اور عشرت جہاں کی "شکر"۔ مظفر محسن کی "چھ سو روپے"، عروج فاطمہ کی "محنت کبھی رائیگاں نہیں جاتی" (کسی کی بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی)۔ باقی رسالے میں مسکراہٹیں بھی ہنسانے میں کامیاب ہو گئیں۔

(محمد شعیب مسرت...... بہاولپور)

☆......شمارہ بہت عمدہ اور زبردست تھا۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ اچھی تھیں۔ سب کہانیاں بہت زبردست، عمدہ اور سبق آموز تھیں۔ لطائف نے تو پورے شمارے کا مزہ ہی دوبالا کر دیا سب لطائف بہت اچھے تھے۔

(نصر حیات، رانا شاہد محمود، رانا سلیم چوہدری، اسد عباس...... مدو قتل)

☆......جنوری 2015ء کا شمارہ 30 دسمبر 2014ء کو ملا۔ ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ رسالہ ایک سال پہلے ہی مل گیا۔ (واہ کیا بات ہے) تمام کہانیاں ٹاپ پر تھیں۔ 16 دسمبر کا وہ سیاہ دن جب سانحہ پشاور ہوا۔ اس خبر نے دل ہلا کر رکھ دیا لیکن ہمارے اساتذہ کو سلام جنہوں نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دوسروں کی جان بچائی اور جام شہادت نوش فرمایا۔ دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

(شبنم غفور...... ہڑالی)

☆......سرورق شاندار تھا۔ اس لیے سب سے پہلے حمد و نعت سے دل و جان کو معطر کرتے ہوئے اداریہ کی طرف بڑھے۔ اداریہ تو لفظ موتی تھا کامل شخصیت حضور ﷺ اور درود شریف کی برکت پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا سپرہٹ کہانی "اخروٹ کے چھلکے" بلاشبہ بہت ہی اعلیٰ پائے کی تخلیق تھی۔

"وارداتِ رہنمائی کی طرف گامزن کرتی ہوئی اچھی ہیلپ لائن تھی۔ حضور ﷺ کی پدرانہ شفقت حضرت محمد ﷺ کا دورِ طفولیت، حضرت فرید الدینؒ تمام مضامین بہت اچھے تھے۔ فاقبہ جیم الدین کا آٹوگراف پڑھ کر خوشی ہوئی۔ کہانیاں بھی زبردست تھی بس ہماری تحریر کی کمی تھی۔

(خدیجہ نور..... مقامی کنڈیاں خاص)

☆..... درحقیقت پھول ایک شاندار رسالہ ہے۔ جیسے گلاب کا کھلا ہوا پھول ہوتا ہے اسی طرح پھول میگزین ہے اور گلاب کی پتیوں کی طرح اس کے اوراق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجید نظامی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائیں (آمین) کہ انہوں نے یہ خوبصورت اور معیاری رسالہ نکالا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وطن عزیز کی حفاظت کرے اور خوشیوں سے نوازتا رہے (آمین)۔ 16 دسمبر کو "سانحہ پشاور" کی خبر سن کر بڑا افسوس ہوا۔ شہدا کو سلام جو سانحہ پشاور میں شہید ہوئے۔ دشمنوں نے یہ سوچ کر سکول پر حملہ کیا کہ بچے سکول جانا چھوڑ دیں گے اور ان پڑھ رہ جائیں گے لیکن نہیں ہم دشمنوں کی اس سوچ کو مسترد کرتے ہیں۔

(نعیم اللہ..... بڈانی)

☆..... السلام علیکم جنوری اپنی بھرپور خنکی لے کر ہمیں لطف اندوز کر رہا ہے۔ دو جنوری کو بازار خصوصی طور پر جا کر پھول خرید لیا۔ اشتہارات کی رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے فہرست پر پہنچا تو خوشی محسوس ہوئی کیونکہ شمارہ تعریف محمد ﷺ سے بھرپور تھا۔ اداریہ پڑھ کر سانحہ پشاور پر دکھ ہوا۔ کاش یہ سانحہ نہ ہوا ہوتا۔ "اخروٹ کے چھلکے" اچھی کہانی تھی۔ نذیر انبالوی "واردات" پسند آئی۔ (انہوں نے کی نہیں لکھی تھی)۔ فیضان رحمت بے کراں بہت ہی اچھا انتخاب تھا۔ مسکراہٹیں نے تو ہنسا ہنسا کر پاگل کر دیا۔ (اس طرح ہوئے تھے آپ) "ہمارے" بہت ہی سبق آموز تحریر تھی۔ "جنوری کے اہم واقعات" معلومات سے بھرپور تھا۔

(محمد عقیل وائیال..... سکردو)

☆..... سرورق کیا ہی خوب سجا نیلی آنکھوں والی پری نے۔ نبی آخر الزمان ﷺ کا روضہ مبارک بھی خوب جگمگا رہا ہے۔ نئے سال کی خبر مبارک۔ حمد و نعت سے دل شاد کیا۔ کرنیں ایمان افروز تھیں۔ سانحہ پشاور پر آنکھ اشکبار کر گیا۔ اداریے نے حوصلہ دیا۔ محسن انسانیت ﷺ پر تمام تحریریں پڑھنے کے قابل تھیں۔ رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ وہ عظیم انسان تھے جن کا ثانی کیا سایہ بھی نہ ملے گا۔ چودھری ظفر اللہ خان کا انتخاب بے کراں تھا۔ حضرت فخر الدین شیرازی اور ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے بارے میں تحریریں معلومات سے بھرپور تھیں۔ محمد مزمل نے کیا خوب محنت کی، محسن انسانیت کے بارے میں، غیروں کی باتیں بتائیں۔ ڈاکٹر محمد ارشد کو میری طرف سے خراج تحسین۔ کیا خوب آبیاری کر رہے ہیں پھول شاہینوں کی۔ طاہر بھائی اس بار "اخروٹ کے چھلکے" لے کر آئے۔ (آپ نے کمائے کہ نہیں؟)۔ نذیر انبالوی کے تارکین کے مسافر ایک ٹھوکر سے راہ راست پر آ گئے۔ علی اکمل تصور کی "زینت" اپنے باپ کی زینت بن گئی۔ ممتاز حسن کے شاگردوں کے "ہمارے" پورے نہ ہو سکے لیکن "محنت رائیگاں نہیں جاتی"۔ مسکراہٹیں غیر معمولی کارکردگی پر مشتمل تھیں۔ کوکز کی دنیا سے اب خوش ہیں۔ (سوال آسان جو ہوتے ہیں)۔ سائنس کی دنیا لاجواب سلسلہ ہے۔

(محمد اسد اللہ غالب..... عارف والا)

☆..... اداریہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ جنوری کے شمارے میں کامل شخصیت سرکارِ دو عالم ﷺ "اخروٹ کے چھلکے" (محمد طاہر عمیر) واردات (نذیر انبالوی) زینت (علی اکمل تصور) ہمارے (ممتاز حسن) تحریریں بہت پسند آئیں۔ 16 دسمبر سانحہ پشاور بہت ہولناک واقعہ تھا۔ اس واقعہ میں شہید ہونے والے میرے بہن بھائیوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ اے دہشت گردو! میری بات سن لو تم جتنے بھی ہمارے ساتھیوں کو شہید کر لو۔ ہم تعلیم کے لیے سکولوں میں پرعزم ہیں اور رہیں گے۔

(نامعہ نعیلہ خضر، عقیل خضر، عائشہ صدیقہ)

☆..... نیا سال مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ نیا سال خوشیوں کا سال ہو (آمین) پھول چاہے ہزار بار پڑھ لیں ہر بار اپنے انداز موجود سبق کا وہی جوش و جذبہ ابھرتا ہے۔ سرورق انتہائی خوبصورت تھا۔ حمد و نعت سے دل شاد کیا۔ تمام کہانیاں شاندار تھیں۔ تمام نظمیں اچھی تھیں۔ اللہ کرے پھول دن دگنی رات چگنی ترقی کرے۔ (آمین)۔

(مزمل مجتبیٰ ہاشمی..... منڈی بہاؤالدین)

☆..... ایسے لگتا ہے کہ پھول میری زندگی کا حصہ بن چکا ہے۔ پھول نے بہت سی معلومات دیں۔ کرنیں سے بھی بہت سی معلومات حاصل کیں۔ اور ان پر عمل بھی کیا۔ پھول بچوں کی اچھے طریقے سے اصلاح کر رہا ہے اور اللہ کرے یہ ایسے قائم رہ کر بچوں کی اصلاح کرتا رہے۔ (آمین)

(محمد ارشد..... رومیلا نوالی)

☆..... پاکستان کی تاریخ میں 5 فروری کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ جی ہاں اس دن کو یوم یکجہتی کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کشمیر کی آزادی وہ واحد مسئلہ ہے۔ جس کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات اچھے نہیں ہیں۔ اگر بھارت اپنی ہٹ دھرمی چھوڑ دے تو اس مسئلے کو حل کیا جا سکتا ہے۔ پھول میں نسیم حجازی کے ناول کا سلسلہ بھی شروع کریں کیونکہ وہ حوصلہ افزا ہیں۔ اللہ پھول کو اور اس کو تیار کرنے والی ٹیم کی عمر لمبی کرے آمین

(حامد مجتبیٰ سعید..... رومیلا نوالی)

☆..... جنوری کا شمارہ بہت زبردست تھا۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول مقبول ﷺ اچھی اور عمدہ تھیں۔ سب کہانیاں زبردست اچھی اور سبق آموز تھیں۔ اس دفعہ تو ماشاءاللہ سارا ہی شمارہ سرور جہاں نبی اکرم ﷺ کے تذکرہ سے معطر تھا۔ اس کے علاوہ معلومات سے بھرپور تھا۔

اللہ تعالیٰ پھول کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حاسدین کے شر سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور یہاں امن قائم کرے۔

(حافظ عبدالعزیز..... کراچی)

☆..... سال نو کا شمارہ ملا۔ دانیہ اشرف موم کی گڑیا لگیں۔ اداریہ میں لکھا گیا شعر دامری کی زینت بنا۔ سانحہ پشاور کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ نہ جانے وہ کوئی خلائی مخلوق تھی یا مشینی روبوٹس جذبات، احساسات سے عاری، صبح سویرے اٹکھیلیاں کرتے، صاف ستھری وردی میں ملبوس بچے سکول کی جانب جاتے ہیں تو فرشتوں کو بھی ان پر پیار آتا ہوگا۔ دل سے دعا نکل رہی ہے کہ خدا ایسے لوگوں کو قیامت تک آنے والے انسان کے لیے عبرت بنا دے۔ سانحہ پشاور کے بارے میں لکھی گئی تمام نظمیں پسند آئیں۔ خاص طور پر ام زہرا کی سوچتی ہوں۔

رنگا رنگ پھول کیلنڈر خوب دل کو بھایا کہانیوں میں "شایا کی کہانی" منفرد رہی۔ میگزین کے تمام مضامین اور کہانیاں پھولوں کا مجموعہ ثابت ہوا۔ (خطوط میں کو بھی کا پھول بھی تو ہے)

(عشرت جہاں..... لاہور)

☆..... امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور پھول کی سجاوٹ میں مصروف ہوں گے اور روزی کی نوکری بھی آپ کا بھرپور ساتھ دے رہی ہوگی۔ ظاہر ہے پھولوں کی یا پودوں کی کاٹ چھانٹ کر کے انہیں صاف کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سب سے پہلے آپ کو نیا سال بہت بہت اور بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے اس سال پیارے بھیا اور سب پھول ساتھیوں کو ڈھیروں خوشیاں نصیب ہوں۔ آمین! ہمیشہ کی طرح پھول کی ادا سب سے جدا تھی۔ واہ کیا ادا ہے پھول کی۔ یہ تو لاجواب ہے اس میں کی ہوئی محنت بے حساب ہے۔

(سیدہ ذیشان شاہد، کامران شاہد..... نور والا)

☆..... جنوری کا رسالہ بہت اچھا تھا تمام تحریریں اچھی تھیں۔ سرورق بہت اچھا تھا۔ 2014ء جاتے جاتے غم دے گیا۔ اللہ کرے 2015ء تمام مسلمانوں کا اچھا گزرے۔

(عمیر چودھری، ارشد ملک، حمزہ عمیر، محمد ذکر، محمد مزمل، عبدالقدوس، مدنی خان، ساجد خان، شیراز، بشریٰ فرحان..... رومیلا نوالی)

☆..... السلام علیکم نئے سال کا خوبصورت سرورق سے سجا ماہنامہ پھول ہاتھوں میں ہے۔ پھول کی ادا سب سے جدا رنگا رنگ تحریروں سے مزین پھول کی اپنی ہی اک بہار ہوتی ہے۔ 12 ربیع الاول کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ پر ہر تحریر ہی لاجواب تھی۔ اللہ کرے ہر مسلمان حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے کامیابیاں حاصل کرے۔ کہانیوں میں اخروٹ کے چھلکے بہترین کہانی تھی اس کے علاوہ زینت اور فیضان بے کراں پر شاعری بہت اچھی لگی۔ پھول کیلنڈر دیکھ کر تو دل خوش ہو گیا۔ اللہ کرے ہمارے وطن میں ہر سال ہی امن امان اور اخوت و محبت سے بھائی چارے کی بہار قائم کرے۔

(عبدالجبار رومی..... لاہور)

☆..... نئے سال کا شمارہ نئی آب و تاب کے ساتھ ملا۔ سرورق بہت ہی لاجواب تھا۔ اداریہ پڑھا بہت ہی خوب تھا۔ ہر جملہ نئے عزم و ہمت کی کہانی بیان کر رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی عقیدت میں لکھا گیا ہر مضمون حضور ﷺ کی عظمت سے بھرپور تھا۔ چودھری ظفر اللہ خان کا انتخاب "رحمت بے کراں" غیر مسلموں کے دل میں حضور ﷺ کے لیے عظمت و عقیدت کو بیان کر رہا تھا۔ ڈاکٹر محمد ارشد کو میری طرف سے مبارک باد۔ آپ بھرپور طریقے سے مسلمان سائنسدانوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ کہانیاں سب ہی بہت اچھی تھیں۔ تمام لکھنے والوں کو دعا سلام۔

(محمد اجمل شاہین انصاری..... چوہنگ ستی)

☆..... ماہنامہ پھول کا جنوری کا شمارہ بہت اچھا اور خوبصورت ہے۔ اور اس میں کیلنڈر بھی بہت پیارا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں رحمت عالم ﷺ کے متعلق پڑھ کر آپ کی زندگی سے متعلق پڑھا۔ اخروٹ کے چھلکے، سائنس کی دنیا، بلی کا بچہ، شاہین کی خصوصیات بھی اچھے تھے اور دیگر معلومات سے آگاہی ہوئی۔ وطن کے دشمن کچھ بھی کر لیں وہ نہ ہمارے حوصلے پست کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں ڈرا سکتے ہیں ہم ایک بہادر قوم ہیں۔ پاکستان زندہ باد۔

(حیدر شمشاد خان..... میانی)

☆..... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پاکستان اور مسلمانوں کو ترقی عطا فرمائیں۔ (آمین)

(عبدالقدوس، حمزہ، عبداللہ، عبدالقدیر، عبدالقیوم، عبدالرحمٰن، احمد رضا..... رومیلا نوالی)

☆..... میں ماہنامہ پھول مسلسل 8 سال سے پڑھ رہا ہوں۔ یہ ایک اچھا پرچہ ہے جو کہ اپنے آغاز کے وقت سے ہی مقبول رہا ہے اور کیوں نہ ہو کیونکہ ہمارے بزرگ مجید نظامی صاحب نے یہ چمن اگایا۔ اور اب یہ ایک اصلاح اور نیکی کے مقصد کی تبلیغ کر رہا ہے۔ "انسان جو نیک کام کرتا ہے اس کا کچھ صلہ اس زندگی میں، نہیں تو اخروی زندگی میں تو ضرور ملتا ہے"۔ شعیب بھیا! آپ بھی اچھا کام کر رہے ہیں اس کا صلہ آپ کو ضرور ملے گا۔ میں بذات خود سمجھتا ہوں کہ پڑھنے سے زیادہ مشکل کام لکھنا ہے۔ کیونکہ جب آپ لکھ رہے ہوتے ہیں، تو آپ قاری تک اپنے احساسات و تجربات کا نچوڑ پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ جو آپ نے روزمرہ کے ماحول سے سیکھا ہوتا ہے۔ مجھے واردات "نذیر انبالوی" کی کہانی (شکر ہے کہانی لکھ دیا) سب سے زیادہ پسند آئی۔ کیونکہ اس میں نذیر صاحب نے محنت اور نیکی کا سنہری درس دیا ہے۔ ایڈیٹر بھیا آپ کی تعریف میں چند اشعار کہنا چاہوں گا۔ (تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا)

(محمد وقار حسن..... جولی کلھا)

☆..... جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ تمام کہانیاں بہت اچھی تھیں۔ سرورق بہت ہی اچھا تھا۔ خدا پھول کو تمام سال میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے۔ تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی وہ کسی کی وفات کا سنیں تو ایک مرتبہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ کر وفات پا جانے والے کو بخش دیں۔ کیونکہ سورۃ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنے سے ایک قرآن پاک کا ثواب ملتا ہے۔

(زوبیہ انور..... جنڈانوالہ)

متاع حیات

کوکب علی

تیز اور تیز۔۔۔۔۔

ہنسی، قہقہے، شور، ہنگامہ،،،،

برگد کے درخت کے نیچے ایک میلے کا سماں تھا۔۔۔

سب بچے اپنی اپنی باری کے منتظر ایک دوسرے کو جھولا جھلا رہے تھے۔۔۔۔

چٹاخ۔۔۔ چٹاخ۔۔۔۔

اچانک خاموشی چھا گئی۔ میں نے ارحم کو کان سے پکڑا۔۔۔ اور گھر کی جانب روانہ ہو گیا،،،،

اس کا چہرہ شدت ضبط سے تمتما رہا تھا۔۔۔۔

آنکھوں میں آنسو تھے اور لبوں پر سسکیاں،،،،

درد کی ٹیسیں شدید تھیں۔۔۔۔

میں اُٹھنے کی کوشش میں لڑکھڑا گیا۔۔۔

کسی نے بڑھ کر مجھے تھام لیا تھا،،،،

کچھ سسکیاں تھیں، کچھ آنسو۔۔۔۔

منظر دھندلا چکا تھا۔۔۔۔

میرے چار بچے ہیں ،،، تین بیٹے اور ایک بیٹی۔۔۔ پیشے کے اعتبار سے میں ایک جج ہوں۔ اصولوں کا پابند۔۔۔ اور زندگی کو ایک مخصوص طریقے پر چلانے والا۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ میں گھر میں ایک سخت گیر باپ ہوں،،، اور میرے بچے میری آمد پر اِدھر اُدھر کھسک جاتے۔۔۔ اور اپنی باتیں اپنی ماں کے ذریعے مجھ تک پہنچاتے۔۔۔ میں نے ان کو اچھا کھلایا، پلایا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خرچ کیا ہے۔ اور ان کو ایک بہتر زندگی دی ہے۔۔۔ میرا خواب ہے کہ وہ اعلیٰ مقام حاصل کریں۔۔۔ اور اسی بھاگ دوڑ میں، میں اتنا مصروف رہا کہ کبھی پتہ ہی نہ چل سکا کہ زندگی کب اپنا رخ بدل گئی۔۔۔۔

میرا تعلق گاؤں کے ایک سادہ لوح گھرانے سے تھا مگر میرے خواب بہت اُونچے تھے۔۔۔ مجھے یاد ہی نہیں تھا کہ میں کب اور کیسے گاؤں کے سرکاری سکول سے شہر کی بلند و بانگ عمارتوں کا حصہ بن گیا۔ اور بالآخر کامیابی کی منزلیں طے کرتے کرتے ایک کامیاب جج کی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور میرا پیشہ ہی میرا اوڑھنا بچھونا تھا۔۔۔۔

احسن اور محسن میری خواہش کے مطابق بیرون ملک مقیم تھے۔۔۔ اور فاطمہ کی ذمہ داریوں سے میں بخیر و خوبی فارغ تھا۔۔۔ مگر ارحم ان سب سے مختلف تھا۔۔۔ وہ پڑھائی میں بہت قابل تھا۔۔۔ مگر میرے نظریات سے اسے اختلاف تھا،،، وہ ہر وقت ہم سب کی طرح اپنے مرتبے کی فکر میں نہیں رہتا تھا۔ اس کو اپنے ملک سے محبت تھی۔۔۔ اور وہ عام لوگوں کی طرح عام زندگی گزارتا تھا۔۔۔ اور ہم دونوں کے درمیان ہمیشہ شکوے شکایتوں کی دیواریں حائل رہتی تھیں،،،،

میں نے ارحم کو میڈیکل میں داخلے کے بعد ہاسٹل بھیج دیا تھا تاکہ وہ بہتر طریقے سے پڑھائی کر سکے۔۔۔ آمنہ بیگم کچھ ناراض دکھائی دیتی تھی۔ مگر مجھے جذبات سے زیادہ اس کا مستقبل عزیز تھا،،،، ارحم کبھی کبھار گھر آتا، اپنی ماں سے باتیں کرتا۔۔۔ اپنے پرانے دوستوں سے ملتا۔۔۔ اور مجھ سے سلام دعا کے علاوہ شاید ہی کوئی بات کرتا۔۔۔۔ اور اس کی وجہ باقی بچوں کے مقابلے میں میرا اس کے ساتھ سخت برتاؤ تھا۔

وقت گزرتا گیا، میں ریٹائر ہو گیا،،، بیمار رہنے لگا۔ ارحم ڈاکٹر بن گیا۔۔۔ احسن اور محسن اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف تھے۔۔۔ اور آمنہ بیگم اس دنیا سے کوچ کر گئیں۔۔۔ کبھی کبھار فاطمہ اپنے بچوں کے ساتھ آ جاتی تو گھر میں رونق لگ جاتی۔ کبھی موبائل کی گھنٹی بجتی تو احسن اور محسن کی آوازیں سننے کو مل جاتیں تو دل بہل جاتا۔۔۔ بس شب و روز کا یہی معمول تھا۔۔۔۔

آج صبح ہی سے میری طبیعت میں کچھ گھبراہٹ تھی۔ دل کا ہلکا ہلکا درد شدت اختیار کر رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے محسن اور احسن سے بات ہوئی تھی۔ وہ بتا رہے تھے مصروفیت کے باعث اس سال پاکستان کا چکر لگانا مشکل ہے،،، میں نے نیک تمناؤں کے ساتھ فون رکھ دیا۔ کہ یہی زندگی کا پھیر ہے۔۔۔ اور سارے منظر نامے میں مجھے ارحم یاد ہی نہ رہا۔۔۔ اسی دوران مجھے لگا کہ چلنا دوبھر ہو گیا ہے،،، میں نے فون اٹھا کر نمبر ملانا چاہا۔۔۔۔ پتہ نہیں کہاں کا۔۔۔ پتہ نہیں کس کا؟؟؟ مگر میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔۔۔ سب منظر دھندلا گئے۔۔۔ کسی نے بڑھ کر مجھے تھام لیا تھا۔

مجھے ہوش آیا تو میں ہسپتال کے ایک کمرے میں موجود تھا۔۔۔ ڈاکٹر ارحم اور اس کی ٹیم زندگی بچانے کی اس کوشش میں کامیاب رہی تھی،،،، مجھے اپنی جانب دیکھتا پا کر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔۔۔ اس کے لبوں پر دعائیں تھیں،،،، اور وہ سجدہ شکر بجا لایا،،،، یہ منظر دیکھ کر میرا دل شرمندگی سے بھر گیا۔۔۔ مجھ سے قریب رہنے والے مجھ سے بہت دور تھے اور جس کو میں نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی وہ میرے لیئے مسیحا بن کر آیا تھا،،، میں نے ڈاکٹر ارحم کو گلے لگا لیا، اس کا ماتھا چوما، یہی وہ وقت تھا جب فاصلوں کی دیواریں گر گئیں اور یہی ایک لمحہ تھا جو ہم دونوں کے لئے متاع حیات بن گیا۔۔۔۔

نام......تعبیر زہرہ۔تاریخ پیدائش...... 15-2-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......کہانیاں پڑھنا۔ارادے......اپنے ملک و قوم کی خدمت کرنا۔تبدیلی......(انصاف کرنا)(اب اس تبدیلی سے انصاف کرنا)۔پتہ......مسعود راولپنڈی

☆☆☆

نام...... انعم عبدالعزیز مغل۔تاریخ پیدائش...... 7-2-2001 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......ڈرائنگ کرنا۔ارادے...... پھول کی ایڈیٹر بننا (اتنا آسان نہیں)۔تبدیلی......تبدیلی آئی نہیں تبدیلی آرہی ہے (پی ٹی آئی)۔پتہ......واربرٹن ضلع ننکانہ

☆☆☆

نام......عمارہ حسین۔تاریخ پیدائش...... 20-2-2007 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کتابیں پڑھنا۔ارادے...... ڈاکٹر بننا۔تبدیلی ......کہانی پڑھنا (کہانی لکھنے کی تبدیلی آنی چاہیے تھی)۔پتہ......لاہور

☆☆☆

نام......سدرہ ارشد۔تاریخ پیدائش...... 19-2-2008 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل...... نعتیں پڑھنا، گیم کھیلنا۔ارادے......ٹیچر بننا۔تبدیلی ......سائیکلنگ کا شوق پیدا کیا (آج کل بہت بیمار ہیں)۔پتہ......جڑانوالہ

☆☆☆

نام...... عبدالمحیب کھرل۔تاریخ پیدائش...... 14-2-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پڑھنا، دوستوں سے باتیں کرنا (بہت باتونی ہیں آپ)۔ارادے......ڈاکٹر بننا۔تبدیلی......ابھی سوچا نہیں۔پتہ......مدینہ ٹاؤن والا

☆☆☆

نام......حسیب ارشد۔تاریخ پیدائش...... 27-2-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......مطالعہ کرنا۔ارادے......استاد بنوں گا (آپ پہلے ہی بڑے استاد ہیں)۔تبدیلی......مثبت سوچ پیدا کی۔پتہ ......چک نمبر 13/14L ضلع ساہیوال

☆☆☆

نام......فضہ فرمان آزو۔تاریخ پیدائش...... 4-2-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......کتابیں پڑھنا۔ارادے...... ماسٹر بننا (تو لکھنا شروع کردیں)۔تبدیلی......علمی معلومات میں اضافہ کیا۔پتہ......لاہور

☆☆☆

نام...... بسمہ مبشر۔تاریخ پیدائش...... 28-2-2006 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......ڈرائنگ کرنا، کہانیاں پڑھنا اور سننا۔ارادے...... فائن آرٹ کرنا (پھر کس کی ڈیوٹی ہیں آپ نے خراب کی ہیں؟)۔تبدیلی......مثبت سوچ، پڑھائی میں دل لگنا۔پتہ......علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

☆☆☆

نام......بشر حسین۔تاریخ پیدائش...... 13-2-2003 (سالگرہ

آپ "پھول" پڑھتے ہیں...... آپ ہمارے لئے اہم ہیں۔
آپ بھی "پھول فورم" میں شریک ہو سکتے ہیں۔اپنا تعارف اور تصویر شائع کروانے کیلئے کوپن پر کر کے اپنی پاسپورٹ سائز تصویر کے ہمراہ بھجوادیں اور آپ کو کرنا ہوگا......صرف اپنی باری کا انتظار۔باری آنے پر آپ کا تعارف ضرور شائع ہوگا۔"پھول" پڑھتے رہیے۔اس کے آئندہ کسی بھی شمارے میں،
آپ کیلئے ہوگا سرپرائز

مبارک ہو)۔مشاغل......شرارتیں کرنا۔ارادے......فوجی بننا (فوج میں شرارتیں کرنے والوں کا کورٹ مارشل ہوتا ہے)۔تبدیلی ......شرارتیں کم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔پتہ......اچھرہ لاہور

☆☆☆

نام......شہریار احمد۔تاریخ پیدائش...... 12-2-2009 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......کھیلنا (کسی کے جذبات سے نہ کھیلنا)۔ارادے...... فوجی بننا۔تبدیلی......کہانیاں پڑھنا۔پتہ......بہاولپور

☆☆☆

نام......کاشف کامران۔تاریخ پیدائش...... 6-2-1992 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......رسائل پڑھنا، خبریں سننا۔ارادے ......دولہا بننا (پہلے رنگ سفید کرلیں)۔تبدیلی......رنگ مزید چٹا ہو گیا (اگر یہ چٹا ہے تو پہلے کیسا ہوگا)۔پتہ......یزمان

☆☆☆

نام......خضر عامر بٹ۔تاریخ پیدائش...... 3-2-1997 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......کرکٹ کھیلنا۔ارادے......کرکٹر بننا۔تبدیلی......کوئی نہیں (بٹوں میں تبدیلی ذرا دیر سے ہی آتی ہے)۔پتہ......اقبال ٹاؤن لاہور

☆☆☆

نام......غلام سرور شاہد۔تاریخ پیدائش...... 12-2-1988 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......شاعری کرنا۔ارادے...... انسانیت کی خدمت کرنا۔تبدیلی......تبدیلی آرہی ہے (یعنی شادی کی تیاری)۔پتہ......ضلع شیخوپورہ

☆☆☆

نام...... محمد شکیب مسرت۔تاریخ پیدائش...... 15-2-2003 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......مطالعہ کرنا (شکر ہے کمپیوٹر اور موبائل کے دور میں بھی لوگ مطالعہ کرتے ہیں)۔ارادے......پاک فوج میں جانا۔تبدیلی......کہانیاں پڑھنے کا شوق۔پتہ......بہاولپور

☆☆☆

نام......عثمان حمید۔تاریخ پیدائش...... 2-2-1998 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کرکٹ کھیلنا۔ارادے......کچھ اچھا کر کے دکھانا (دکھاوے کے لیے اچھا نہ کریں)۔تبدیلی...... بہت کچھ پھول نے میرے اندر تبدیلی کی۔پتہ......منڈی بہاؤالدین

☆☆☆

نام......حافظ عبدالعزیز۔تاریخ پیدائش...... 2-2-1993 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل...... پڑھنا پڑھانا اور پڑھنا (اب لکھنا بھی سیکھ لیں)۔ارادے......عالم باعمل بن کر قرآن وسنت کی دعوت عام کرنا۔تبدیلی ......اردو ادب کی طرف راغب کیا۔پتہ......کراچی

☆☆☆

نام......محمد علی کھوکھر۔تاریخ پیدائش...... 8-2-2002 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......پھول پڑھنا۔ارادے......انجینئر بننا (کوئی ڈیم ہی بنا دینا)۔تبدیلی...... پڑھائی کا شوق۔پتہ......ڈنگہ سٹی

☆☆☆

نام...... سارہ نواز۔تاریخ پیدائش...... 2-2-2000 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کتاب پڑھنا۔ارادے......ڈاکٹر بننا (مسیحا بننا)۔تبدیلی......پڑھنے کا شوق۔پتہ......حاصل

☆☆☆

نام...... سارہ جاوید۔تاریخ پیدائش...... 17-2-1998 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......کتابیں پڑھنا غیر نصابی (نصابی کتابیں بھی پڑھ لیا کریں)۔ارادے......پاک آرمی یا ISPR جوائن کرنا۔تبدیلی......ملک و قوم کے لئے کچھ کرنے کا جذبہ۔پتہ......چک جھمرہ ضلع فیصل آباد

☆☆☆

نام......سعدیہ کنول۔تاریخ پیدائش...... 13-2-1999 (سالگرہ مبارک ہو)۔ مشاغل......پھول رسالہ پڑھنا۔ارادے......پھول کی لکھاری بننا (قاری تو ہیں اب لکھاری بھی بنیں)۔تبدیلی......کہانی پڑھنا۔پتہ......ترنڈہ

☆☆☆

نام......ابیہا احسان۔تاریخ پیدائش...... 10-2-2014 (سالگرہ مبارک ہو)۔مشاغل......رسالے پڑھنا، کھیلنا۔ارادے......ڈاکٹر بننا۔تبدیلی...... پڑھنے کی صلاحیت کو بہتر بنایا (اب لکھنے کی صلاحیت کو بہتر بنانا بھی شروع کر رہے ہیں)۔پتہ......سیالکوٹ

مٹھائی

"رُوفی بھیا کہاں کا ارادہ ہے؟" شرجیل نے رُوفی بھیا کو باآواز بلند پکارا۔
"قریبی مٹھائی کی دکان تک جا رہے ہیں آج ہمارا انعام نکلا ہے۔" رُوفی بھیا کی آواز خوشی سے کپکپا رہی تھی۔
"ہائیں، آپ کا انعام؟"
"ہاں ہاں یہ دیکھو" انہوں نے پانچ ہزار کا نوٹ، سامنے کیا۔
"جس میگزین میں ایک مضمون لکھا تھا اس پر ملا ہے۔" انہوں نے تصدیق کی۔ ان کی آنکھوں میں ستارے جگمگا رہے تھے۔
"یقین نہیں آتا۔" شرجیل نے بے یقینی سے سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے کہا۔
"کیوں اس میں یقین نہ آنے والی کون سی بات ہے۔" رُوفی بھیانے بُرا مناتے ہوئے کہا۔
"نہیں نہیں، وہ میرا مطلب ہے کہ آج کل دھوکہ بازی بہت چل رہی ہے روفی بھیا، اور آپ بڑے، سادہ انسان" شرجیل نے گڑبڑا کر کہا۔
"دکھائیں تو ذرا نوٹ اصل ہے نا۔" اُس نے نوٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔
"بالکل اصلی ہے ابا اماں چیک کر چکے ہیں۔ بنک سے تازہ بہ تازہ نکلا ہے۔" روفی بھیانے نوٹ کو سختی سے مٹھی میں دبالیا۔
"بنک سے بھی نوٹ نقلی مل سکتا ہے۔ بنک ہی ہے ٹکسال تو نہیں۔ شرجیل نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔ اتنے میں محلے کے دیگر لڑکے بھی ارد گرد جمع ہو چکے تھے۔
"دوستو! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے روفی بھیا نے میگزین میں زبردست مضمون لکھا ہے جس پر انہیں پہلا انعام ملا ہے اور اسی خوشی میں روفی بھیا مٹھائی لینے جا رہے ہیں۔
"واہ ...... واہ بھی واہ تالیاں......" سب نے تالیاں پیٹیں، جبکہ روفی بھیا کا سینہ فخر سے پھول گیا" بس بس پسلیوں کو ہوا نہ لگ جائے۔" داؤد نے مداخلت کی۔ جواب میں روفی بھیانے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے داؤد کو گھورا۔ خوشی کی خبر ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے اور پھر پورے محلے میں گونجنے لگی۔ اچھا خاصا ہجوم سا جمع ہو گیا تھا۔ تمام لڑکے روفی بھیا چلیں پھر مٹھائی لینے۔ داؤد نے گویا یاد دلایا۔
مگر اتنے لوگوں کی کیا ضرورت تھی۔" روفی بھیا پر اب گھبراہٹ طاری ہوگئی۔
"بھیا پانچ ہزار کا معاملہ ہے کوئی عام بات نہیں۔ آپ کو نہیں معلوم حالات کیسے چل رہے ہیں۔ سب کا ساتھ ہونا ضروری ہے اور پھر ہم سب تو آپ کی خوشی میں شریک ہیں اگر آپ کہتے ہیں تو یہیں رک جاتے ہیں۔" شرجیل نے معصومیت سے کہا۔
"ارے نہیں نہیں۔ کوئی بات نہیں۔" نرم دل روفی بھیا فوراً گویا ہوئے۔ مگر یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ اتنا بڑا ہجوم دکان تک جائے۔ روفی بھیا نے دور تک نظر دوڑائی۔
"ہاں ہاں بھی دکاندار ہی دیکھ کر ڈر جائے کہ شاید دکان پر حملہ ہو گیا۔" داؤد نے نکتہ پیش کیا۔ "ہاں تو بھئی ایسا کرتے ہیں چار پانچ بندے روفی بھیا کے ساتھ ہوں گے باقی سب باہر کھڑے رہیں گے۔"
سب ہی باتیں کرتے کرتے روفی بھیا کو سراہتے علاقے کی سب سے مشہور مٹھائی کی دکان تک پہنچ گئے۔ شوکیسوں میں رنگ برنگ میٹھی خستہ مٹھائیاں دیکھنے والوں کے دل للچا رہی تھیں۔
روفی بھیا لائیں جلدی سے نوٹ دیں ہم مٹھائی لے آئیں۔" شرجیل اور داؤد ایک ساتھ بولے۔ روفی بھیا شش و پنج میں مبتلا تھے۔
"ارے بھیا اچھا لگتا ہے کہ اتنا بڑا قلمکار مٹھائی کی دکان میں گھسے اور مٹھائی خریدتا پھرے۔ آخر ہم کس لئے ہیں۔" ان میں سے ایک مؤدبانہ انداز میں گویا ہوئے۔
اچھا لیکن بتایا دھیان سے لیتے آنا۔ روفی بھیا نے ہچکچاتے ہوئے نوٹ حوالے کیا۔ "جی جی بالکل۔" دونوں ہی نوٹ لے کر دکان کی طرف دوڑے جبکہ دیگر لڑکوں نے روفی بھیا کے گرد گھیرا ڈال رکھا تھا۔ اتنے میں دونوں مٹھائی کے ٹوکروں کے ساتھ باہر آئے اور جلدی جلدی ایک ایک لفافہ لڑکوں کے ہاتھوں میں تھماتے رہے۔ لڑکے لفافہ تھامتے شکریہ ادا کرتے اور یہ جا وہ جا۔
آخر میں ایک لفافہ روفی بھیا کے ہاتھ میں بھی تھمایا گیا۔ روفی بھیا منہ لٹکائے لفافے کی جانب دیکھ رہے تھے۔"
اور بھیا یہ لیں بقایا۔" شرجیل نے کہتے ہوئے دس دس کے دو نوٹ اور چند سکے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ "اچھا اجازت دیں بھیا امید ہے آئندہ بھی یاد رکھیں گے۔" کہتے دونوں آگے بڑھ گئے جبکہ روفی بھیا دانت کچکچاتے گھر کی جانب ہولئے۔

وحید آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا اپنے ماں باپ کے ساتھ ایک قصبے میں رہتا تھا اس کا باپ محنت مزدوری کر کے جو تھوڑے سے پیسے لاتا اس سے ان کے گھر کا چولہا جلتا۔ وحید کی ماں کی وفات کے بعد اس کے باپ نے دوسری شادی کر لی۔ وحید کا باپ جو بھی کما کر لاتا اپنی بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیتا۔ وہ اپنے بیٹے کیلئے بھی کچھ نہ کچھ خرید کر لاتا۔

وحید خوش رہتا تھا وہ پڑھائی میں بھی محنت کر رہا تھا لیکن وحید کی سوتیلی ماں اس سے اچھا سلوک نہیں کرتی تھی اسے وحید سے سخت نفرت تھی اسے کھانا بھی اچھا نہیں دیتی تھی۔ کپڑے بھی سال میں ایک آدھ بار بنا کر دیتی۔ وہ اکثر مہنگائی کا بہانہ بنا کر اس کا حق مار لیا کرتی تھی۔ ویسے بھی ان کے گھر میں غربت تھی لیکن دو وقت کی روٹی چل رہی تھی۔

وحید قصبے کے سکول میں ہی تعلیم حاصل کر رہا تھا اس کے ارادے بہت بلند تھے وہ پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بننا چاہتا تھا۔ اور بڑے بڑے کام کرنا چاہتا تھا۔ وحید کے باپ کو قصبے میں مزدوری مشکل سے ہی ملتی تھی اس لیے وہ پریشان رہتا تھا۔ آخر اس نے شہر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اُس کے اس فیصلے سے اس کی بیوی پریشان تھی لیکن حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے اپنے خاوند کو شہر جانے کی اجازت دیدی۔

وحید کا باپ ایک ہفتے کے بعد گھر آتا تھا جب وہ گھر آتا تو وحید کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا تھا۔ گھر میں سجاوٹ کا کوئی سامان نہ تھا گھر بالکل خالی تھا۔ وحید کا دل بھی چاہتا تھا کہ اس کے گھر میں صوفہ ہو اور اگر ٹیلی ویژن آ جائے تو اس کی زندگی میں بہار آ جائے لیکن وحید کی ماں اس کی ان خواہشات کو ہرگز پورا کرنے کیلئے تیار نہ تھی۔ کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ وحید کو کوئی خوشی نہ حاصل ہو۔ ایک دفعہ وحید نے اپنی سوتیلی ماں سے شکایت کی کہ اسے کھانا پورا دیا جائے اور کپڑے جو جگہ جگہ سے پھٹ رہے ہیں انہیں بھی بدل دیا جائے لیکن اس کی ماں یہ کام کرنے کیلئے ہرگز تیار نہ تھی۔ وہ اسے طرح طرح سے ذلیل کرتی ایک دفعہ اس نے انگوٹھی کی چوری کا الزام وحید پر لگایا لیکن بہت جلد اصل بات معلوم ہو گئی ورنہ وہ اس الزام کے تحت اسے گھر سے نکال دیتی۔

وحید کے باپ کو اپنے بیٹے کی خواہشات کا علم تھا۔ اس نے کچھ عرصہ رقم جوڑنے کے بعد ایک سیکنڈ ہینڈ چھوٹا ٹی وی، ایک صوفہ اور ایک میز کا انتظام کر دیا۔ وحید اب میز کرسی پر بیٹھ کر پڑھتا اور فارغ وقت میں ٹی وی دیکھتا وہ بہت خوش تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری کر دی اس طرح اس کے دن ہنسی خوشی گزرنے لگے۔

اس کے دوست شام کو اس کے گھر آ جاتے کچھ دیر پڑھائی کرنے کے بعد وہ بھی ٹی وی دیکھتے۔ وحید نے اب جوش و خروش سے پڑھائی شروع کر دی لیکن اس کی سوتیلی ماں اسے خوش دیکھ کر اندر ہی اندر جلتی رہتی اسے ہر طرح تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتی۔ ایک دن وہ اپنی ماں کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ چائے کا کپ ہاتھ سے پھسل کر اس کی ماں کے کپڑوں پر گرا اس طرح اس کے کپڑے خراب ہو گئے اور جسم کا تھوڑا سا حصہ جل گیا۔ اس پر اس کی ماں نے وحید کو خوب مارا اس دن وہ خوب رویا۔ اس نے خدا سے دعا کی کہ وہ اسے اس ظلم سے بچائے۔

جیسے تیسے گھر کا گزارہ ہو رہا تھا کہ وحید کی ماں بیمار پڑ گئی۔ اس کا باپ بھی گھر پر نہیں تھا۔ شروع شروع میں تو وحید کی ماں نے بیماری کی کوئی پرواہ نہیں کی کہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی لیکن بخار تھا کہ اترنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ وحید بہت پریشان تھا وہ ماں کی خدمت کرتا رہا۔ حکیم صاحب کا علاج کرایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ماں کی حالت دن بدن خراب ہو رہی تھی گھر میں ایک پیسہ نہ تھا۔ وحید جانتا تھا کہ ماں کا علاج بہت ضروری ہے۔ قصبے میں

ایک ڈاکٹر تھا لیکن اس کی فیس اور دوا کیلئے پیسے ہونا ضروری تھا۔ اسے اچانک ایک خیال آیا کہ وہ اپنا ٹی وی، میز اور صوفہ بیچ دے۔ یہ سوچ کر وہ ایک پرانا سامان خریدنے والی دکان پر پہنچ گیا۔ وحید نے دکان کے مالک سے بات کر کے رقم لے لی اور ٹی وی وغیرہ اس کے آدمی کے حوالے کر دیں۔

وحید نے ڈاکٹر کو بلایا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کر کے دوائیں لکھ دیں اس کی ماں دوائیں کھاتی رہی۔ وحید ساری رات اپنی ماں کی ٹانگیں اور سر دبایا کرتا تھا۔ شروع میں تو اس کی ماں کو فائدہ نہ ہوا۔ آخرکار وحید کی دعائیں اثر کرنے لگیں اور وہ تندرست ہو گئی۔

ایک دن وحید کی ماں نے وحید کو بلا کر پوچھا کہ اس کے علاج کے لیے رقم کہاں سے آئی۔ وحید نے جواب دیا "امی یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ اس کی ماں اب چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی تھی۔ وہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی۔ اس نے دیکھا کہ کمرہ خالی پڑا ہوا ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ وحید نے اس کے علاج کے لیے تمام چیزیں فروخت کر دی ہیں۔ یہ دیکھ کر اسے اپنے برے سلوک کا خیال آیا جبکہ وحید نے اس کے علاج کیلئے سب کچھ بیچ دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے جیسے ہی وحید باہر سے واپس آیا اس نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔ "بیٹا تم نے میرے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے اور میں ہمیشہ تمہارے ساتھ برا سلوک کرتی رہی۔ واقعی تم نے بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے جبکہ میں اچھی ماں نہ بن سکی۔" اس نے وحید سے معافی مانگی اور اچھا سلوک کرنے کا عہد کیا۔ وحید کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ چند روز بعد وحید کا باپ گھر آیا۔ اسے، جب بیٹے کی قربانی کا پتہ چلا تو خوشی سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے وحید کو گلے لگاتے ہوئے کہا کہ بیٹے تم نے اپنا حق ادا کر دیا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے۔ تم نے ہمیشہ صبر سے کام لیا اس کا صلہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اب تم بھی انشاء اللہ زندگی کی تمام خوشیاں دیکھو گے اور میں نے اس دفعہ زیادہ کام کر کے زیادہ رقم جمع کی ہے یہ تم لے لو۔ لیکن وحید نے کہا کہ "ابو آپ یہ تمام پیسے امی کو دیں ان پیسوں پر ان کا حق ہے۔" یہ سن کر دونوں میاں بیوی بہت خوش ہوئے۔ وحید کی ماں، وحید سے بہت محبت کرنے لگی۔ گھر میں خوشیاں بکھر گئیں اور یہ تینوں خوشیاں بھری زندگی گزارنے لگے۔

☆☆☆

آپ کی تجاویز
ہمارے لیے اہم ہیں

"پھول" آپ کا اپنا میگزین ہے۔ آپ اسے پسند کرتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے اہم ہیں اور آپ کی رائے بھی۔ سال 2015ء کے دوران آپ "پھول" کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ کے پسندیدہ سلسلے کون سے ہیں؟۔ کیا کوئی ایسا مستقل سلسلہ بھی ہے جو آپ چاہتے ہوں کہ بند کر دیا جائے۔ کیا کوئی نیا سلسلہ شروع کرنا چاہیے؟ تو کیسا؟

"پھول" کو خوب سے خوب تر بنانے کے لیے آپ کی تجاویز کا انتظار رہے گا اور ہاں خطوط میں تجاویز نہ لکھئے گا بلکہ الگ صفحہ پر اپنی تجاویز لکھ کر بھجوائیں۔ آپ کی قابل عمل تجاویز پر عمل ہوگا کیونکہ آپ کی آراء اور آپ ہمارے لیے اہم ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کسی اچھی تجویز پر آپ کو انعام بھی مل جائے۔ تو جلدی سے اپنی تجاویز بھجوا دیں۔

امی ابو سے مجھے کچھ کہنا ہے

مبین عالم

☆ جب میں کوئی اچھا کام کروں تو مجھے شاباش ضرور دیں۔ اس سے میری حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

☆ اپنے وعدے کو پورا کریں کیونکہ جب آپ کسی اچھے کام پر مجھے انعام دینے کا وعدہ کرتے ہیں مگر نہیں دیتے، تو میری نظروں میں آپ بااصول نہیں رہتے۔

☆ جب کوئی غلطی ہو جائے تو میرے ساتھ چیخ چلا کر بات نہ کریں۔

☆ کبھی کبھی چھٹی کے دن مجھے اپنے ساتھ سیر و تفریح کے لیے لے جائیں۔

☆ مجھے نکما، بے وقوف اور کام چور کہہ کر نہ پکارا کریں۔ کیا آپ کی لغت میں میرے لیے اچھے الفاظ موجود نہیں؟۔

☆ مجھے اپنے رشتہ داروں کے بارے میں معلومات دیں اور وقتاً فوقتاً ان سے ملاقات کا بھی اہتمام کروائیے۔

☆ مجھے اچھی اچھی کتابیں پڑھنے کا شوق ہے اس سے میں اچھے اچھے الفاظ، جملے، خیالات سیکھوں گا۔ اس لیے جب آپ میرے لیے کتابیں لائیں گے میں بہت خوش ہوں گا۔

☆ اگر ممکن ہو تو مہینے بھر کا جیب خرچ اکٹھا ہی دے دیا کریں تاکہ میں اسے منصوبہ بندی کے ساتھ خرچ کر سکوں۔

☆ اگر میں سکول کا کام اچھے طریقے سے نہ کر پاؤں تو برہم ہونے کی بجائے میری مدد کریں۔

☆ بات کو اس انداز سے شروع نہ کریں جب میں تمہاری عمر کا تھا تو کیونکہ ہر کوئی ہر عمر میں مختلف صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔

☆ آپ آپس میں مت جھگڑیں کیونکہ میں اس سے متاثر ہوتا ہوں۔

☆☆☆

قرۃ العین خرم ہاشمی

عمیرہ سکول سے واپس آئی تو اُس کا موڈ بہت خراب تھا۔ گھر کے اندر داخل ہو کر اس نے غصے سے بیگ صوفے پر پھینکا اور خود بھی منہ بناتی ہوئی صوفے پر بیٹھ گئی۔ فرح نے کچن سے باہر نکلتے ہوئے، نو سالہ عمیرہ کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھا تو گہری سانس لے کر رہ گئی۔ فرح نے عمیرہ کے پاس آ کر کہا۔ "عمیرہ! یہ کیا طریقہ ہے؟ گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے نہ تو تم نے سلام کیا ہے اور بیگ بھی اس کی جگہ پر رکھنے کے بجائے صوفے پر پھینک دیا ہے!"

"سوری مما!" عمیرہ منہ بناتے ہوئے اٹھی اور بیگ کو اس کی جگہ پر رکھ کر فرح کے پاس آ کر بولی۔

"اسلام علیکم مما! اب ٹھیک ہے؟" عمیرہ نے فرح کے سامنے کھڑے ہو کر پھولے منہ کے ساتھ کہا تو فرح بے ساختہ مسکرا دی۔ "چلو جلدی سے یونیفارم تبدیل کر کے آؤ۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔" عمیرہ سر ہلا کر اندر کمرے میں چلی گئی۔ اپنا من پسند مٹر قیمہ کھا کر عمیرہ کا موڈ کافی بہتر ہو گیا تھا۔ "ہاں اب بتاؤ! تمہارا موڈ کیوں آف تھا کیا سکول میں کسی سے لڑائی ہوئی ہے تمہاری!"۔

عمیرہ کے کمرے میں بک ریک کے پاس پڑے کشن پر بیٹھتے ہوئے فرح نے اپنی بیٹی سے پوچھا۔ جو نیچے قالین پر بیٹھی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "مما! کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟" عمیرہ نے کچھ سوچتے ماں سے سوال کیا تو فرح نے چونک کر اس کے معصوم چہرے کی طرف دیکھا جس پر سوچ کی پرچھائیاں رقصاں تھیں۔ "میری بیٹی بہت پیاری ہے!" فرح نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو عمیرہ بے ساختہ بولی۔

مما! پیاری تو میں ہوں کیا میں خوبصورت بھی ہوں"۔ "کیا ہوا عمیرہ کسی نے کچھ کہا ہے تم سے!" فرح نے پریشانی سے سوال کیا۔ "مما! کچھ دنوں بعد ہمارے سکول میں سالانہ فنکشن ہے اور ہر بار کی طرح، اس بار بھی ٹیبلو میں پری کا رول کرن کو ہی ملا ہے۔ کبھی اُسے سنو وائٹ، بنا دیتے ہیں، کبھی سینڈریلا، سب ٹیچرز کہتی ہیں کہ کرن بہت خوبصورت ہے اس لئے ہر سال اسے مین رول ملتا ہے ٹیبلو میں۔ مما میرا بھی دل کرتا ہے کہ مجھے بھی ایسے رول ملیں اور جب میں نے یہ بات کرن سے کہی تو اس نے میرا مذاق اڑایا۔ مما کیا میں پری نہیں بن سکتی ہوں۔ کرن کی طرح۔"

عمیرہ نے معصومیت سے سوال کیا تو فرح اُسے دیکھ کر رہ گئی۔ کرن، عمیرہ کی ماموں زاد تھی۔ دونوں میں ایک سال کا فرق تھا۔ مگر دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتی تھیں۔ کرن ایک سال بڑی تھی عمیرہ سے۔ کرن سرخ و سفید رنگت کی بہت پیاری بچی تھی۔ جبکہ عمیرہ سانولی سلونی مگر خوش شکل تھی۔ کرن کو ہر سال سالانہ فنکشن میں آگے دیکھ کر، عمیرہ احساس کمتری کا شکار ہونے لگی تھی۔ اُس کا دل بھی چاہتا تھا کہ اُسے سنو وائٹ، سینڈریلا یا پری جیسے رول ملیں مگر ہر سال کرن ہی منتخب ہوتی تھی۔

"عمیرہ! آج میں تمہیں دوبارہ سے سینڈریلا، سنو وائٹ کی کہانیاں پڑھ کر سناتی ہوں۔" فرح نے کچھ سوچ کر بک ریک میں ترتیب سے لگی عمیرہ کی پسندیدہ سٹوریز بکس نکالیں اور باری باری پڑھ کر سنانے لگی۔ عمیرہ چہرہ دونوں ہتھیلیوں پہ ٹکائے، بہت غور سے سننے لگی۔

"اچھا بتاؤ! ان سب کہانیوں میں مشترک چیز کیا ہے؟" فرح نے سٹوری بکس بند کرتے ہوئے عمیرہ سے سوال کیا۔ "مما! وہ سب بہت خوبصورت ہوتی ہیں، اس لئے!" عمیرہ نے جلدی سے جواب دیا۔ "نہیں عمیرہ! ان کو سب لوگ اس لئے پسند کرتے ہیں کیونکہ اُن سب کے دل بہت خوبصورت اور اچھے ہوتے ہیں، پری ہو یا سنو وائٹ یا سینڈریلا کوئی اور اچھی شہزادی، سب کو اُن کے لوگوں کے کام آنا اور مدد کرنا اچھا لگتا ہے۔ عمیرہ! دل کی خوبصورتی۔ جس کے پاس ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ خوبصورت اور اچھا ہوتا ہے جیسے پری ہوتی ہے! سب کی مدد کرنے والی! سب کے لئے اچھا سوچنے والی! اگر کرن ڈرامہ میں پری بن سکتی ہے تو آپ عام زندگی میں بھی یہ کردار ادا کر سکتی ہو بس اس کے لئے شرط ہے دل کا خوبصورت ہونا! اب آئی سمجھ میں؟" فرح نے پیار سے بیک، عمیرہ کے سر پر ہلکے سے مارتے ہوئے سوال کیا تو عمیرہ کچھ سوچتی اثبات میں سر ہلانے لگی۔

سالانہ فنکشن والے دن سکول میں بہت گہما گہمی اور رش تھا۔ کرن پری کے لباس میں بہت خوبصورت اور سچ مچ کی پری لگ رہی تھی۔ وہ سب میں اتراتی پھر رہی تھی۔ عمیرہ کو بھوک لگی تو وہ کھانے پینے کے مختلف اسٹالز کی طرف آ گئی۔ گیٹ کھلنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی! عمیرہ نے چھ سال کے گول مٹول سے ایک بچے کو کونے میں کھڑے بُری طرح روتے ہوئے دیکھا۔ "کیا ہوا؟" عمیرہ نے اُس بچے کے پاس جا کر پوچھا تو وہ بتانے لگا کہ وہ اپنی بڑی بہنوں کے ساتھ آیا تھا مگر رش میں ان سے بچھڑ گیا ہے۔ اب اُسے شدید بھوک بھی لگی ہے اور بہنیں بھی نہیں مل رہی تھیں۔ عمیرہ نے اُسے چپ کروایا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر برگر والے سٹال پر لے آئی۔ بچے کو اس کی پسند کا مہنگے والا برگر لے کر دیا تو اُس کے پاس تھوڑے ہی پیسے تھے جس سے اس نے سموسے لے لئے اور اس بچے کو لے کر اپنی کلاس ٹیچر کے پاس آ گئی اور انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے مائیک پہ اعلان کروا دیا۔ بچہ خاموشی سے برگر کھانے میں مگن تھا۔ کچھ فاصلے پر کرن پری بنی، اپنی دوستوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ کچھ دیر بعد ہی تیرہ اور چودہ سال کی دو لڑکیاں بھاگتی ہوئی آئیں۔ بچہ انہیں دیکھ کر خوشی سے چلایا۔ "باجی!" دونوں لڑکیوں نے بچے کو گلے سے لگایا جس نے جلدی جلدی سارا واقعہ انہیں بتایا تو وہ عمیرہ کو پیار کر کے شکریہ کہتی واپس جانے کو مڑیں۔ جب بچے نے رُک کر اپنی بہن کا ہاتھ ہلایا اور پیچھے مڑ کر عمیرہ کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگا۔

"باجی! یہ وہ ہی پری ہے نا جو سب کی مدد کرتی ہے جیسی سٹوری بک میں ہوتی ہے!" "ہاں! یہ وہ ہی پری ہے"۔ اس کی بہن نے ہنستے ہوئے عمیرہ کو دیکھ کر کہا اور وہ تینوں وہاں سے چلے گئے۔ عمیرہ نے حیرت اور خوشی سے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ پاس کھڑی کرن نے حیرانی سے سب دیکھا اور سنا تھا۔ پری کے گٹ اپ میں کرن تھی مگر بچے نے پری عمیرہ کو کہا تھا۔ "مجھے بھی تمہاری جیسی پری بننا ہے!" بے ساختہ کرن کے منہ سے نکلا تھا۔ عمیرہ نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر مسکرا کر بولی۔ "ہاں! تم بھی بن سکتی ہو! بس تمہیں بھی دل کی خوبصورتی چاہیے!" عمیرہ نے پیار سے کہتے ہوئے اُسے گلے سے لگا لیا۔ گھر واپس آ کر اس نے بریانی کھاتے ہوئے، نے اپنی امی فرح سارا ماجرا سنایا اور اپنے کمرے میں بڑے سے شیشے کے سامنے فراک کو پکڑ کر گھول گھول گھومتے ہوئے، خوشی سے چلا رہی تھی!

"پری ہوں میں!"۔

"ہاں! سچ میں میری پری ہی ہو تم!" فرح نے مسکراتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

اس تصویر کے حوالے سے زبردست جملہ "پھول" میں شائع کردہ کوپن پر
اپنے نام و پتہ کے ساتھ لکھ کر 10 تاریخ تک بھجوائیں اور انعام پائیں